تاریخِ جمل

عابد عباس ایڈووکیٹ (لکھنؤ)

• ناشر •

ادارہ احیاءِ تراثِ اسلامی کراچی
پاکستان

تاریخِ جمل

عابد عباس ایڈوکیٹ (لکھنؤ)

ناشر:

ادارہ احیاءِ تراث اسلامی کراچی پاکستان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : تاریخ جمل
مصنف : عابد عباس ایڈوکیٹ (لکھنو۔ہندوستان)
ناشر : ادارہ احیاء تراث اسلامی، کراچی پاکستان
کیلی گرافی : جعفری کمپیوٹرائزڈ کمپوزنگ۔(6364924)
طبع : احمد گروپ آف سروسز (پرنٹنگ اینڈ اسٹیشنری ڈویژن)
سن طباعت : فروری 1998ء
تعداد : 1000
قیمت :

پاکستان میں ملنے کا پتہ

احمد بکسیلرز (اسٹاکٹ و جنرل آرڈر سپلائرز)
20 / 718 فیڈرل بی ایریا۔ کراچی فون 6364924

عابد عباس ایڈوکیٹ (لکھنؤ)

انتساب

جنگ جمل

کے

ان شہداء کے نام

جنہوں نے اپنی جانیں

امام برحق کی اطاعت میں

اسلام محمدیؐ

پر قربان کیں

اور

حق و باطل

کے

درمیان خط امتیاز کھینچا

دعائیہ

پس بصد عاجزی یہ حقیر بندۂ ناچیز بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہے کہ اپنے حبیب کے صدقہ میں اہل اسلام میں باہمی اخوت برادارنہ ہمدردی، یکجہتی، خوش اخلاقی، و نیک نیتی کا جذبہ و غلبہ استوار کرے کل برادران اسلام کے اذہان سے تفرقہ عناد، کینہ نفرت کدورت کو حرف غلط کی مانند ہمیشہ کے لئے صفۂ ہستی سے مٹا دے اور اپنے محبوب دین کو مزید بلندی و سرخروی عطا فرما ہماری خطاؤں کو معاف فرما کہ تو غفور و رحیم بھی ہے جو مسلم اقوام برسرپیکار ہیں ان کو صلح۔ آمن و آشتی کی راہ پر جلد گامزن ہونے کی نیک توفیق عطا فرما کہ وہ متحد ہو کر ایک جھنڈے تلے۔ ایک پلیٹ فارم اور ایک ہادی کے تحت تمام نبی نوع انسان کے لئے ایک بہترین مثال قائم کر سکیں اور دنیا سمجھے کہ حقیقی معنوں میں اسلام کیا ہے اور اس سے کیونکر افادہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بہ طفیل پنجتن پاکؑ اس گنہگار کے کوتا دامن کو گوہر امید سے مالا مال کر دے۔ صدقہ میں اہلبیت اطہار کے اس ہدیہ ناچیز کو قبول فرما۔ اجر ثواب میں کل مومنین و مومنات کی مشکل کشائی کر دے اور اس گدائے درچہاردہ معصومین علیہ السلام و صلوۃ کو مقامات مقدسہ کی زیارات سے مشرف و بہرہ مند فرما۔ آمین ثم آمین۔

"شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا"

عابد عباس ایڈوکیٹ

69 / 261 ضامن بلڈنگ، نادان محل روڈ

آغامیر پارک، لکھنؤ۔۴۔یو پی۔ بھارت

فہرست

نمبر شمارہ	عنوان	
۱	دعائیہ	۶
۲	عرض ناشر	۱۵
۳	عرض مصنف / پیش لفظ	۱۷
۴	باب اول	
○	تاریخ کی اہمیت و مورخ کے ذمہ دارانہ فرائض	۲۱
○	صحیح تاریخ ایک مضبوط قلعہ ہے	۲۶
○	تاریخ اور انسانی شعور سے آہنگی و ربط و ضبط	۲۷
○	تاریخ کا خود اپنا متضاد مزاج	۲۹
○	تاریخ میں دخل آمیزش	۲۹
۵	باب دوم	
○	خواب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اسکی تعبیر	۳۳
○	رسول اسلام کی حضرت عائشہؓ کی بابت کچھ پیشگوئیاں	۳۵
○	قتل عثمانؓ کا فتویٰ بی بی عائشہؓ کی زبانی	۳۷
○	لفظ نعثل کی معنوی تفصیل و تشریح	۳۸
○	"حیوۃ الحیوان" میں بھی نعثل کا مطلب و معنی نرجو لکھا ہے	۳۸
○	بی بی عائشہؓ نے رسول اللہؐ کو بار بار غضبناک کیا	۴۲
○	حضرت علیؑ کے خلاف بی بی عائشہؓ کا افسوسناک مؤقف	۴۵
○	حضرت عائشہؓ کا ملال خاطر اور ریشہ دوانیاں	۴۷
○	واقعہ افک	۴۹

○ بنی ہاشم کو خلافت سے محروم رکھنے کا عہد ۵۱
○ جناب عائشہؓ کی حضرت عثمانؓ سے بے رخی ۵۱
○ جناب عائشہؓ کے خلاف قتل عثمانؓ پر چند اہم گواہیاں ۵۴
○ جناب عائشہؓ کا دلی منشاء بابت خلافت ۵۵

۶ باب سوم

○ جنگ جمل کی داغ بیل پڑنا ۶۱
○ معاملہ قتل عثمانؓ و علیؑ کا موقف ۶۴
○ طلحہ و زبیر کا حضرت علیؑ سے حیلے حوالے کرنا ۶۵
○ طلحہ و زبیر کا بہانۂ عمرہ، بی بی عائشہؓ سے جاملنا ۶۷
○ عبداللہ ابن عباسؓ کا مشورہ ۷۰
○ حضرت عائشہؓ کا لوگوں کو علیؑ کے خلاف ابھارنا ۷۹
○ قتل عثمانؓ پر معاویہ کا علیؑ کے خلاف ہنگامہ آرائی ۸۰
○ دور عثمانیہ کے حکام کی معزولی اور نئی تقرریاں ۸۲

باب چہارم

○ مکہ میں جنگ کی تیاریاں ۸۸
○ تقریر عائشہؓ ۸۸
○ لشکر عائشہؓ کے لئے اسلحہ و رسد کی فراہمی ۹۱
○ بصرہ کا انتخاب بطور رمزگاہ ۹۲
○ حضرت عائشہؓ کا جناب ام سلمیٰؓ سے بحرامداد ملاقات کرنا ۹۵
○ کچھ بھولی ہوئی اہم باتوں کی یاد دہانی ۱۰۰
○ سعید ابن عامر، طلحہ و زبیر کی باہمی گفتگو بابت خلافت ۱۰۴
○ بی بی عائشہؓ کی دیگر امہات سے ملاقات برائے مدد ۱۰۶
○ سورہ احزاب اور گمراہی ۱۰۸

۷ باب پنجم

- حضرت عائشہؓ کی روانگی بطور کمانڈر لشکر جانب بصرہ — ۱۰۹
- حضرت عائشہؓ کی جانب سے اعلان — ۱۰۹
- ام الفضل رحمۃ بن حارث کا خط حضرت علیؑ کے نام — ۱۱۰
- حضرت علیؑ کا خط حضرت عائشہؓ کے نام — ۱۱۲
- حضرت علیؑ و عبداللہ ابن عمرؓ کا تبادلہ خیال — ۱۱۵
- حضرت علیؑ کی شام پر حملہ کی خواہش اور تیاری — ۱۱۸
- عبداللہ ابن عمرؓ کا اہل جمل کی ہمراہی سے انکار — ۱۲۰
- حضرت علیؑ کا مکتوب گرامی ابو موسیٰ اشعری اور معاویہ کے نام — ۱۲۰
- لشکر عائشہؓ کی سرحد بصرہ پر آمد — ۱۲۵
- حضرت عائشہؓ و احنف بن قیس کی گفتگو بابت جنگ — ۱۲۵
- عبداللہ ابن زبیر کا جنگ جمل میں مکروہ رول — ۱۳۰
- بی بی عائشہؓ کی ابن زبیر سے گہری محبت — ۱۳۴
- مروان، طلحہ و زبیر میں باہمی جھگڑا بابت امامت دوران جمل — ۱۳۶
- ابو ایوب انصاری و مخنف ابن سلیم کی باہمی گفتگو بابت جنگ — ۱۳۸
- حضرت علیؑ کا ابو موسیٰ اشعری کے نام تنبیہہ نامہ — ۱۴۴

۸ باب ششم

- ابو موسیٰ اشعری کی سرکشی و معزول کیا جانا — ۱۴۷
- حضرت علیؑ کی روانگی برائے وادی ذیقار جانب بصرہ — ۱۴۸
- عورا ابن بنان کا مطمئن ہونا — ۱۵۱
- کلیب جری کا مشرف با بیعت ہونا — ۱۵۳
- اویس قرنیؓ کی حضرت علیؑ سے ملاقات و بیعت کرنا — ۱۵۴
- قعقاع کا مشرف با بیعت ہونا — ۱۵۵
- صلح کی متواتر کوشش منجانب حضرت علیؑ — ۱۵۶

○ صلح کی آخری کوشش ۱۵۹
○ احنف بن قیس کی فریقین سے ملاقات اور معاملہ فہمی ۱۶۰
○ معاملہ فہمی ۱۶۱
○ لشکر علیؑ پر شب خون مارا جانا و صلح کی خلاف ورزی ۱۶۲
○ اللہ، رسولؐ و علیؑ سے جنگ کرنے کی سزا ۱۶۴
○ مولا علیؑ کے ساتھ جنگ کرنے والے فاسق ہیں ۱۶۴
○ امام برحق پر خروج کرنا فعل حرام ہے ۱۶۵
○ مسلم ابن عبداللہ مجاشعی کی شہادت ۱۶۷
○ زبیر بن العوامؓ کا نکث بیعت کے سلسلہ میں حیلے حوالے تلاش کرنا ۱۶۹

۹ باب ہفتم
○ روانگی جناب امیرؑ برائے بصرہ ملاقات ام سلمہؓ ۱۷۳
○ حضرت علیؑ کی جناب ام سلمہؓ سے ملاقات ۱۷۴
○ حضرت علیؑ کے لشکر کا جمع ہونا ۱۷۵
○ صلح کی متواتر کوشش منجانب حضرت علیؑ و تمامی حجت ۱۷۷
○ حضرت علیؑ کا ابن عباسؓ کو زبیرؓ کے پاس بھیجنا ۱۷۹
○ حضرت علیؑ کا اہل بصرہ سے جنگ کے لئے نکلنا ۱۸۱
○ حضرت علیؑ کو طلحہ و زبیر سے جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا جانا ۱۸۳

۱۰ باب ہشتم
○ لشکر عائشہؓ کا حدود بصرہ میں وارد ہونا (جنگ جمل صغریٰ) ۱۸۶
○ جنگ جمل صغیر، مقابلہ اہل مکہ با اہل بصرہ ۱۸۸
○ کعب ابن ثور کا ثالث مقرر کیا جانا ۱۹۲
○ عثمان بن حنیفؓ کی درگت ۱۹۳
○ حکیم ابن جبلہ سے معرکہ آرائی ۱۹۶

○ حکیم ابن جبلہ کی دلیرانہ موت ۱۹۷
○ عثمان بن حنیفؓ کی قید سے رہائی ۱۹۸

باب نہم

○ جنگ کے بھیانک بھڑکتے شعلے ۲۰۰
○ زبیر بن العوامؓ کا قتل کیا جانا ۲۰۲
○ زبیر بن العوامؓ کا مختصر کرداری خاکہ ۲۰۳
○ طلحہ کا مروان بن الحکم کے ہاتھوں قتل کیا جانا ۲۱۱
○ طلحہ کا مجملاً کرداری خاکہ ۲۱۳
○ مروان بن الحکم کا کرداری تعارف ۲۱۷
○ طلحہ و زبیرؓ کے متعلق حضرت علیؑ کے ارشادات ۲۲۲
○ محمد بن حنفیہؓ اور شاہ لافتح کا خون آشام حملہ ۲۲۷
○ بی بی عائشہؓ کا لشکر علیؑ پر کنکریاں بطور بد دعا پھینکنا ۲۲۸
○ زید ابن صوحانؓ عبدی کا ہمراہ اپنے تین بھائیوں کے شہید ہونا ۲۲۹
○ حضرت عائشہؓ کا قیام بصرہ و مدینہ واپسی ۲۳۱
○ بی بی عائشہؓ و عبداللہ بن عباسؓ کی گفتگو ۲۳۳
○ کیفیت مفرورین جمل ۲۳۸
○ مروان بن الحکم کی گرفتاری و رہائی ۲۳۹
○ تعداد و فہرست مقتولین جمل ۲۴۱
○ حضرت علیؑ کا طلحہ و عبدالرحمن کی لاشوں پر جانا اور اظہار افسوس کرنا ۲۴۳
○ مقتولین کی تجہیز و تکفین ۲۴۴
○ حضرت علیؑ کا اپنے صحابی کو مطمئن کرنا ۲۴۵
○ ابن یزلی کا عمار یاسرؓ سے مقابلہ ۲۴۵
○ اونٹ و عماری کی حفاظت کی جان توڑ کوشش ۲۴۸

○ مالک اشتر کا بھیانک قتال ۲۵۱
○ مروان بن الحکم کا جنگ سے فرار ہونا ۲۵۲

باب دہم ۱۲

○ اختتام جنگ و اونٹ کا مارا جانا ۲۵۶
○ اونٹ کا جلایا جانا و راکھ کا منتشر کرنا ۲۵۸
○ حضرت عائشہؓ کی عماری بعد جنگ ۲۶۰
○ عمرو بن اہلب جنبی کا واقعہ ۲۶۲
○ حضرت عائشہؓ کا بعد جمل اظہار تاسف کرنا ۲۶۳

باب یازدھم

○ واقعات بعد جنگ جمل ۲۶۶
○ حضرت علیؑ کا وارد بصرہ ہونا ۲۶۶
○ صفیہ زوجہ عبداللہ بن خلف کی بد زبانی و گستاخی ۲۶۷
○ انتظامات بعد فتح جنگ ۲۶۹
○ اہل بصرہ کی مذمت میں پیشنگوئی ۲۷۳
○ عورتوں کی فطرت کی مذمت میں ارشاد ۲۷۵
○ جریر بن عبداللہ بجلی کو معاویہ کے پاس بھیجنا ۲۷۷
○ جریر بن عبداللہ کی واپسی ۲۷۸
○ عرف الحق تعرف اھلہ ۲۸۰
○ ابن ابی عتیق کا عائشہؓ کو خبر نہ دینا ۲۸۲
○ حضرت علیؑ کے چند خطبات ۲۸۵

باب دوازدھم ۱۳

○ مودت اہلبیتؑ کے اظہار پر احادیث نبویؐ کا انبار ۲۸۸
○ مودت اہلبیتؑ و رسولؐ پر حکم الہٰی ۲۹۳

○ حضرت علیؑ کی تین فضیلتیں ۲۹۳
○ ابو سعید حذری کا افسوس ۲۹۴
○ عجیب و غریب نظریات کا مشاہدہ ۲۹۸
○ معاویہ ابن زبیر کی باہمی طنزیہ گفتگو ۳۰۰

۱۴ باب سیزدھم

○ ظلم و تشدد کا طویل سلسلہ و صبر کی انتہا ۳۰۴
○ اختتامیہ ۳۱۵
○ کتابیات ۳۲۰

محترم عابد عباس ایڈوکیٹ

کی آئندہ تحریر

"تاریخ صفین"

پر مشتمل ہے عنقریب طبع ہو جائے گی

ناشر ادارہ احیاء تراث اسلامی کراچی ، پاکستان

تاجر حضرات اپنے آرڈر سے پیشگی مطلع فرمائیں

اسٹاکسٹ

احمد اسٹیشنرز و بکسیلرز

718/20 فیڈرل بی ایریا ۔ کراچی ۔ فون 6364924

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

عرض ناشر

محترم عابد عباس ایڈوکیٹ لکھنؤ کے علمی و ادبی خانوادے کے چشم و چراغ اور لکھنؤ کی مقبول و معروف شخصیت ہیں۔ اپنی علالت کی بناء پر 6 ماہ سے کراچی میں مقیم ہیں پہلی ہی ملاقات میں شخصیت کے جوہر نکھر کر سامنے آگئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ موصوف تاریخ جمل کو ضبط تحریر میں لاچکے ہیں اور نوک پلک سنوار رہے ہیں۔ کتاب کی شکل میں لکھنؤ سے شائع کرنے کا ارادہ تھا لیکن جلد ہی یہ ارادہ بدل گیا مسودہ کے مطالعہ کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ تاریخ میں ایسی کتب کی نہایت کمی ہے جس میں قاری کو کسی بھی قسم کی تشنگی نہ رہے۔ تاریخ جمل کے موضوع پر اس قدر مکمل تاریخ مرتب کرنا یہ ایک زیرک وکیل ہی کا کام تھا سو قبلہ عابد عباس صاحب نے اسے انجام دیا۔

ادارہ احیاء تراث اسلامی اس کتاب کی اشاعت کو اپنے مجموعہ کتب میں ایک گراں قدر اضافہ تصور کرتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے قاری جنہوں نے ہمارے انتخاب طباعت کی ہمیشہ حوصلہ افزائی اس طرح کی ہے کہ بیشتر کتب کے ۵/۵ اور ۶/۶ ایڈیشن طبع ہوئے یہ کتاب بھی دوسری کتب کی طرح بہت جلد مقبولیت کی سند حاصل کر کے مزید طباعت کا زینہ طے کرے گی۔

ادارہ اس نوعیت کی پہلی کتاب شائع کر رہا ہے، ہمیں امید ہے کہ قاری صاحبان نہ صرف یہ کہ ہماری کوتاہی سے مطلع کریں گے بلکہ اپنی رائے سے ہماری حوصلہ افزائی بھی فرمائیں گے۔

والسلام

شہنشاہ جعفری

ایڈوکیٹ

ناظم ادارہ احیاء تراث اسلامی کراچی - پاکستان

عرض مصنّف

پیش لفظ

حضرت علیؑ کو بعد قتل عثمانؓ انام خلافت ملے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بنی امیہ وان کے حلیفوں کی جانب سے آپ کی پر زور مخالفت بصورت مہم شروع ہو گئی اور پھر یہ کوشش جاری و ساری رہی کہ کسی طرح علیؑ کو معزول کر کے عنان حکومت دوبارہ بنی امیہ کی طرف موڑ دیجائے۔ آپ کا یہ مختصر چار سالہ دور خلافت نہایت پر ہول و پر آشوب ماحول میں گزرا۔ آپ کی زندگی اجیرن کر دی گئی تھی کہ نت نئے مشکلات و پیچیدہ مسائل کا سامنا درد سر بن گیا جن کو آپ نے بڑی سوجھ بوجھ، صبر و استقلال، ہمت و جوانمردی و ثابت قدمی سے نمٹایا۔ تاہم آپ ہر دم یہی جدوجہد کرتے رہے کہ امت مسلمہ میں وہ آفاقی روح و قوت ادراک و فہم پھونک دی جائے کہ اس کو حق پہچاننے اور اپنانے کا شعور پیدا ہو جس کو وہ فراموش کئے ہوئے تھی۔ اپنے اس عظیم مشن کو کامیاب بنانے میں آپ کو اپنے مخالفین کے ہاتھوں پیدا کردہ تین نہایت پر ہول و خون آشام جنگیں لڑنا پڑیں .... یعنی (جنگ جمل، جنگ صفین، جنگ نہروان) جنکی پیشگوئی رسول اسلامؐ حضرت علیؑ سے پہلے ہی فرما چکے تھے کہ: "اے علی تم کو میرے بعد قاسطین، ناکثین اور مارقین سے لڑنا پڑیگا اور تم حق پر ہوگے"۔ (ناکثین سے جمل والے، قاسطین سے صفین والے اور مارقین سے نہروان والے خوارج مراد ہیں)۔

دراصل جنگ جمل اسلامی تاریخ میں اپنا ایک اہم مقام رکھتی ہے کیونکہ بلا اسکی تفصیل جانے ایک سادہ لوح مسلمان اسلام کی حقیقی اسپرٹ، آفاقی روح معاشرہ تعلیم، تہذیب و تمدن سمجھنے سے بے بہرہ رہتا ہے اور بنی امیہ کے دیرینہ بغض و حسد، کینہ و عداوت سے جو انہوں نے بنی ہاشم کے خلاف روا رکھی تھی لا علم رہتا ہے۔ اسی منحوس جنگ نے مسلمانوں کو دو دھڑوں میں بانٹ دیا جس کے

مکروہ و ممنوع اثرات ہنوز باقی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ کچھ بیشمار چہروں کی نقاب کشائی بھی کردی جنہوں نے اپنے ذاتی اغراض و مفاد کے خاطر اسلام کی ساکھ و اساس کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ مسلمانوں کے باہمی اخوت میل و مروت، اتفاق و محبت و بھائی چارگی کو حرف غلط کی طرح ملیامیٹ کر دیا۔ ہزاروں بے گناہوں کا خون ناحق بہا جس میں متعدد اصحاب کبار و دیگر معزز و لائق احترام ہستیاں بھی شامل تھیں۔ اسی جنگ مغلوبہ نے جنگ صفین و نہروان کی داغ بیل ڈالی اور ہر معرکہ میں شاہ لا فتح کی کامیابی و کامرانی نے مخالفین کی چھاتیوں میں ناسور ڈالدیئے۔ ان کی ... و کینہ سوزی درپردہ شعلہ در ہوتی گئی اور وہ اپنی پے درپے شکستوں کا بدلہ چکانے کی اندھی غرض کی تکمیل میں علیؑ کی جان لیوا سازشوں کی ادھیڑ بن میں لگ گئے حتیٰ کہ محراب مسجد کوفہ آپ کے خون ناحق سے رنگین ہو گئی اور جبرائیل نے سدرۃ المنتہیٰ سے آواز دی (لقد تھرمن واللہ ارکان الھدیٰ) ... یعنی۔ قسم بخدا ہدایت کا ستون منہدم ہو گیا۔

آج اسلام میں تفرق ۔ انحراف ، انتشار بغض و تعصب جیسے مکرو و ممنوع عناصر رائج نظر آتے ہیں وہ انہی جنگوں کا منحوس پرتو ہیں جن میں جنگ جمل بدرجہ اتم کہی جاسکتی ہے کیونکہ اسی نے بقیہ دونوں جنگوں کی تخم ریزی و آبیاری کی۔ دور حاضر میں شدید ضرورت ہے کہ عوام گمراہی سے بچ کر راہ حق پر گامزن ہوں تاکہ اسلام اپنی دیرینہ عظمت و شوکت کے ساتھ برقرار رہے اور اقصائے عالم میں اسکا بول بالا رہے۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑا جائے۔ ہم سب زنجیر آہنی کی طرح کڑیوں کی مانند آپس میں متحد و منسلک رہیں۔ اخوت و اشتراک و اتحاد باہمی ہمارا شعار رہے۔

چنانچہ اس نظریہ و کلیہ کے تحت واقعات جمل کو تجویز کر کے کتابی شکل میں قارئین کے گرانقدر مطالعہ کے لئے پیش کیا گیا ہے۔ نیز اس کے جملہ شواہد و مواد مع مستند و معتبر حوالہ جات۔ احادیث و روایات کتب سنیہ و شعیہ سے فراہم

کیئے گئے ہیں تاکہ بیان کردہ مفاہیم بہتر طور پر سمجھے جاسکیں اور کسی کو شک شبہات یا کسی قسم کا خاش پیدا نہ ہوسکے کیونکہ ہم سب اتحاد بین المسلمین ہی کے قائل ہیں یہی ہمارا نصب العین ہے۔

یہ کتاب گو کہ قطعی تحقیقی اسلامی نکتہ نگاہ سے لکھی گئی ہے اور کسی کی مدح یا قدح ہرگز مقصود نہیں ہے۔ لہذا گزارش ہے کہ جو حضرات اپنے عقائد پر (خواہ کچھ بھی ہوں) تنقید و تفسیر پسند نہیں کرتے وہ اسکا مطالعہ نہ کریں البتہ وہ حق پسند حضرات جو صحتمندانہ و محققانہ تحریر و تقریر میں اپنی توجہ و دلچسپی کو جگہ دیتے ہوئے افہام و تفہیم میں غیر جانب دارانہ طور پر عدل و انصاف و راست بازی کے قائل و حامل ہیں وہ حق و باطل میں امتیاز کے لئے مندرجہ معروضات مصنف پر ضروری غور و خوص کے بعد صدف تحقیق کو چاک کر کے گوہر آبدار یعنی راہ ہدایت کو حاصل کریں ۔ اللہ تعالیٰ ان کا معاون و مددگار ہوگا ۔ ہمارا بھی منشاء فی سبیل اللہ تبلیغ حق ہے اور تاریخ اسلام کے اوراق پر لگائے گئے داغ دھبے دور کرنے کی ادنیٰ کوشش ہے ۔ ناظرین و قارئین کو اختیار ہے خواہ اس کو قبول کریں یا رد کریں۔

میں مولانا سید شبیہہ الحسن صاحب نونہروی سابق ہیڈ شعبہ اردو فارسی لکھنؤ یونیورسٹی و حالیہ پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنو کا ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اپنی گرانقدر رائے سے مجھ کو مستفید کرتے ہوئے میری ہمت افزائی بھی کی ۔ مقدمہ کتاب بعد مطالعہ تحریر کرنے کا بھی وعدہ فرمایا مگر میرا کراچی آنا کافی عجلت و ہنگامی حالات کے تحت ہوا اور کتاب ہذا کراچی ہی آکر مکمل طبع ہوسکی چنانچہ مقدمہ حسب توقع نہ لکھا جاسکا جس کا راقم الحروف کو افسوس ہے ۔ کاش ان کے نوک قلم سے نکلے ہوئے الفاظ زرین اس ناچیز جریدہ کے لئے باعث تزین ہوتے جو احقر کی عین خواہش تھی۔

علاوہ ازاں میں جناب مولانا طاہر عباس صاحب الہ آبادی طالبعلم مدرسہ

ناظمیہ لکھنو۔ جناب محمد ایوب صاحب ساکن حال کراچی کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنا عزیز وقت دیکر کتاب ہذا کی تحریر و اشاعت میں میرا ہاتھ بٹایا میں محترم شہنشاہ جعفری ایڈوکیٹ پرنٹرز پبلشر اور مسئول ادارہ احیاء تراث اسلامی کراچی پاکستان کا بھی ممنون ہوں جنکی ذاتی دلچسپی اور پسندیدگی نے طباعت کے مراحل کو مکمل کرتے ہوئے کتابی شکل میں آراستہ کیا۔

فقط

والسلام۔ راقم الحروف

عابد عباس۔ ایڈوکیٹ

باب اول

تاریخ کی اہمیت و مورخ کے ذمہ دارانہ فرائض

تاریخ اسلام کی اکثر و بیشتر مستند کتب میں درج اصل تاریخی واقعات کی ترتیب و تذکرہ بیان و تحریر کا انداز و قرائن کچھ عجیب نرالے ڈھنگ و نوعیت سے پیش کیا ہوا ملتا ہے کہ اصل و اہم واقعات کے پس منظر کے بارے میں کوئی معقول۔ مکمل و مدلل مواد و آگاہی حاصل ہوتی نہیں اور اگر قدرے قلیلے ہو تو وہ کچھ دبے و مخفی احساسات کے ساتھ اکثر بیوت کا پہلو لیتے ہوئے۔ کیونکہ اکثر مورخ یہ صورت مدنظر نہیں رکھتا کہ جس کی وہ تعریف کر رہا ہے اس کی اصل حقیقت کیا تھی یا ہے یا وہ کس حیثیت کا فرد ہے۔ اس میں وہ کمال جوہر دراصل ہیں بھی یا نہیں جن کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جا رہے ہیں یا یہ صرف لفظی انبار کا تپہ ہے اس کے بارے میں عام معاشرے میں کیا رائے عام (Publicopinion) کیا مقام کیا احترام اور کس کردار کے چرچے ہوتے رہے ہیں۔ بس ممدوح کی شخصیت اور اس کو اجاگر کرنا ہی مورخ کا اصل منشا و رخ تحریر ہونا ہی قارئین کی عام فہم میں ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس کا صحیح منشائے مطالعہ بھی کسی حد تک مجروح و مکروہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ محققانہ طور پر کھلے ذہن سے حق و باطل کا امتیاز بھی کرتا ہے اپنی معلومات میں اضافہ بھی چاہتا ہے اور حقیقت حال سے روشناس ہونا اس کا مئین مقصد ہوتا ہے۔

تاریخ اظہار حقیقت کا نام ہے اور اظہار حقیقت میں محض مدحت و منقبت سرائی کی آمیزش کا نام تاریخ نہیں ہو سکتا۔ اور اس سلسلہ میں ہمارے اکثر مسلم مورخین کا اندازہ تحریر تاریخ کے اہم ابواب میں اکثر و بیشتر بلکہ عموماً مدح سرائی و قصیدہ آرائی کا سا رہا ہے اور اصل واقعات کے پس منظر جو تاریخ کا اہم ترین بلکہ نا

گزیر جزو ہے یا تو نظر انداز کر دیا ہے یا کتر بیوت اس طرح ایجاد و چسپاں کر دیئی کہ حقیقت امر، اصل واقعات وان کے پس منظر کو بڑی ہوشیاری و زیرکی سے خارج و کبھی کبھی خود ساختہ واقعات کی غلط و بے بنیاد آمیزش کر کے پیش کیا گیا ہے یا پھر ادھورا بھی چھوڑا گیا ہے تاکہ محققین و طالبان تاریخ سے اصلیت کو پوشیدہ رکھا جائے کہ ان کے ممدوح کے دامن کے داغ دھبے مٹائے جا سکیں اور ان کا کردار اوراق تاریخ پر قطعی صاف ستھرا بے داغ اور معیاری سمجھا جائے۔ اور ایک محقق اسکالر کو حق کی جستجو میں دشواری پیش رہے اور وہ بھی بعد بدرجہ مجبوری ان ہی کی ڈگر پر گامزن رہے۔ تاریخ اسلام مٹ رہی ہے تو مٹا کرے اس سے ان کو کیا سروکار ان کا بیوپار چالو رہے، نفع بخش ہو۔ ڈالر۔ پونڈز وریال کمائے جائیں اور سیدھے سادھے بلکہ سادہ لوح مسلمان ان کی اپنی دماغی اپج سے متاثر ہو کر ان کی واہ! واہ بھی کرے اور خود بھی حقیقت سے بوجہ جہالت ناآشنا ہوتے ہوئے ان کے دام کا دائمی شکار بنا رہے۔ اور ایسے خود ساختہ مولوی۔ ملا مؤلف۔ مبلغ و مورخ ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں جو خود بوجہ ہٹ دھرمی یا کم علمی خود تو گمراہ ہیں دوسروں کو بھی اپنا پیرو بنا کر گمراہ کئے رہتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کی انتھک کوشش یہی رہتی ہے "نہ حقیقت آشکار نہ ہونے پائے پردہ پڑا رہے۔ پردہ جو اٹھ گیا تو بھید کھل جائے گا" یہ اونچی دوکان پھیکا پکوان والوں نے اسلام کے حقائق کو کس طرح توڑا مڑوڑا ہے اور اسلام کے باوقار دامن پر سیاہ دھبے اور پر نور چہرے کو مسخ کرنے کی ناروا اور نا معقول کوشش ہمیشہ ہی کرتے رہے اور آج بھی ان کی ایک بستر بند جماعت اسی گمراہی و تاریکی کی راہ پر سرگرم رواں دواں نظر آ رہی ہے۔ اور ان کو داخلی و خارجی امداد بھی حسب حاجت مل رہی ہے کہ وہ اپنا مشن جاری رکھیں۔ مفکرین۔ مبلغین۔ اکابرین ذہن و ذکا و شرفائے ملت خود بھی خاموش تماشائی کا روپ دھارے ہوئے نظر آتے ہیں ان کی زبانوں اور منھ پر قفل پڑ گئے ہیں ..... آخر کیوں؟ ..... کیا وہ بھی ان کی ہمت افزائی پر آمادہ ہیں؟ ..... شاید نہیں ..... منشا کسی کا خواہ کچھ بھی ہو کیونکہ ہر ایک کو

اپنے قول ۔ فعل واظہار خیال کی آزادی ہے بشرطیکہ دوسرے کے جذبات کا احترام کا خیال رکھا جائے اور کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ بھائی چارگی کی فضا ہموار رہے ۔ امن و امان برقرار رہے ۔ میٹھے بول بولے ۔ زہر نہ گھولے ۔ اگر ایک اسلامی مورخ ۔ مفکر یا مبلغ اپنے اس سچے اور حقیقی جادہ راہ سے ہٹ کر لڑکھڑا کر واقعات میں الٹ پھیر کرے گا تو بصد افسوس کہنا اور ماننا پڑے گا کہ " چوں کفر ز کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی " ۔ یا یوں سمجھا جائے کہ " پیر جی خود ہی گمراہ ہیں تو شفاعت کس کی فرمائیں " ۔ بس ضرورت ووقت کا اہم تقاضہ ہے کہ ہم خود ہوشیار رہیں اور ایسے رنگے سیاروں کو یک لخت اپنے شائستہ معاشرے و پاک و پاکیزہ گہوارہ اسلام سے حتی الامکان دور رکھنے کی سعی جاری رکھیں اور ان کے ناپاک منصوبوں کو " گربہ کشتن روز اول " کی مثال یکسر ناکام بنادیں کیونکہ وہ دشمنان اسلام کے زر خرید ایجنٹ ٹھہرے ۔ اور ان کی تالیفات و تصنیفات میں ان کی من گھڑت ۔ ریاکاری ۔ جھوٹ ۔ بغض عناد و عداوت کا پہلو ہمیشہ مضمر رہتا ہے جو اسلام کی ساکھ کے لئے مضر ثابت ہوتا رہا ہے ۔

اگر یہ کہا جائے کہ ایسے شکر چڑھی گولی نما Sugar Coated مصنفین ، محققین ، مبلغین و راویان خواہ وہ کسی بھی مذہب و ملت سے وابستہ ہوں ہی کی ریشہ دوانیوں ۔ غلط پروپیگنڈوں اور مکروہ انداز فکر و تحریر کے باعث صحیح تاریخ اسلام کو گہن لگ رہا ہے ۔ خون خرابہ باہمی عداوت و نفرت تعصب ، بغض و عناد کا منحوس سایہ اپنی لپیٹ میں اہل اسلام کو اقصائے عالم میں تیزی سے گھسیٹ رہا ہے اور اسلام دشمن عناصر خنداں وشاداں نظر آرہے ہیں تو بے جانہ ہوگا ۔ تب ہی تو " رنگیلا رسول " و " شیطانی آیات " جیسی منحوس و ممنوع کتابوں کے خالق رام لال و سلمان رشدی پیدا ہوگئے اور ان کی گندی تخلیق ممالک غیر میں خوب چھپیں اور بکیں مگر ہماری خفتہ غیرت و حمیت بیدار نہ ہوئی ۔

مضمون کچھ طویل ہو گیا لہذا آمدم برسر مطلب تاریخ کا اپنا خود ایک باوقار مقام ہے اور یہ دراصل اظہار حقیقت کا نام و روپ ہے ۔ اور اب یہ ہماری نگاہ

تجسس کا معیار ہے کہ ہم کیا اور کس کا مطالعہ کریں اور فرضی و من گھڑت مضامین سے گریز و اجتناب کریں۔ تاریخ ایک اہم Social Scince بھی ہے جس کا گہرا لگاؤ دوسرے علوم و معاشروں سے بھی ہے۔ چنانچہ تنگ نظر اور نا اہل مورخ کی تصنیف دوسرے علوم و معاشروں کو بھی پراگندہ کر سکتی ہے تاکہ آنے والی نسلیں بھی گمراہی میں بھٹکتی پھریں اور حق کی نقاب کشائی نہ ہوسکے۔ اور اسی فعل نا منصفانہ کا نام تعصب، بغض، عناد، عداوت و جہالت پڑا جو ایک مؤرخ کی شان پر بد نما داغ اور نہ مٹنے والا دھبہ ہوگا۔ اور سب کچھ اس واحد غرض سے کیا جاتا یا کروایا جاتا رہا تاکہ ممدوح شخصیتوں کا کیرکٹر مجروح اور فرضی عظمت و حرمت کا پردہ چاک نہ ہو جائے اور اگر بھرم کھل گیا تو صدیوں پرانی کاوشوں اور تاویلوں کا اثر خود بخود کافور ہو جائے گا۔

تاریخ کے مطالعہ کے لئے خاص ذوق و معلومات کی بھی ضرورت ہے اور نگاہ نکتہ سنج بھی درکار ہے ورنہ ایک جاہل مطلق کے آگے حقیقت کو کھل کر بیان کرنا ایسا ہی ہے جیسے "اندھے کے آگے روئے اور اپنے نین کھوئے"۔ تاریخ اسلام کے واقعات حقیقی میں جو الٹ پھیر ہوا ہے وہ حالات کے تحت غلط روایات۔ فرضی من گھڑت و خطائے اجتہادی کے ذریعہ رنگ آمیزی کا شکار ہوگیا اور واقعات حقیقی کو توڑ موڑ کر رکھ دیا گیا۔ "شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا"۔

"پس تاریخ کا صحیح شعور و بے لاگ تحریر و فکر ہی انسانی و قومی تہذیب و تمدن کی ترقی کا ضامن ہے۔ برخلاف اس کے تاریخ سے اغماض نہ صرف یہ کہ قوموں کو خیانت جہالت۔ افلاس و پس ماندگی میں مبتلا کر کے ان کی عقلوں کو ماؤف کر کے علم و حلم سے بے بہرہ کر کے عقل و ہوش سلب کر کے بدنامی و غلامی کا طوق گراں بار گلے میں ڈالکر مفلوج و مجہول سا بنا دیتا ہے"۔

کوئی بھی تالیف یا تصنیف نہ حرف آخر ہوتی ہے اور نہ ہی وہ ہر ایک شخص کے نقطہ نظر پر پوری اترتی ہے۔ ہر کتاب خواہ وہ کتنی ہی خوش اسلوبی، نیک نیتی،

حق گوئی کے تحت کیوں ہی نہ لکھی جائے ضروری نہیں کہ ہر طبقہ ہر مزاج اور طبع والے اس کو ایک ہی نظر سے پڑھ کر پسند کریں بلکہ زیادہ تر ہر کتاب تنقیدی نظر سے بھی دیکھی جا سکتی ہے خواہ اس کا مضمون و مواد کتنا ہی درست و بے لاگ اور احوالِ واقعی پر مبنی ہو ہاں حق گو، انصاف پرست اور غیر متعصب و اہل بصیرت حضرات اس کو پسند کرتے اور تعریف بھی کرتے ہیں۔ مولا علیؑ کا تو قول ہے کہ " یہ نہ دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ غور کرو کہ کیا کہہ رہا ہے؟ اگر حق ہے تو لے لو، اگر جھوٹ ہے تو چھوڑ دو"۔

کسی مصنف کو ہر موضوع پر اپنی آزاد رائے پیش کرنے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ اس پر کوئی قوی مناسب اور مستند دلیل رکھتا ہو اور بحث کے تمام گوشوں پر خود بھی حاوی ہو تاکہ کسی ایک طرف کو بحسن و خوبی اختیار کیا جا سکے۔ لیکن اس کا کوئی یہ مطلب نہیں ہے کہ مسئلہ کو محل بحث تو قرار دیا جائے لیکن جو رائے پیش کی جاوے وہ دلیل، عقل و نقل سے بالکل بیگانہ و بے بہرہ ہو اور خود ہی اپنی شرح و تفسیر اور مقام غور و خوض ہو۔ یعنی وہ کمزور اساس پر رکھی گئی ہو تو وہ مسترد کر کے بالائے طاق ہونے کے قابل ہوگی۔

تاریخ میں روایت کو خاصا دخل ہے۔ خاصکر تاریخ اسلام میں تو روایتوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ اور راویان کی ایک لمبی چوڑی فہرست شامل ہے۔ ہر روایت دراصل حقیقت ہوتی ہے۔ جب لوگ حقیقت کو بھول جاتے ہیں تو وہ روایت کا روپ دھار لیتی ہے اور پھر ہم کو ان ہی روایات پر انحصار کرنا ہوتا ہے۔ اب اگر روایت میں کتر بیونت۔ من گھڑت یا الٹ پھیر سے کام لیا گیا تو راوی خود تو گمراہ تھا ہی دوسروں کو بھی غلط ڈگر پر ڈالتا ہے۔ اور کسی کو گمراہ کرنا عذاب عظیم ہے۔ لہذا راویان پر ایک نہایت اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہر حال میں حق گوئی اور راست بازی سے کام لیں اور ان کا یہ فعل حامل اجر عظیم ہوگا۔

تاریخی کتب میں حوالوں روایتوں کی سچائی اور واقعات حقیقی کا ربط تاریخ کی

پاکیزگی و سچائی کو اجاگر کرنے میں گرانقدر اضافہ کرتا ہے جو انسانی معاشرے، تہذیب و تمدن کو بلندی پر پہونچاتا ہے۔اسی میں ملکی و ملی ترقی کا راز مضمر ہے۔

صحیح تاریخ ایک مضبوط قلعہ ہے:۔

انسان جب تک تاریخ کا مطالعہ و مشاہدہ نہیں کرتا کوے کا مینڈک بنا رہتا ہے اور پھر اپنی جہالت کوتاہ نظری اور ناواقفیت کے ساتھ ساتھ اپنے خفتہ شعور و ناسمجھی کی بدولت اپنی ایک ہی رٹ یا بڑبڑ کو ہر آواز پر فوقیت و بالاتر سمجھتا ہے اور اسی گنبد میں محصور ہو کر رہ جاتا ہے لیکن تاریخ کا صحیح و غیر جانبدارانہ مطالعہ خود بخود ذہن و دل میں لگے ہوئے قفل بے کلید کو توڑ کر ایک صاف ستھری فضا ہموار کرتا ہے کہ جہاں عقل و نقل کو دخل معقول نصیب ہوتا ہے۔اور صحیح تاریخی کتب بینی سے ذہن کے داغ دھبہ اس طرح دھل جاتے ہیں جیسے کیٹ و میل سے کپڑا اور زنگ سے لوہا پھر عقل انسانی نکھر کر ابھرتی ہے اور معاشرے کو ترقی کرنا بھی ممکن و سہل بن جاتا ہے۔پس ایک مصنف کا یہ اہم و واجبی فریضہ ہے کہ وہ اپنے مطالعہ کی بنا پر حاصل کردہ صاف ستھرے مواد کو کشادہ نظری، حق شناسی و سچائی کی راہ اختیار کرتے ہوئے اپنی تصنیف کو ہر دلعزیز بنا کر پیش کرتا ہے کہ قارئین اس کے مطالعہ سے مستفید ہوں۔اور حقائق کھل کر سامنے اس طرح آسکیں کہ گویا وہ ایک مضبوط قلعہ کی سیر کر رہے ہوں ورنہ وہ ریت کا محل بنکر ڈھیر ہو جائے گا۔صحیح تاریخ تو درحقیقت ایک صاف شفاف و شیریں چشمہ ہے جہاں کا ہر گھونٹ دل و دماغ کو تازگی۔روح کو فرحت و بالیدگی اور خیالات فاسدہ کی درستی عطا کرتا ہے۔یہ ایک آئینہ ہے جو حقائق کا صحیح وجود اور اس کے ساتھ جو چیرہ دستیاں وقت کے ناہنگام و ناہنجار حالات و مذہبی جنون و اندھی تقلید کے ہاتھوں مکروہ طور پر ظہور پذیر ہوئی ہیں اور متعصب مورخین و مصنفین و محققین کے شرآمیز تصنیفات نے وہ غلط حاشیہ برداری کی کہ اسلام کی اسپرٹ تک کو مجروح کر ڈالا۔جھوٹی روایتوں تاویلوں اور تفسیروں نے تو عجب عجب

گل کھلا دیئے ۔ کہ زینت چمن اجڑ کر رہ گئی ۔ یہ تو رب العزت کا مہر و کرم بے حساب ہے کہ اس نے اپنے پسندیدہ مذہب اسلام اور اپنے حبیب ﷺ کے اسوہ سنت کو تا حشر برقرار رکھنے کا وعدہ بھی کر لیا اور وہ اپنے وعدوں کا بیشک سچا ہے ۔ اسی کے لئے تو قرآن میں "لا تخلف المعیاد" کے الفاظ ہدایت کے طور پر درج ہیں ۔

تاریخ اور انسانی شعور سے آہنگی و ربط و ضبط :۔

کسی ایک واقعہ سے متاثر ہو کر اسپر تبصرہ کرنا پھر اس سے عبرت و بصیرت حاصل کرنا پھر اس کو یاد رکھنا اور کسی وقت کسی صورت سے اسکو دہرانا یا اس کو کسی نتیجہ کے لئے استعمال کرنے ہی کو تاریخ کہا جاتا ہے اور یہ انسان کا پیدائشی حق ہے ۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ کی قدامت و ولادت انسانی شعور کی ولادت کے ساتھ ہوئی ۔ پس دونوں ہی توام ہیں جو بیک وقت و بیک ساعت پیدا ہوئے ہیں لہذا تاریخ کی حیثیت اول انسانی شعور کے ہاتھوں رکھی گئی ۔ قومیں بنتی اور بگڑتی رہیں ۔ دنیا کب سے عالم وجود میں آئی ۔ کتنی نسل انسانی آباد و برباد ہوتی رہی تو کیا ان کی کوئی تاریخ ان کے قریب کے زمانہ والوں کے پاس محفوظ نہ ہوگی ؟ ضرور ہوگی اس کا انکار حق بجانب نہیں ہوگا ۔ بات صرف قابل قبول اتنی ہے کہ جتنا سامان مواد و تاریخی واقعات حقیقی ہمارے سامنے موجود تھے پس اسی محدود سامان و مواد تک ایک مورخ یا راوی کو اپنی دلچسپی و جنبش زبان و بیان بھی محدود رکھنا ہوگی ۔ ورنہ انسان کی پیاس تو نہ کبھی بجھی ہے نہ بجھے گی ۔ "لا تشبع العین من النظر و السمع من الخبر و الا الارض من المطر" ۔۔۔۔ یعنی (آنکھ دیکھنے سے کان خبر سے و زمین بارش سے سیر ہوئی ہے نہ ہوگی) ۔

اگر ہم کو تاریخ پڑھنے و معلوم کرنے کا ذوق و شوق ہے تو ہم کو لازم ہے کہ پہلے ان ارباب ذوق و اہل قلم کا شکر گزار ہوں ، کہ جنکی کاوش قلمی کا نتیجہ حفاظت تاریخ ہے ۔ خبر ہر گز کوئی آیت قرآنی تو ہوتی نہیں جس میں کذب و سہو یا لغزش کا

احتمال بھی نہ ہو نہ مورخ حق کی قسم کھا کر تاریخ لکھنے بیٹھتا ہے۔ ہر شخص اپنے علم کا مکلف ہے اور "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" لہذا تاریخ میں اختلاط کوئی امر بعید نہیں۔ پھر جبکہ وہ احتیاط و اہتمام جو اسلام کی خصوصیت ہے تاریخ میں نہ برتا گیا ہو بلکہ اس کو کسی داخلی یا خارجی بنا پر پس پردہ ڈالدیا گیا ہو کہ آنے والی نسلیں اس سازشی پردہ کو چاک کرنے سے قاصر رہیں اور مورخ کی غلط بنیادی طرز فکر کا شکار بن کر گمراہ رہیں کیونکہ مورخ خود دیدہ و دانستہ گمراہ بنا ہوا ہے۔ وہ بھلا حق و اصلاح کیونکر قلمبند کرے اور اس کے صدق کی ضمانت و تصدیق کون کر سکتا ہے صرف اسی کے مسلکی یا انداز فکر رکھنے والے کم مائیگی و علم سے بے بہرہ عوام الناس میں اتنی وساطت کہاں ہو سکتی ہے کہ کھوٹے و کھرے کا امتیاز کر سکے۔ پس جو کسی ظاہرہ پالش شدہ ملا مولوی نے کہہ دیا یا لکھ مارا وہی ان سادہ لوح عام مسلمانوں کی نظر میں صور اسرافیل بنکر ابھرنے لگا اور کانوں میں گونجتا رہا علم سے بے بہرہ جاہل دہقان کے لئے بس یہی کافی ہے کہ "بھلاں مولی صاحب یا حاجی جی نے، مسجد میں نماز کے بعد یہ پھتوا دہن" جو بچارے لفظی تلفظ بھی صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتے جنکا س۔ ش بھی ٹھیک نہیں وہ تاریخی مسئلہ مسائل کیا جانیں ان کو تو بس جدھر چاہا موڑ دیا۔ جو الٹا سیدھا سوجھا دیا وہ اس پر بلا سوچے سمجھے گامزن رہے ان کی کوئی خطا نہیں۔ دراصل خطاوار وہ ہیں جو خود تو گمراہ تھے ہی دوسروں کو بھی غار تاریکی و جہالت میں ڈھکیل دیا۔ اونچی دوکان اور پھیکا پکوان اچھے مول بیچا گئے۔ یہ وہ سودا تھا جو سکہ رائج الوقت کی طرح بازار اسلام میں رواں دواں تھا یہی سرمایہ اور یہی پونجی بنا رہا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے بعد فوراً آمیزش شروع ہو گئی اور یہ ایک فطری امر ہے کہ حکومت کے بدلنے کے بعد رائج الوقت سکوں کے چہرے بھی بدل جاتے ہیں اور حاکم وقت جو چاہتا ہے رعایا بھی بدرجہ مجبوری راضی بہ رضا ہو کر وہی کچھ کرنے لگتی ہے جو ان کا حاکم چاہتا ہے۔ یہی دیکھا گیا ہے کہ جو بادشاہ وقت کا مسلک و مذہب ہوتا ہے رعایا کا بھی وہی مسلک و عقیدہ ہو جاتا ہے

تاکہ حکومت کا قرب حاصل ہو سکے اور رسوخ و رسائی نصیب ہو۔ جاہ و حشم سیم و زر ملتا رہے۔ اور بادشاہ کی خوشنودی ہوتی رہے۔

تاریخ کا خود اپنا متضاد مزاج:۔

تاریخ ایک عجیب اپنا متضاد مزاج رکھتی ہے۔ اگرچہ اس میں حقیقت نگاریاں موجود ہیں تو اس میں جنبہ داریاں اور آمیزش کی بھی نمایاں جھلک ہے۔ "جیو اور جینے دو" کے زریں اصول پر تو تاریخ عمل کر نہیں پاتی مگر اس اصول اور ضابطہ کو اس نے بھی سراہا ہے۔ اس کا زاویہ یہ ہے کہ ایک بار تو وہ قوموں کو زندگی کا پیغام با امن دیتی ہے تو خود بھی زندہ رہنا چاہتی ہے اور اگر اسکو آزاد فضا میں زندہ رہنے کا موقع و گنجائش ملتی ہے تو خوب پھلتی پھولتی ہے۔ ورنہ وہ بھی سرکاری و درباری بلکہ ایک بھیکاری بن کر رہ جاتی ہے اور سرکار و دربار دونوں کا سہارا ڈھونڈھتی ہے ان کی محتاج بن جاتی ہے اب اگر وہ کسی درباری کاتب یا مورخ کے قلم کی پیداوار ہے تو وہ محض دربار و سرکار کا منہ دیکھ کر اور مزاج جان کر بولتی ہے اور اگر بے لاگ و بے نیازی و حق پرستی و راست گوئی و عزلت کے ماحول میں رہی ہے تو حقیقت کی ترجمان ہوتی ہے اور یہی اس کا اصلی رنگ جوہر اور زیور سمجھا جاتا ہے۔

تاریخ میں دخل آمیزش:۔

تاریخ پر مشق ستم کا ایک دور بڑی کشمکش کا بھی آجاتا ہے کہ جب تاریخ کچھ مخصوص رجحانات کی نذر ہو کر پابند ہو جاتی ہے جب مورخ راوی یا مقرر کسی محدود ریڈیو اسٹیشن سے اپنے ممدوح کے حق میں اپنی تحریر و تقریر میں کوہ قاف کی بلندیوں تک اونچا اٹھنے اور اٹھانے پر طلوع نظر آیا ہے۔ یعنی Hyperbolic ہو جاتا ہے خواہ اس کا ممدوح کسی طور پر بھی ان اوصاف حمیدہ کا مصداق ہو یا نہ ہو۔ مگر وہ تقریر نشر ہوا کرتی ہے اور پھر اس پر مہر صداقت ثبت کر دی جاتی ہے۔ اس طرح فرش کو عرش کا رتبہ عطا کر دیا جاتا ہے۔ "نام انکا آسمان رکھ لیا تحریر میں تقریر میں"

تاریخ اسلام میں ایسے مواقع بہ تدبیر مورخ ہم کو اکثر دیکھنے کو ملتے ہیں جن کے مہلک و معز اثرات نے اسلام کی عظمت و بلند میعاری و پاکیزگی پر ضرب شدید کا کام کیا، حقائق پوشی، کوتاہ نظری، کم ظرفی، غلط بیانی ۔ نا انصافی شدت پسندی نے وہ روپ دھارا کہ اسلام کے اصلی نورانی چہرے پر پردہ پڑ کر ظلم، استبداد، بغض، عداوت، کدورت، نفاق و نفرت کی خلیج گہری ہوتی گئی۔ اسلامی جنگوں کی بدولت انسانی خون کی وہ ارزانی ہوئی کہ معاذاللہ ۔ اسلام نے ہم کو سبق کیا دیا اور اس پر عمل کیا ہوا ۔ لہذا یک مورخ بالخصوص مسلمان کا مذہبی فریضہ یہ ہے کہ ان جملہ خرافات سے دور ہو کر تاریخ کا اعادہ و مطالعے دیکھ بھال کر کرے اور قرآن پاک وحدیث نبوی اور علم کلام و عقائد حقہ کو پیش نظر رکھ کر کسی تاریخی یا معتبر کتاب سے اخذ کر کے ایک واقعہ کو مع حوالہ درج کرے تاکہ حرام ۔ کذب و دروغ گوئی سے بچا رہے اور عقائد بھی کسی کے مجروح نہ ہوں ۔ بھول چوک عام انسان سے کوئی بعید نہیں ۔ نہ اس کی توہین نہ اس پر کوئی الزام بلکہ " to err is Human" غلطی کرنا فطرت انسانی میں داخل ہے ۔ نہیں دیکھا کسی نے کہ سانپ نے کسی کو گزند پہونچادیا ۔ کون الزام دیگا ۔ ہاں متوجہ کرنے کے باوجود وہ اسی غلط راہ کو مشغلہ بنالے قطعاً عقل و شرع کے نزدیک باعث الزام ہے بلکہ توبہ و معذرت کا مقام ہے

دراصل ایک مؤلف مصنف یا مورخ کا اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ واقعات کا اعادہ و مشاہدہ اس طرح کرے کہ واقعات کا بھرم باقی رہ جائے ۔ من گھڑت کی گنجائش باقی نہ رہے اگر کوئی اہم یا خاص نکتہ محسوس کرانا ہو اور ادھر توجہ مبذول کرانا مقصود ہو تو یہ مؤلف کے سلیقہ کی بات ہوگی اور اس کی توفیق بلکہ موفق من اللہ ہونے پر موقوف ہے ۔ بہر حال زبانی باتیں تاریخی حقیقت کے برابر تو ہو نہیں سکتیں کیونکہ لفظوں کے سوداگر تو نہ جانے کن کن مہمل و خرافات باتوں تک کا بیوپار کرلیتے ہیں کہ ان کی کاذب دوکان چلے اور مال پیدا ہو خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی

نکلے آغا کو اپنے حلوہ مانڈے سے غرض۔ چنانچہ کتاب الہیٰ کی ایک واضح آیت میں نازل ہوا ہے ..... یعنی۔ اگر کوئی بد کردار شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو اپنی نادانی سے نقصان پہنچا دو پھر اپنے کیئے پر نادم ہو"۔ (سورہ حجرات ۴۹۔ آیت ۶)

چنانچہ ان ہی زریں اصول و ضوابط کے تحت اور تاریخی امور کی روشنی میں راقم الحروف نے بعد مطالعہ و مشاہدہ جملہ کتب اسلامیہ کے حوالوں سے اپنی اس زیر نظر کتاب پر قلم جولانی کی ہے۔ اپنی جانب سے نہ کچھ کم کیا نہ کچھ زیادہ نہ کوئی آمیزش کی البتہ مستند کتب سنیہ و شیعہ سے پڑھ کر جو مواد دستیاب ہوا اس کو بطور اقتباس مع حوالے درج کیا تاکہ شک و شبہ کی بھی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ قرآن و معتبر احادیث کو اساس و بنیاد ٹھہرایا تاکہ حجت قائم ہو سکے مستند روایات کا تذکرہ بھی مفید جانا۔

میری کتاب کا منشا یا اسلوب مناظرانہ قطعی نہیں ہے بلکہ محققانہ منصفانہ اور غیر متعصبانہ ہے لہٰذا حتی الامکان اس میں نہ کہیں کسی کی دل آزاری کی یا کسی فرقہ یا گروہ پر کیچڑ اچھالنے کی ذرا بھی کوشش کی گئی ہے حقائق کو جو بھی فراہم ہوئے ان کو بلا کسی غلطی و بے بنیاد تنقید یا کسی شخصیت کو بلاوجہ اور بلا ثبوت منجانب خود نشانہ تنقید و اعتراض بنایا گیا ہے بلکہ جو کچھ سپرد قلم ہوا ہے۔ وہ محض کتب اسلامیہ کی اوراق گردانی و مطالعہ کے بعد جو دستیاب ہو سکا وہ قارئین کی خدمت میں بہ نیت عین خلوص و آخوت پیش کیا گیا ہے اور ان ہی کو اختیار ہے کہ وہ بہ نگاہ حق بین و تعصب کی عینک اتار کر اس کا مطالعہ فرمائیں اور حقیقت احوال واقعی کو منصفانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے خواہ قبول کریں یا رد کریں۔

ایک حقیقت ہے جو ہونا چاہتی ہے آشکار
مدعا میرا کسی کی آبرو ریزی نہیں

پس مورخ کو حق پسند، صدق نگار اور آمیزش سے دور ہونا چاہئے اور اسی لئے لازم ہے کہ شان معصوم کا احترام تاریخ کے احترام سے زیادہ سمجھے بلکہ صرف اسی کو اہمیت دے نہ کہ غیر معصوم کو۔ قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔

باب دوم

خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واسکی تعبیر

حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "اے علیؑ تم خلیفہ ہوگے اور تمہاری ڈاڑھی تمہارے سر کے خون سے رنگین ہوگی" خود حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ مجھے آنحضرت نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ بعد میرے ناخوشی کے کام کریں گے اور تمہارے زمانہ میں اختلاف بہت ہوں گے۔ تم سے ہوسکے تو بچاؤ کی کوشش کرنا۔ (مشکوۃ ابو الدردا میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ستون میرے سر کے نیچے سے بلند ہوا میں اس کو دیکھتا رہا اور خیال کرتا رہا کہ یہ اب غائب ہو جائے گا۔ لیکن وہ ستون شام کی طرف جھک پڑا میں نے تعبیر کی جب تک شام میں فتنہ فساد واقع نہ ہوگا اسلام کا غلبہ رہے گا۔ ابو الدردا کہتے ہیں کہ پھر آپ نے واقعہ جمل کی خبر دی (کنز العمال)

صحین میں ولید ابن عباس کا قول ہے مدینہ والا فتنہ وہ ہے جس میں حضرت طلحہ و زبیر مدینہ چھوڑ کر مکہ معظمہ میں حضرت عائشہؓ سے آملے یعنی جنگ جمل کی تیاری کی ابتداء ہوئی۔ صحیحین میں بروایت ابو ہریرہ مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا "تاوقتیکہ دو بڑے گروہ جن کا دعویٰ ایک ہو باہم جدال و قتال نہ کرلیں گے قیامت قائم نہ ہوگی"۔ اس سے اشارہ جنگ جمل و جنگ صفین ہے جہاں قرآن پاک درمیان لایا جائیگا مگر اس پر عمل نہ ہو پائیگا اور قتال ہوگا۔ جس پر حضرت علیؑ نے فرمایا "اگر یہ قرآن خاموش اور بے زبان ہے تو میں قرآن ناطق ہوں"۔

جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا "بنی اسرائیل نے اختلاف کیا اور ان میں باہم صفائی نہ ہوئی جب تک کہ دو فیصلہ کرنے والے مقرر نہ ہوئے مگر وہ دونوں خود گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ میری امت میں بھی

ایسا ہی اختلاف ہوگا اور اس کا خاتمہ بھی اس طرح ہوگا کہ دو "حکم" مقرر ہوں گے جو خود گمراہ ہو کر لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ علیؑ نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے قاسطین۔ ناکثین اور مارقین سے لڑنے کا حکم دیا ہے ناکثین سے جمل والے قاسطین سے صفین والے اور مارقین سے نہروان والے (خوارج) مراد ہیں اور فرمایا حضور نے اے علیؑ میرے بعد امت تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تم میرے طریقہ واصول پر جنگ کرو گے جو تم کو دوست رکھے گا وہ مجھ کو دوست رکھے گا۔ جو تم کو دشمن رکھے گا وہ مجھ کو دشمن رکھے گا امت کو اس کی پرواہ نہ ہوگی اور علیؑ میرے بعد تم سخت مصیبت و دشواری میں پڑو گے" آپ نے عرض کی یارسول اللہؐ آپ کا اور میرا دین تو سلامت رہے گا۔ آنحضرت نے فرمایا" ہاں دین حقیقی اسلام تو سلامت رہے گا مگر اس کو بدلنے کی مذموم کوششیں بھی کی جائیں گی"۔

چنانچہ جناب امیرؑ بعد وفات رسولؐ اسلام سخت مصائب میں مبتلا رہے دین کی حفاظت کی خاطر زمان خلافت میں تو اسکی کوئی حد ہی باقی نہ رہی تھی حتیٰ کہ مسجد کوفہ میں ۱۸ رمضان کو دوران نماز و سجدہ الہیٰ میں ہی آپ کو ابن ملجم ملعون نے زہر آلود تیغ سے ہمراہ ایک اور ساتھی سر اقدس پر ضرب شدید لگا کر زخمی کیا کہ ۲۱ رمضان کو آپ کی شہادت ہو گئی اور اسلام اپنے صحیح والی و وارث وصی رسول اللہؐ سے محروم ہو گیا۔ (کتاب احسن الانتخاب)۔

حضرت علیؑ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے ان کو مفید مشورے دیتے رہے اور کوئی شورش یا مخالفت نہ کی۔ حضرت عثمانؓ نے بنی امیہ کو بہت فروغ دیا بڑی بڑی جاگیریں نااہل لوگوں میں تقسیم کیں اور بنی ہاشم کو حسب معمول سابق نظر انداز کرتے رہے اور بنی امیہ نے بوجہ اپنی چالاکیوں کے حضرت عثمانؓ کو بالکل کھلونا بنا رکھا تھا انہوں نے مروان بن الحکم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ، طلحہ و زبیر وغیرہم کی بڑی پاسداری کی

اور یہی لوگ درپردہ ان کے قتل کے باعث ہوئے جبکہ علیؑ برابر آنے والی دشواریوں و پیچیدگیوں سے خلیفۂ وقت کو آگاہ کرتے رہے مگر ان لوگوں کا جادو ان کے سر پر چڑھا ہوا تھا اور علیؑ کی کسی بات کو نہ مانا۔ وہ لوگ اور شیر ہو گئے اور شہادت عثمانؓ کا الزام خود حضرت علیؑ کے سر تھوپ دیا اور اپنا دامن فی الحال بچا لیا۔

رسولؐ اسلام کی عائشہؓ کی بابت کچھ پیشنگوئیاں:۔

ایک بار حضرت علیؑ کی موجودگی میں رسول اسلامؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا" کہ میری بیویوں میں ایک بیوی میرے ابن عم چچازاد بھائی پر خروج کرے گی آنحضرت کے منہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ سنکر حضرت عائشہؓ کو بیساختہ، بے اختیار ہنسی آگئی تو آنحضرتؐ نے مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا" اے عائشہؓ کہیں وہ تم ہی نہ ہو" (صواعق محرقہ ص ۱۷ مصر)۔

پھر آنحضرتؐ حضرت علیؑ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا" اے علیؑ اگر اس کا معاملہ تمہارے سپرد ہو جائے تو تم اس کے ساتھ نرمی برتنا"۔ ایک بار اور بھی آپ نے دوران سفر عائشہؓ سے ام سلمہ کی موجودگی میں فرمایا تھا" کہ میری ایک بیوی سرخ اونٹ پر سوار ہو کر علیؑ پر خروج کرے گی اور اس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔ (تاریخ ابو الفلد جلد ۲ صفحہ ۱۷) مصر۔

آنحضرت کی یہ سب پیشنگوئیاں حرف بہ حرف صادق آئیں اور کیوں نہ سچ ثابت ہوتیں کہ ان کا مرتبہ احادیث کا تھا جو رسولؐ اسلام بغیر حکم خدا کچھ کہتے ہی نہ تھے۔ رسولؐ کا قول خدا کا قول تھا۔ رسولؐ اسلام دراصل ان پیشنگوئیوں کے ذریعہ بطور کھلے اشارے حضرت عائشہؓ کو آگاہی دے رہے تھے کہ یہ سب افعال ناقص ان سے سرزد ہوئیں گے اور اس طرح آپ حجت بھی تمام کرنا چاہتے تھے۔ گویا کہ آنے والے حالات کا علم آپ کو بحکم خدا اچھی طرح ہو گیا ہو۔

فتنہ اور فتنہ گاہ:۔

نبی کریمؐ نے بار بار ارشاد فرما کر اپنی امت واصحاب کو خبردار کیا کہ فتنہ کیا ہے اور اس کا جائے وقوع کہاں کہاں اور کن کن موقوں پر ظہور ہوگا۔ جس کو مستند راویوں، مورخوں اور محققین نے اپنی اپنی تصانیف تفاسیر و کتب میں تحریر کیا ہے آنحضرتؐ نے فتنہ کو شیطانی سینگ سے تشبیہ دیتے ہوئے حضرت عائشہؓ کے گھر کی طرف مکرر سکرر اشارہ کیا جس کے حوالے درج ذیل ہیں۔

۱۔ رسولؐ اکرم کا تین بار تکرار کرنا اور حضرت عائشہؓ کے گھر کی طرف اشارہ کرنا کہ فتنہ یہاں سے نکلے گا۔

(بخاری شریف کتاب الجہاد صفحہ ۴/۸۲ باب ماجاء فی بیوت ازواج النبی)۔

۲۔ حذیفہ یمانی بزرگ صحابی رسول کی گواہی خود عمرؓ باب الفتنہ تھے۔

(بخاری شریف۔ کتاب الفتن باب الفتنہ کموج البحر صفحہ ۹/۵۴)

۳۔ اسامہ بن زید کی گواہی کہ حضور نے اپنے چند اصحاب سے فرمایا کہ میں تمہارے گھروں سے فتنے اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح بارش برستی ہو۔ (بخاری شریف کتاب الفتن باب قول النبی ویل للعرب صفحہ ۴۸)

۴۔ عبداللہ ابن عمر کی گواہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ نجد کی زمین فتنوں کا سرچشمہ ہے۔ (بخاری شریف کتاب الفتن صفحہ 54/9)

۵۔ نبی کریم کے بعد چند اصحاب کا مرتد ہونا یہ بھی فتنہ ہے۔ (بخاری شریف کتاب الفتن صفحہ ۴۰)

۶۔ حضرت عائشہؓ کی جنگ جمل کی تیاری بھی فتنہ ہے (کہ اس نے مسلمانوں کو دو گروہوں میں بانٹ دیا)۔ (بخاری شریف کتاب الفتن صفحہ ۹/۵۶)

۷۔ مسلم اپنی صحیح میں عکرمہ ابن عمار سے اور انہوں نے سالم سے اور سالم نے ابن عمر سے روایت لکھی ہے کہ "ایک روز رسول مقبول حضرت عائشہؓ کے گھر سے نکلے اور فرمایا کفر شر و فتنہ کا سر یہاں ہے جو شیطان کے سینگ کی طرح نکلے گا"۔ (صحیح مسلم جلد ۸ صفحہ ۱۸۱)

۸ ۔ بخاری نے اپنی صحیح میں (باب ماجاء فی بیوت ازواج النبی میں نافع سے " انہوں نے عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا" رسول اللہ خطبہ فرما رہے تھے کہ کھڑے ہو کر آپ نے حضرت عائشہؓ کے گھر کی طرف اشارہ کیا اور تین مرتبہ فرمایا " اس گھر میں فتنہ ہے جو یہیں سے شیطان اپنے سینگ کی طرح نکلے گا" ۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ طبع مصر و صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۴۶)

اسی لئے جب رسول اکرم کو معلوم ہوا کہ یہ (جنگ جمل) بہت بڑا فتنہ ہے جس کو اللہ نے اس امت کی آزمائش و امتحان کے لئے مقرر کر دیا ہے جس طرح پچھلی امتوں کی آزمائش کی گئی تھی چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے ۔ " الم احسب الناس ان تیر کوا ان یعقولو لمنا و ھم لا یفتنون " (سورہ عنکبوت، آیت ۳) ۔

ترجمہ ۔ کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہدیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں ۔ اور ان کا امتحان نہ لیا جائے گا) چنانچہ رسول نے تو بار بار اپنی امت کو آگاہ بھی کیا اور ڈرایا بھی حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ کھڑے ہوئے اور عائشہؓ کے گھر کی طرف رخ کر کے اشارہ کیا اور فرمایا کہ " یہ فتنہ گاہ ہے یہاں اس طرح فتنہ پھوٹے گا جس طرح شیطان کے سینگ نکلتے ہیں " ۔ (" سہم مسموم مؤلفہ علامہ غلام حسین نجفی مجتہد صفحہ ۸۱\۸۰ ماڈل ٹاؤن ۔ ایچ بلاک تبلیغ اسلام لاہور) ۔

قتل عثمانؓ کا فتویٰ بی بی عائشہؓ کی زبانی: ۔

جناب عائشہؓ تو اپنے حدود کا لحاظ بالائے طاق کر کے اکثر عام اجتماعات میں حضرت عثمانؓ کی بد عنوانیوں کو برملا بے نقاب کر کے ان کے قتل تک کا فتویٰ دے دیتی تھیں چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ ایک مرتبہ منبر پر تھے تو عائشہؓ نے رسول کی جوتیاں اور قمیض نکالی اور کہا ان کو پہچان لو یہ رسول اللہ کی پاپوش و قمیض ہے ۔ ابھی تو یہ چیزیں بہت پرانی بھی نہیں ہوئی ہیں کہ تم نے ان

کے دین و شرع کو بدل دیا اور سنت کو مسخ کیا جس پر دونوں میں ترش و تلخ کلامی بھی ہوئی اور حضرت عائشہؓ نے برملا کہا "قتل کر دو اس نعثل کو یہ تو کافر، بے دین ہو گیا ہے ۔ اللہ اس کو قتل کرے" عائشہؓ انہیں مدینہ کے ایک مشہور لمبی گھنی داڑھی والے بیوقوف شخص سے تشبیہ دیتے ہوئے نعثل کہا کرتی تھیں جو یہودی تھا۔

لفظ نعثل کی مزید معنوی تفصیل و تشریح :۔

۱۔ "ریاض النصرہ" میں لکھا ہے کہ نعثل ایک لمبی گھنی داڑھی والے بوڑھے یہودی کو کہتے تھے جو مدینہ میں رہتا تھا اور جب حضرت عثمانؓ کی برائی کی جاتی تھی تو ان کو اشارۃً "نعثل" کہا جاتا تھا۔

۲۔ "قاموس" میں فیروز آبادی نے لکھا ہے کہ نعثل نرنجو ہے اور بوڑھا بیوقوف بھی ہے اور ایک یہودی اسی نام کا تھا جس کے لمبی گھنی داڑھی تھی اور حضرت عثمانؓ کو برائی کے سلسلے میں اسی سے تشبیہ دی جاتی تھی۔

۳۔ "نہایہ ابن اثیر" میں لکھا ہے کہ "نعثل" نرجو کو بھی کہتے ہیں اور بیوقوف بڈھے لمبی گھنی داڑھی والے کو بھی کہتے ہیں اور حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ "نعثل کو قتل کر دو" سے مراد ان کی حضرت عثمانؓ بن عفان سے تھی۔

۴۔ "لسان العرب" میں بھی لکھا ہے کہ "نعثل" نرجو کو کہتے ہیں اور حضرت عائشہؓ کا فتویٰ تھا کہ "نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے" مراد ان کی حضرت عثمانؓ بن عفان تھے۔

۵۔ "حیوۃ الحیوان" میں بھی نعثل کا مطلب و معنی نرجو لکھا ہے۔

لہذا نعثل کے خلاصہ چار معنی ہوئے ۱) ۔ نرنجو ۔ ۲) بڈھا بیوقوف ۔ ۳) لمبی گھنی داڑھی والا ۔ ۴) ایک یہودی کا نام ۔

عائشہؓ بی بی سیتہ نہیں حضرت عثمانؓ کو ان اوصاف کے ساتھ کفر کا فتویٰ لگا کر کیوں بار بار یاد کرتی تھیں اور اس دور کے صاحب عقل و ہوش ارباب ذی حشم و خرد مند

نیز دیگر اصحابِ رسول کیوں خاموش رہے اور اگر یہ مکروہ الفاظ حضرت عثمانؓ کی شان میں کھلی گستاخی تھے تو انہوں نے اس کھلی درانہ وار گستاخی کو کیوں قبول کرتے رہے اور کیوں نہ اس کے خلاف احتجاج بلند کر کے انکا منہ بند کیا گیا مورخین مفکرین و اکابرین اسلام اس مقام پر کیوں مہر بہ لب ہیں اور ان کی ریسرچ Research کیوں ادھوری و نامکمل نظر آتی ہے۔ قارئین خود فیصلہ کریں یہ سوالیہ نشان ضرور ہے۔

۶۔ "سیرت حلبیہ" میں یہ جملہ بھی خط میں موجود ہے کہ "و انت باء من تولبین علیه قتولن فی ملامن اصحاب رسول الله اقتلو نعثلاً فقر کفر قتال والله "ترجمہ (اے عائشہؓ) تو لوگوں کو عثمانؓ کے خلاف خود بھڑکاتی تھی اور اصحاب رسول کے سامنے کہتی تھی کہ "نعثل کو قتل کرو یہ کافر ہو گیا ہے خدا اس کو قتل کرے"۔

۷۔ "مطالب السعول" کے موئف عالم نے دور کی کوڑی لاتے ہوئے اپنی دور اندیشی و دکھتی رگ کا یوں اظہار کیا ہے کہ قتل حضرت عثمانؓ کے بارے میں عائشہؓ کے اس فتویٰ کو نکال دیا ہے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری مگر اس کا کیا کیا جائے کہ اہل سنت کی لگ بھگ ۳۲۔ ۳۰ کتب میں عائشہؓ کا فتویٰ کہ "عثمانؓ کو قتل کر دو یہ کافر و بے دین ہو گیا ہے اللہ اس کو قتل کرے" متواتر درج ہے۔ پڑھنے والے پڑھ رہے ہیں اور اہل بصیرت مائل بہ حقیقت ہو رہے ہیں گرے پردے اٹھ رہے ہیں۔

جناب عائشہؓ کا قولاً و فعلاً عثمانؓ کے خلاف جذبہ تنفر اظہار عداوت، بغض و عناد اور انکا اکثر و بیشتر یہ کلمہ جاری کرنا جو فتویٰ کا درجہ رکھتا تھا کہ ام المومنین کی جانب سے جاری ہوا تھا کہ "اس نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے اس نے تو دین ہی بدل دیا ہے" یہ ایسی مشہور بات ہے کہ جس کے ذکر سے تاریخ اسلام کی کوئی کتاب کہ جس میں عہد عثمانؓ کے حالات و حوادث کا ذکر ہے خالی نہ ملے گی۔ صرف تاریخ طبری و تاریخ ابن اثیر جزری کو بطور سند و شہادت لے لیا جائے تو بے کم و کاست ان باتوں کا مفصل خاکہ ہم کو مل جائیگا حضرت عائشہؓ کے زمانہ کے لوگوں

نے ان کی اس عثمانؓ دشمنی پر ان کو سرزنش بھی کیا اور منہ در منہ برا بھلا بھی کہا چنانچہ تاریخ کامل ابن ایثر جزوری میں جلد ۳ صفحہ ۸۰ پر واقعات جمل میں وہ اشعار درج ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "آپ ہی سے ان فسادات کی ابتدا ہوئی آپ ہی رنگ بدلتی رہیں۔آپ ہی سے مخالف ہوائیں چلتی رہیں۔آپ ہی سے بارش ہوئی۔آپ نے خلیفہ کے قتل کا حکم دیا اور ہم سے کہا کہ وہ کافر ہوگئے ہیں"۔ "مذہب اہلبیت"، "ترجمہ المراجعات" ص ۴۷۰ حاشیہ مولف آیت اللہ عبدالحسین شرف الدین موسوی طبع کراچی۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ کی مراد مشرق ہے عائشہؓ کا گھر نہیں تو محض یہ گھڑی ہوئی بات ہی سمجھی جائیگی تاکہ حضرت عائشہؓ کو فتنہ برپا کرنے کی تہمت سے بچایا جاسکے۔کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینۃ العلم ہوتے ہوئے لفظ "مشرق" کا صحیح استعمال نہیں جانتے تھے جبکہ آپ کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے فقرے والفاظ حرف بہ حرف صحیح و سچ ثابت ہوتے کہ وہ بغیر حکم الہیٰ کچھ بولتے ہی نہیں تھے وہ تو صاحب وحی تھے اور صاحب حدیث بھی اللہ کے حبیب بھی یہ آپکا صاف و واضح اشارہ تھا کہ اسلام میں فتنہ عائشہؓ ہی کے گھر سے نمودار ہوگا کہ جب وہ حضرت علیؑ کے خلاف بطور کمانڈر حکم خدا و رسول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گھر سے نکل کر میدان جمل میں مع لشکر پڑاؤ ڈالیں گے جہاں سخت کشت وخون ہوگا۔

عائشہؓ عثمانؓ کو نعثل کہتی تھیں اور انکے قتل کا حکم دیتی تھیں مگر ان کے قتل کے بعد یک بارگی مزاج و طبیعت میں انقلاب و انتقامی جذبہ پیدا ہوا اور کہا "واللہ عثمانؓ مظلوم قتل ہوئے"۔جب حضرت علیؑ کی بیعت مکمل ہو جانے کی خبر حضرت عائشہؓ کو راہ مدینہ میں ملی تو ان کا مزاجی شیرازہ درہم برہم ہو گیا۔اس وقت وہ مدینہ سے باہر نکل چکی تھیں اور کہنے لگیں کہ اگر آسمان زمین پر پھٹ پڑتا تو کوئی بات نہ تھی خدا کی قسم عثمانؓ مظلوم قتل ہوئے ہیں میں ان کے خون کا بدلہ ضرور لوں گی۔ عبید نے کہا سب سے پہلے تو آپ ہی ان پر لعن طعن کرتی تھیں اور لوگوں کو ان کے

خلاف بھڑکاتی تھیں اور کہا کرتی تھیں " کہ نعثل کو قتل کر دو یہ کافر و فاجر ہو گیا ہے " عائشہؓ بولیں خدا کی قسم میں نے کوئی اکیلے ہی نہیں کہا تھا اور لوگوں نے بھی یہی کہا تھا۔ اب میں مکہ واپس جاؤں گی تمام مسلمانوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی کاش قتل عثمانؓ کے ساتھ بیعت علیؑ نہ ہوئی ہوتی مجھے پلٹاؤ مجھے مکہ واپس لے چلو " ۔ (تاریخ احمدی تنظیم المکاتب گولہ گنج لکھنو ۴۲۹، ۴۳۲) ۔

" مجمع بحار الانوار " اور " نہایہ " ابن اثیر میں ہے کہ مصر میں ایک لمبی ڈاڑھی والے آدمی کا نام " نعثل " تھا اسی کی تشبیح سے حضرت عثمانؓ کو ان کے دشمن " نعثل " کہتے تھے اور جب حضرت عائشہؓ ان سے ناخوش ہو کر مکہ معظمہ چلی گئیں تو حضرت عثمانؓ کی نسبت فرماتی تھیں کہ " قتل کر و اس نعثل کو خدا قتل کرے اس نعثل کو "

تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ ایک دن حضرت عثمانؓ جبلہ بن عمرو ساعدی کی طرف سے ہو کر گزرے جو اپنے صحن خانہ میں ہمراہ اپنی ایک جماعت کے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے حضرت عثمانؓ کو دیکھ کر کہا " اے نعثل واللہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا " ۔

حضرت عائشہؓ کے ان تلخ و ترش طنزیہ ریماکس (Remarks) کی مورخین و محققین نے دو وجوہات بیان کی ہیں

۱۔ عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں وہ وظیفہ جو عائشہؓ کو بیت المال سے بصورت ۱۲ ہزار درہم ملتا رہا تھا اس رقم کو کم کر کے آٹھ یا دس ہزار کر دیا جو دیگر ازدواج کے مساوی تھا جبکہ بیت المال کی آمدنی میں کافی اضافہ ہو چکا تھا جس کو حضرت عثمانؓ اپنی ذاتی جاگیر سمجھ کر اپنے اعزا و اقربا میں بے دریغ خزانہ کا منہ کھولے ہوئے تھے ۔(۲) ۔ یہ کہ عائشہؓ کے والد ابو بکرؓ خلیفہ اول کا خود نوشتہ مصحف جس کو وہ خود بھی پڑھا کرتی تھیں اس کو بھی عثمانؓ نے حیلہ حوالہ سے عائشہؓ سے حاصل کر کے دیگر مصحفات کے ساتھ جلوا کر تلف کر دیا جس کا صدمہ انکو شاق گزرا لہذا حضرت عائشہؓ

کی ناراضگی کسی حد تک حق بجانب کہی جا سکتی ہے۔ دیکھئے (تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۳۲)۔

علی اکبر شاہ پاکستانی (سندھ) اپنی تصنیف "نعثل کو قتل کرو"۔ "حضرت عثمانؓ کی شخصیت و کردار" کے حرف آغاز کے اول پیراگراف و باب "القابات" ص ۴ پر لکھتے ہیں کہ لفظ نعثل مخالفین کی عطا کردہ تھی۔ جب حضرت عائشہؓ بھی عثمانؓ کے مخالف ہو گئیں تو کہتی تھیں " اقتلو العقه لا قتل الله فقد کفر " یعنی اس نعثل کو قتل کرو خدا اسے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کا یہ قول دیگر مورخین نے بھی نقل کیا ہے۔ اس قول کی مقبولیت کی وجہ شاید یہ تھی کہ یہ الفاظؓ ام المومنین اور خلیفہ زادی کی زبان پر بار بار جاری ہوئے۔

عائشہؓ نے رسولؐ اللہ کو بار بار غضبناک کیا:۔

رسول پاک اپنے و اپنے اہلبیت کے خلاف ہونے والی خفیہ سازشوں کو خوب جانتے تھے اور یہ بھی روشن تھا کہ عورتیں مزاجاً فتنہ گر ہوتی ہیں وہ اپنے مکر و فریب کے بدولت پہاڑ تک کو اپنی جگہ سے ہٹانے میں کس درجہ کامیاب ہو سکتی ہیں بالخصوص آپ پر یہ بھی قطعی واضح ہو چکا تھا کہ آپ کی ایک زوجہ اس عظیم غلطی سے ہمکنار ہو چکی ہیں۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کی حضرت علیؑ و اہلبیتؑ اطہار سے کھلم کھلا بغض و عناد انکی طبیعت و مزاج میں پوری طرح سراعت کئے ہوئے تھا جس کا تجربہ و مشاہدہ خود آنحضرتؐ بار بار کر چکے تھے۔ اسی لئے تو آپ اکثر عائشہؓ پر ناراض و غضبناک ہوتے اور آپکا چہرہ اقدس کا رنگ زرد پڑ جاتا وہ غمگین و ملول ہو جاتے۔ چنانچہ اکثر اوقات تنبیہ و ہدایت کر کے ان کو باور کراتے رہے کہ " علیؑ و فاطمہؑ کا دوست خدا و رسولؐ کا دوست و مومن ہوگا اور علیؑ سے بغض و کینہ رکھنے والا منافق ہوگا بلکہ دشمن ہوگا خدا و رسولؐ کا "۔ کبھی فرماتے کہ " علیؑ مجھ سے اور میں علیؑ سے ہوں۔ فاطمہؑ میرا لخت جگر ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو و خدا کو

ناراض کیا"۔ "جو علیؑ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں اور جس نے علیؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے و اللہ کو غضبناک کیا"۔ (بخاری صحیح جلد ۴ ص ۲۴، مسلم جلد ۷ ص ۱۳۰ در فضائل علیؑ)۔

امام بخاری مزید روایت کرتے ہیں کہ "فاطمہؑ زہرا آخرش سخت مصائب اٹھا کر حضور کے انتقال پر ملال کے صرف ۶ ماہ کے اندر ہی ہدف الحزن ہو کر دنیا سے کوچ کر گئیں اور ابو بکرؓ و عمرؓ سے بعد رسولؐ سخت ناراض رہیں اور مرتے دم تک دونوں حضرات سے بات نہ کی بلکہ پردہ کیا اور وصیت کی کہ یہ دونوں ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوں"۔

کیا انکا اس درجہ دونوں حضرات پر غضبناک ہونا ہی گواہی نہیں ہے کہ خدا و رسولؐ بھی ان دونوں حضرات سے ناخوش و غضبناک ہیں؟ دامن اسلام پر یہ امر ایک سوالیہ نشان کی حیثیت رکھتا ہے حق تو یہ ہے کہ حق اس وقت آشکار زیادہ ہوتا ہے جب باطل اسے چھپانا چاہتا ہے؟ امویوں کی جھوٹی من گھڑت احادیث جن کو نا حق نہ کر سکیں چاند پر خاک نہ پڑ سکی۔

مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۷۵ میں ہے کہ ابو بکرؓ ایک دن رسولؐ اللہ کے پاس آئے اور شرف بازیابی چاہی لیکن داخل ہونے سے قبل عائشہؓ کے چیخنے چلانے کی آوازیں سنیں جو نبیؐ سے اس ترش انداز سے ہمکلام ہو کر کہہ رہی تھیں کہ "خدا کی قسم میں خوب جانتی ہوں کہ آپ علیؑ کو مجھ سے اور میرے والد سے زیادہ چاہتے ہیں" یہ کلمات عائشہؓ نے مکرر سکرر دہرائے جس پر نبی اسلام کو غیض آیا دوسری روایت یوں بھی ہے کہ خود ابو بکرؓ کو عائشہؓ کی اس نازیبا طرز کلام پر غصہ آیا اور انہوں نے عائشہؓ کے منہ پر تھپڑ مار کر خاموش کیا۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں کئی مقام پر تحریر کر چکے ہیں کہ رسول پاک کو عائشہؓ نے بار بار غضبناک کیا۔

(۱) ۔ایک روز رسول اللہ ؐ نے حضرت علیؑ کو کچھ مفید مشورہ کے لئے اپنے پاس بلایا۔ آپ جب تشریف لائے تو وہاں عائشہؓ بھی عین وقت پر آموجود ہوئیں تو آپ رسولؐ پاک و عائشہؓ کے درمیان خالی جگہ پر بیٹھ گئے جس پر عائشہؓ نے برگشتہ خاطر ہو کر حضرت علیؑ سے کہا کہ " تمہیں میرے پہلو ہی میں بیٹھنے کی جگہ ملی ہے " جس پر رسول اللہ عائشہؓ پر ناراض ہوئے "۔

(۲) ۔ایک روز رسولؐ و علیؑ باہم گفتگو کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے سلسلہ گفتگو کچھ طویل ہو گیا تو عائشہؓ پیچھے پیچھے ہوتی ہوئی دونوں کے درمیان مخل ہو کر کہنے لگیں " بس تم دونوں بہت دیر باتیں کر چکے اب ختم کرو " عائشہ کی اس دخل بیجا کی حرکت پر رسول اللہ کو بہت غصہ آیا۔اس وقت کی ام مسلمہ گواہ تھیں جو ہمراہ موجود تھیں۔

(۳) ۔روایت ہے کہ ایک مرتبہ عائشہؓ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں جبکہ آنحضرت علیؑ سے کچھ راز دارانہ گفتگو کر رہے تھے ۔عائشہؓ کو بڑی فکر ہوئی کہ آخر کیا راز و نیاز کا سلسلہ جاری ہے جو ان سے مخفی رکھا جا رہا ہے ۔بس چور کا دل ہی کتنا ۔یہ کیفیت دیکھ کر آپ چیخ پڑیں اور کہا " اے علیؑ آخر تم میرے پیچھے کیوں پڑے ہو ۔مجھے رسولؐ کے ساتھ رہنے کا ایک وقت ملتا ہے جو تمہاری وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے " عائشہؓ کی اس بے محل بات پر رسولؐ غضبناک ہوئے اور آپکے چہرے کا رنگ بوجہ غصہ زرد پڑ گیا۔

۴ ۔رسولؐ کے قائم کردہ لشکر اسامہ کو مدینہ سے باہر آٹھ فرسخ کی دوری کے پڑاؤ پر سے واپس بلا کر بلا علم و مرضی آنحضرتؐ اپنے والد ابو بکرؓ کو مسجد جا کر مسلمانوں کو نماز پڑھا دینے کی ہدایت و تلقین جاری کی جبکہ رسولؐ بیمار تھے ۔اسامہ کی عمر چونکہ صرف ۱۷ سال تھی اور رسول اللہ ؐ نے ہی ان کو اس لشکر کی سپہ سالاری سونپی تھی اور جملہ اصحاب کبار اور مسلمین امت کو ہدایت کی تھی کہ وہ لشکر اسامہ میں ان کے تحت کوچ کریں عائشہؓ و حفصہؓ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ ان ہر دو کے والد اسامہؓ کے

ماتحت ٹھرائے گئے۔ ابو بکرؓ نماز نہ پڑھاسکے کہ رسولؐ نے خود عالم ضعف و بیماری مین جا کر ابو بکرؓ کو ہٹا کر مسلمانوں کو مسجد میں نماز پڑھائی۔ آنحضرت اپنی ان دونوں امامت پر غیض و جلال کے عالم میں گھر سے نکلے تھے۔ عام مسلمانوں نے اس کو نعمت جانا اور خوش ہوئے۔ (برائے تفصیل دیکھئے کتاب "اللہ سے ڈرو" علامہ ڈاکٹر محمد تجانی سماوی صفحہ ۴۷ تا ۷۱ در باب "نماز جماعت کی امامت" جاری کردہ مکتبہ المعرفت)۔

حضرت علیؑ کے خلاف عائشہؓ کا افسوسناک موقف:۔

حضرت علیؑ کے خلاف عائشہؓ کے موقف میں ایک محقق کی نظر میں صرف ایک ہی بات بدرجہ اتم ملتی ہے یعنی عائشہؓ کا اہلبیت اظہار خصوصاً حضرت علیؑ سے بغض حسد و کینہ و خلش کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا۔ ان کا بغض و عناد اس درجہ پہونچ چکا تھا کہ علیؑ کا نام بھی لینا یا سننا ان کو گوارا نہ تھا۔ نام سن کر ہی پیشانی پر بل آجاتے اور انکو پھوٹی آنکھ بھی دیکھنا پسند نہ کرتیں۔ تاریخ میں یہ امر اچھی طرح محفوظ ہے اور قیامت تک رہے گا۔

(۱) چنانچہ بخاری اپنی صحیح جلد ا ص ۱۶۲ و جلد ۳ ص ۱۵۳ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا حضرت علیؑ سے بغض و حسد اس درجہ عروج پر تھا کہ وہ ان کا نام تک لینا گوارا نہ کرتی تھیں۔

(۲) اور علامہ احسان اللہ گورکھپوری اپنی تصنیف "تاریخ اسلام" ص ۲۸۵ پر رقم طراز ہیں کہ حضرت علیؑ و فاطمہؑ سے عائشہؓ کا رشک و حسد مختلف صورتوں میں نفرت کی حد تک پہونچ چکا تھا۔ اور حضرت امیرؑ کا ذکر سننے کا بھی ان مین تحمل نہ تھا۔

(۳)۔ راوی مسروق کا کہنا ہے کہ ایک دن میں عائشہؓ سے گفتگو کر رہا تھا کہ دراین اثناء عائشہؓ نے اپنے ایک غلام حبشی عبدالرحمن نامی کو آواز دی وہ حاضر ہوا تو عائشہؓ مجھ سے مخاطب ہو کر بولیں اے مسروق کیا تم کو معلوم ہے کہ میں نے اس غلام کا

نام عبدالرحمن کیوں رکھا ہے میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ خود ہی کہنے لگیں کہ چونکہ عبدالرحمن بن ملجم علیؑ کا قاتل تھا اس لئے مجھے اس نام سے بڑا انس ہے۔

(۴) ۔اس واقعہ کو علامہ شیخ مفید رحمۃ اللہ نے "الجمل" میں اور شیخ ابو جعفر طوسی رحمۃ اللہ نے "الشافی" جلد ۴ صفحہ ۱۵۸ پر نقل کیا ہے۔

(۵) ۔عائشہؓ کی عداوت اہلبیت کی انتہا یہ ہے کہ انہوں نے حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر سن کر مثل معاویہ سجدہ شکر ادا کیا خوشی کے اظہار میں اشعار بھی پڑھے اور کہا کہ اب مسلمان جو چاہے کر سکتے ہیں۔

(۶) ۔آپ حضرات حسنین علیہم السلام سرداران جوانان جنت سے جو فرزندان علیؑ تھے تو آنحضرت رسول پاکؐ نے بھی ان کو اپنا بیٹا کہا پردہ کرتی تھیں اور امام حسنؑ مظلوم کی شہادت پر معاویہ کو مبارکباد کے طور پر خط لکھا اور خود خچر پر سوار ہو کر کئی فرسخ کی منزل جلد طے کر کے ان کے جنازے کو حجرہ رسولؐ میں دفن نہ ہونے دیا۔ امام کے جنازے پر تیروں کی بارش کرا دی کہ ستر تیر جسد امام میں پیوست تھے اور کہتی تھیں کہ جنگ جمل میں بھی تو میرے ہودج پر اسی طرح تیر برسائے گئے تھے کہ وہ خار پشت سے مشابہ تھا۔

(۷) ۔عائشہؓ کے بغض و حسد جناب فاطمہ الزہراؑ کی جانب شرح ابن ابی الحدید ج ۲ صفحہ ۴۵۹ میں اس طرح درج ہے۔

ترجمہ ۔" جب حضرت فاطمہ زہرا نے رحلت فرمائی تو تمام ازواج پیغمبر بنی ہاشم کے یہاں پہونچ گئیں اور عائشہؓ نہ آئیں اور اپنے مریضہ ہونے کا عذر پیش کیا اور ان کی طرف سے حضرت علیؑ تک جو الفاظ باہم پہونچے ان سے بجائے تعزیت مسرت کا پتہ چلتا تھا"۔

(۸) ۔اسماؓ بنت عمیسؓ سے یہ روایت بھی مروی ہے کہ " فاطمہ زہراؑ کی وفات پر دیگر امہات کے کہنے سننے پر عائشہؓ آئیں مگر ان کو حجرے میں داخل نہ ہونے دیا گیا جسکی

شکایت انہوں نے اپنے والد ابو بکرؓ سے کی۔ ابو بکرؓ نے وجہ معلوم کی تو اسمہؓ بنت عمیس نے کہا کہ "خود بنت رسولؐ نے اس امر کی ممانعت بطور وصیت فرمائی ہے کہ عائشہؓ کو ان کے والد کی طرح میرے جنازے پر نہ آنے دیا جائے"۔

(اسمہؓ بنت عمیس ابو بکرؓ کی زوجہ اور عائشہؓ کی سوتیلی ماں تھیں جو موقع پر موجود تھیں) اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب سیدہ سے عائشہؓ کا بغض و عناد اس درجہ پر پہونچ چکا تھا کہ آپ نے ان کو اپنے جنازہ پر آنے سے منع کر دیا تھا۔ بعد انتقال ابو بکرؓ ان کی زوجہ اسمہ بنت عمیس سے حضرت علیؑ نے عقد کر لیا تھا اور محمد بن ابی بکر آپ کی آغوش تربیت میں آگئے تھے۔

(۹) ۔ جب عائشہؓ کو حضرت علیؑ کی خبر ملی کہ وہ شہید کر دیئے گئے تو انہوں نے یہ شعر پڑھا کہ جس کا ترجمہ یوں ہے کہ "موت نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا اور سواریاں بٹھا دیں جیسے کہ سفر سے واپسی پر وطن کو دیکھ کر مسافر کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں"۔ حضرت علیؑ کی شہادت پر اظہار مسرت کیا۔ پھر پوچھا بھلا یہ تو بتاؤ انہیں کس نے مارا بتایا گیا بنی مراد کے ایک شخص نے تو ایک شعر اور پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ مارے گئے تو ان کو ایک ایسے نوجوان نے مارا جو کبھی ناکام نہ ہو (یعنی عبدالرحمن ابن ملجم ہمیشہ خوش و خرم رہے) یہ سنکر زینب بنتؓ ابی سلمہ نے کہا آپ حضرت علیؑ کی شان میں ایسا کہہ رہی ہیں تعجب ہے عائشہؓ نے جواب دیا "میں بھول گئی تھی اور جب میں بھول جایا کروں تو تم مجھ کو یاد دلایا کرو"۔

(۱۰) ۔ حضرت عائشہؓ نے عبداللہ بن عباس سے کہا تھا کہ جب علیؑ خلیفہ ہو گئے اور ان کی بیعت کاملہ ہو گئی تو اب میں مدینہ میں قیام نہ کروں گی چنانچہ وہ مکہ واپس لوٹ گئیں اور علیؑ کے خلاف مہم کی ادھیڑ بن میں لگ گئیں۔

حضرت عائشہؓ کا ملال خاطر اور ریشہ دوانیاں:۔

اکثر مورخین و محققین نے جنگ جمل کا ایک سبب عائشہؓ کا ملال خاطر جو انکو

حضرت علیؑ سے تھا بیان کیا ہے اور تائید میں حسب ذیل واقعات پر استدلال کیا ہے۔

(۱) ۔جب عائشہؓ مکہ معظمہ سے واپس ہوئیں تو راہ میں عبید بن ابی سلمہؓ سے ان کو علیؑ کی مدینہ میں بیعت کاملہ و خلافت کی خبر ملنے سے سخت دھچکا لگا اور برہم ہو کر بر ملا بولیں کہ "اے اللہ یہ کیا غضب ہوا کاش یہ آسمان مجھ پر پھٹ پڑے اب مجھ کو مکہ واپس جانے دو۔ میں اب مدینہ میں قیام نہ کروں گی پھر الٹے پاؤں مکہ واپس ہو گئیں اور یہ نعرہ دیا کہ "خدا کی قسم عثمانؓ ظلم سے مارے گئے ہیں میں ان کے خون ناحق کا بدلہ لے کر رہوں گی"۔(تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۰۵) قصاص قتل عثمانؓ کا عذر لنگ لیکر مکہ میں حضرت علیؑ کے خلاف عوام کو برانگیختہ کرنے و صف آرا ہونے کی مہم زور و شور سے شروع کر دی۔

(۲) ۔جب رسول اللہ پر مرض الموت کا غلبہ ہوا تو آپ کو حضرت علیؑ و فضلؓ بن عباس سہارا دیکر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں لائے تھے مگر جب عائشہؓ نے اس واقعہ کو بیان کیا تو صرف جناب فضلؓ بن عباس کا نام تو لیا اور کہا ہاں ان کے ساتھ ایک آدمی اور تھا۔ علیؑ کا نام نہ لیا گیا۔ کیا وہ حضرت علیؑ کو جانتی پہچانتی نہ تھیں؟ کیا وہ کوئی غیر و نا محرم شخص تھے؟ کیا وہ داماد رسولؐ و ان کے عم زاد بھائی نہ تھے؟ اس موقع پر عائشہؓ کا یہ تجاہل عارفانہ ایک سوالیہ نشان کا حامل نظر آتا ہے۔ منشا تو صرف حضرت علیؑ کو مرتبہ خدمت رسولؐ سے علیحدہ رکھنا ہی کہا جا سکتا ہے کیونکہ نام علیؑ کو خیر کے ساتھ لینا عائشہؓ کے بس کی بات نہ تھی وہ تو اس نام ہی سے بیزار تھیں۔ چنانچہ عبداللہ ابن عبداللہ نے عائشہؓ کی اس روایت کا کہ پیغمبر اسلام پر مرض کی شدت میں فضل ابن عباس اور ایک دوسرے شخص کا سہارا لیکر ان کے یہاں چلے آئے حضرت عبداللہ بن عباس سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا هل تیسدری من الرجال فلن لا قال علی ابن طالب و لکنها کانت لا تقدر علی ان تذکیره بخیر۔ (ترجمہ) کیا ان کو معلوم ہے کہ وہ دوسرا شخص کون تھا۔ اس نے کہا وہ علیؑ

ابن ابی طالب تھے مگر عائشہؓ کے بس کی بات نہ تھی کہ وہ علیؑ کا کسی خیر کے ساتھ ذکر کرتیں۔(تاریخ طبری جلد ۲ ص ۴۴۳)

(۳)۔واقعہ افک ہے جس کو حضرت عائشہؓ نے اپنے دیرینہ بغض و عناد منجانب علیؑ و اہلبیتؑ محفوظ کر رکھا تھا۔ حضرت عائشہ کے دل میں چبھی ہوئی پھانس کو بانس بنانے میں واقعات وحالات جو ان کو کسی صورت برداشت نہ تھے۔ مثلاً حضرت علیؑ کی بیعت کاملہ و خلافت حاضرہ نے ان کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھتے ہوئے اعلانیہ علیؑ کے خلاف محاذ آرائی میں تن من دھن سے شریک ہو گئیں جس نے جلد ہی جنگ جمل کا روپ اختیار کر لیا۔

واقعہ افک:۔

"افک" کے معنی کذب کے ہیں۔ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر عائشہؓ کی سواری کا اونٹ کہیں پیچھے رہ گیا اور اہل قافلہ سے بچھڑ گیا۔ بعد تلاش بسیار ایک ویران مقام پر پایا گیا۔جب حضرت عائشہؓ و ساربان کچھ عذر معقول نہ پیش کر سکے بس یہی کہا کہ اونٹ بے قابو ہو گیا تھا تو لوگوں نے (معاذ اللہ) جناب عائشہؓ پر زنا کا الزام لگایا جس میں حسان بن ثابت بھی شامل تھے۔آنحضرت اس کی وجہ سے بہت ملول و متردد تھے اور اس بارے میں حضرت عمر، عثمانؓ و علیؑ سے رائے لی تھی اور ان سب نے عائشہؓ کی بیگناہی کا اظہار کیا تھا۔ حضرت علیؑ نے عائشہؓ کی بیگناہی بیان کرنے کے بعد یہ جملہ ضرور کہا تھا۔"لم یضیق اللہ علیک والنساء۔ سواھا کثیراً

یعنی اللہ نے آپ کو دقت و دشواری میں نہیں ڈالا تھا ان کے علاوہ عورتیں بہت ہیں (عائشہؓ) تو آپ کی جوتی کا تسمہ نہیں"۔

اس سے ہرگز حضرت عائشہؓ کے بارے میں کوئی سو وہی پیدا ہونے کا امکان نہیں اور نہ خود عائشہؓ کو سب ملال پیدا ہونے کا کوئی احتمال ہو سکتا ہے تاہم یہ فقرہ

ان کے دل میں کھٹکتا ہی رہا۔ احسن الانتخاب" مؤلف مولوی حافظ محمد حیدر علی علوی مطبوعہ رحمانی پریس تھوئی ٹولہ لکھنو ۱۹۳۲ء صفحہ ۲۰۴ حاشیہ)۔

ایک مرتبہ امام زہیری ولید بن عبدالملک کے دربار میں تھے جو اہلبیت اطہار و علی مرتضیٰ کا کٹر دشمن و مخالف تھا امام زہری سے بولا" کیا وہ علیؑ نہ تھے جن کی نسبت قرآن میں فرمان ہے" والذی تولی کبرہ یعنی اس افترپردازی میں جس کا برا حصہ ہے اس کے لئے برا عذاب ہے۔ امام زہری کہتے ہیں کچھ دیر کے لئے میرے دل نے مرعوب ہو کر حق گوئی کی جرات نہ کی لیکن پھر ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہا خدا امیر کو صلاحیت بخشے امیر ہی کے خاندان کے دو آدمیوں نے حضرت عائشہؓ کی زبانی روایت کی ہے" کان علی ملیما شانھا "یعنی علیؑ عائشہؓ کے معاملہ میں قطعی محفوظ تھے (صحیح بخاری وفتح الباری)۔

دراصل اس قسم کے اہتمام و الزام تراشی کی ابتدا بنی امیہ نے ذاتی مفاد و مصلحت کی خاطر اختیار کی شاہان بنی امیہ کو حضرت علیؑ کو بدنام کرنے و انکی توقیر گھٹانے کی فکر ہوئی تو اس قسم کے قصے ایجاد کئے گئے۔ فرقہ خوارج جو علیؑ و اہلبیت اطہار کا بدترین دشمن تھا (جس کے پیرو آج بھی عداوت اہلبیت میں سرگردان رواں دواں دکھائی پڑتے ہیں) انہوں نے بڑھ چڑھ کر ان واقعات کی تائید و تصدیق کی۔ اس باہمی ملال خاطر کی تردید طبری کی اس مشہور روایت سے ہوتی ہے کہ جس میں حضرت عائشہؓ و حضرت علیؑ دونوں نے مجمع عام میں بعد ختم جنگ جمل بروقت روانگی و واپسی برائے مدینہ بہ خانہ رسول والی صفائی کا اعتراف کیا جانا رقم ہے۔

نوٹ۔ واقعہ افک عائشہؓ کی شادی کے بعد کا واقعہ ہے جس پر ان کی ذات خاص کو ایک ایسے مذموم کن الزام و اتہام کا ہدف بنایا گیا جس سے زیادہ شرمناک فعل ایک معزز عورت کے لئے باعث غیرت و بدنامی اور کیا ہو سکتا تھا۔ حتیٰ کہ رسولؐ اسلام بھی مشکوک رہے اور اس تہمت کو غلط نہ سمجھا کہ اس سلسلہ میں

حضرت علیؑ و دیگر اصحاب کبار کی رائے طلب فرمائی جبتک وحی کا نزول نہ ہوا"۔
(دیکھیئے کتاب فروغ کاظمی "حضرت عائشہؓ کی تاریخی حیثیت" ص ۳۱۔ ادارہ تہذیب وادب میدان ایلچ خان لکھنو ۳)

(۲)۔"یہی حال واقعہ افک کا بھی ہے (جو حضرت عائشہؓ سے منسوب ہے) جس میں قرآن پاک نے نام لیئے بغیر آیات برات و عصمت نازل کیں۔ ان کا مورد حضرت عائشہؓ کو بنانا بھی اسی قسم کا دھاندلی ہے جبکہ اس واقعہ کا تعلق حضرت "ماریہ قبطیہ" سے ہے"۔

(سید شاہد زاعیم فاطمی فاصل دیو بند (حال شیعہ) در "پردہ اٹھتا ہے" حصہ دوم ص ۱۳۶ باب یار غار۔ مکتبہ ماہنامہ "اصلاح" (کھجوہ) بہار و مسجد ناصری باغ دیوان صاحب قاضی مرتضی حسین روڈ لکھنو ۳ انڈیا)۔

بنی ہاشم کو خلافت سے محروم رکھنے کا عہد:۔

آنحضرت نے آخری حج ۱۰ھ میں ادا فرمایا علامہ طریحی کا کہنا ہے کہ اس حج کے موقع پر ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ ابو عبیدہ، عبدالرحمن عوف و سالم (غلام حذیفہ) نے خانہ کعبہ ہی میں عہد کیا تھا کہ وہ خلافت کو بعد رسولؐ اسلام بنی ہاشم میں نہ جانے دیں گے۔ علامہ کی تحریر سے یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ عائشہؓ بھی اس سازشی گروہ کی سرگرم ممبر تھیں جبھی تو انگریز مورخ Davin port ڈیون پورٹ اپنی کتاب "(تاریخ خلافت "History of Caliphat Islam) میں لکھتا ہے کہ رسولؐ کی زندگی ہی میں یہ امر طے ہو چکا تھا کہ حضرت علیؑ کو جو ہر طرح خلافت کے حقدار ہیں اپنا حق نہ پا سکیں مگر اس حج کی واپسی پر آنحضرت نے اعلان در خم غدیر کے ذریعہ "من کنت مولاہ فہذا علی مولا" کہہ کر اپنا جانشین وہیں مجمع عام میں نامزد کر دیا۔

جناب عائشہؓ کی حضرت عثمانؓ سے بے رخی:۔

لوگ عثمانؓ کے ہاتھوں نالاں وحیران تو تھے ہی عائشہؓ کے تند و تلخ رویہ سے ان کی ہمت اور بڑھی حتیٰ کہ مدینہ یمن و مصر کے ہزاروں مہاجرین و انصار نے بطور عوامی بغاوت و یورش ان کو محاصرہ میں لے لیا تاکہ وہ اپنی ناپسندیدہ روش کو بدلیں اور عوامی شکایات کو رفع کر کے انتظام خلافت و حکومت میں سدھار کریں یا پھر خلافتؓ سے دست بردار ہو جائیں جس پر وہ بہت تکبرانہ لہجہ میں کہا کرتے کہ "حکومت و خلافت کا پیراہن تو ان کو اللہ نے بخشا ہے کس کی مجال ہے کہ اس کو مجھ سے چھین لے"۔ ان پر خطر حالات میں اغلب امکان تھا کہ اگر انہوں نے ان دو میں سے ایک بات پر عمل نہ کیا تو ضرور قتل کر دیئے جائیں گے کیونکہ عوامی یورش کافی ہنگامہ خیز دور سے گزر رہی تھی اور یہ سب کچھ عائشہؓ کے علم میں اور آنکھوں کے سامنے تھا مگر انہوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی اور ان کو بغیر کسی امداد کے محاصرہ میں اکیلا چھوڑ کر مکہ معظمہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ حج کا وقت بھی قریب تھا لہذا عذر معقول کا بھی جواز تھا حالانکہ اس نازک مرحلہ پر زید بن ثابت، مروان بن الحکم، عبدالرحمن بن عتاب، و عتاب بن اسید نے ان سے سفارش بھی کی کہ اگر آپ فی الحال اپنا سفر ملتوی کر دیں اور ان کی مدد کریں تو ممکن ہے ان کی گلو خلاصی ہو جائے اور یہ باغی ہجوم چھٹ جائے۔ آپ اپنے ذاتی اثر و رسوخ کو بروئے کار لائیں مگر جواب نفی میں دیکر بولیں کہ "میں نے حج بیت اللہ کا مصمم ارادہ کر لیا ہے جس کو بدلا نہیں جا سکتا" جس پر مروان نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا۔

حرق قیس علی البلاد   حتی اضطرمت اجذما

(ترجمہ) "قیس نے میرے خلاف شہروں میں آگ لگائی اور جب وہ شعلہ ور ہوئے تو دامن بچا کر چلتا بنا"۔ دوران سفر بھی عثمانؓ سے آپ کا مخالفانہ انداز نہ بدلا۔ مدینہ سے کچھ دور مقام صلصل پر انکی ملاقات ابن عباس سے ہوئی جو امیر حج کی حیثیت سے خود بھی مکہ جا رہے تھے تو آپ ان سے بھی یوں مخاطب ہوئیں۔

"اے ابن عباس خدا نے تم کو با اثر قوت گویائی عطا فرمائی ہے تم لوگوں کو عثمانؓ کی مدد سے روک سکتے ہو اور ان کو شک و شبہ میں ڈال سکتے ہو اب راستہ ہموار ہو چکا ہے۔ عوام مختلف مقامات سے ایک فیصلہ کن امر کے لئے مدینہ میں جمع ہو چکے ہیں۔ طلحہؓ نے بیت المال پر قبضہ کر لیا ہے اور کنجیوں کو حاصل کر لیا ہے حسب امید اگر وہ خلیفہ ہو گئے تو وہ میرے والدؓ اور اپنے ابن عم ابو بکرؓ کی سیرت پر عمل کریں گے۔ لہٰذا تم بھی اس کی ہمنوائی کرو" (طبری جلدی ۳ ص ۴۳۴)۔

عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو اکسانے بھڑکانے میں عائشہؓ کا ایک اہم رول ہے کیونکہ دراصل ان کا منشاء بعد عثمانؓ طلحہؓ کے لئے خلافت کی راہ ہموار کر کے اور پھر ان کے جمے ہوئے اقتدار کی بدولت خلافت کا رخ اپنے ہی خاندان کی طرف پلٹنا چاہتی تھیں۔ مگر ان کی یہ دو عملی حکمت کامیاب نہ ہو سکی۔ عہد عثمانی کے اول چھ سال تو حضرت عائشہؓ عثمانؓ کی مداح و خیر خواہ۔ طرفدار اور مددگار رہیں بعد، مخالفت پر کمر بستہ ہو گئیں کیونکہ طلحہؓ کی بابت سنہرے خواب دیکھنے لگیں جو شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔

اسی طرح حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کے غصہ کا پارہ بھی عثمانؓ کے خلاف چڑھا رہتا تھا اور وہ اس آگ کو بھڑکانے وہوا دینے میں پیش پیش رہتے۔ اس لحاظ سے وہ دونوں خون عثمانؓ میں نمایاں نہیں تو مخفی طور پر کافی حد تک ذمہ دار تھے کیونکہ وہ خود بھی درپردہ خلافت و حکومت کے خواہاں تھے۔ دوسرے لوگ بھی ان کو اسی حیثیت سے جانتے تھے بلکہ ان کو قاتلان عثمانؓ میں شریک حال گردانتے تھے اور آپ کے ہوا خواہ بھی ان کے حق میں کوئی صفائی پیش کرنے سے محروم و قاصر تھے۔

نوٹ پر حاشیہ۔ (مکتوب انہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۶۳۸)

چنانچہ ابن قیتبہ تحریر کرتے ہیں کہ جب مقام اوطاس میں حضرت عائشہؓ سے مغیرہ ابن شعبہ کی ملاقات ہوئی تو اس نے دریافت کیا " اے ام المومنین کہاں کا

ارادہ ہے؟ فرمایا بصرہ کا کہا وہاں ایسا کیا کام آپ کو در پیش ہوا؟ بولیں خون عثمانؓ کا قصاص لینا ہے اس نے کہا کہ عثمانؓ کے قاتل تو خود آپ کے ہمراہ سفر ہیں۔ پھر وہ مروان کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے اور کیا مقصد ہے؟ مروان بولا میں بھی بصرہ بغرض قصاص خون عثمانؓ جا رہا ہوں مغیرہ نے کہا "عثمانؓ کے قاتل تو تمہارے ساتھ ہیں اور انہی طلحہؓ و زبیرؓ نے تو انہیں قتل کیا تھا"۔

عائشہؓ کے خلاف قتل عثمانؓ پر چند اہم گواہیاں:۔

۱)۔ سعد ابن ابی وقاص سے ایک شخص نے پوچھا عثمانؓ کا قاتل کون ہے؟ جواب دیا "حضرت عثمانؓ تو اس تلوار سے قتل ہوئے جو عائشہؓ نے کھینچی اور مروان و طلحہ نے اس پر صیقل کی۔

۲)۔ عمار یاسر نے عثمانؓ کے قتل پر عائشہؓ کے شور و غوغا مچانے پر کہ عثمانؓ بے گناہ قتل ہوئے کہا "کل تک تم ان کے قتل کے لئے لوگوں کو اکساتی و بھڑکاتی تھیں اور آج شور مچاتی ہو"۔ (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۸۰)

۳)۔ ابن کلاب نے جب بعد قتل عثمانؓ عائشہؓ سے مقام سرف پر ملاقات کی تو انہوں نے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ کہا عثمانؓ قتل کر دیئے گئے اور علیؑ کی بیعت ہو گئی" یہ سنکر عائشہؓ پھر مکہ کو لوٹ پڑیں اور کہا "عثمانؓ بے گناہ مارے گئے ہیں ان کے خون کا بدلہ ضرور لوں گی"۔ ابن کلب نے کہا عجیب بات ہے۔ آپ نے پہلے انکا قتل چاہا (اور آپ نے ہی پہلے یہ فتویٰ دیا کہ "نعثل کو قتل کر ڈالو کیونکہ یہ کافر ہو گیا اور دین کو بدل ڈالا" (عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۸۷)۔

۴)۔ مغیرہ بن شعبہ۔ ایک دن عائشہؓ کے پاس آیا تو انہوں نے اس سے جنگ جمل میں اپنے ہودج (عماری) کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا "اے ابو عبداللہ! کاش تم جنگ جمل میں دیکھتے کہ کس طرح تیر میرے ہودج کے آر پار توڑ کر نکل رہے تھے اور میں بال بال بچ جاتی تھی۔ مغیرہ بولا کاش کوئی تیر آپ کا خاتمہ ہی کر دیتا۔ پوچھا

آخر کیوں ؟ مغیرہ نے جواب دیا " تمہارے قتل ہو جانے سے عثمانؓ کے قتل کی کوشش کا کفارہ ادا ہو جاتا جو تم نے روا کی ہے "۔ (عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۹۰)۔

۵) ۔عبید بن ابی سلمہؓ نے عائشہؓ سے کہا کہ سب سے پہلے جس نے عثمانؓ پر لعن طعن کی اور لوگوں کو انکے قتل پر ابھارا وہ آپ ہی تو تھیں اور آپ ہی تو کہا کرتی تھیں کہ اس نعثل کو قتل کر ڈالو کیونکہ یہ کافر ہو گیا ہے " عائشہؓ نے کہا ہاں خدا کی قسم میں نے ایسا ضرور کہا تھا مگر سنو دوسرا قول پہلے قول سے بہتر ہے ۔اب تو قتل عثمانؓ کا بدلہ علیؑ سے لینا ہے کیونکہ ان کے قاتل علیؑ کی پناہ میں ہیں اور ان پر کوئی حد جاری نہیں کی گئی ۔ عبید نے جواب دیا " اے ام المومنین ! ہمارے نزدیک قاتل وہ ہے جس نے اولاً قتل کا حکم دیا "۔ (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۸۰)۔

عائشہؓ کا دلی منشا بابت خلافت۔

عائشہؓ کا منشا بعد قتل عثمانؓ [illegible] برار لا کر خلافت کو اپنے قبیلہ نبی تیم میں مستقل طور پر پلٹانے کا تھا اور بنی ہاشم سے تو انکو ازلی عداوت تھی ہی لہذا علیؑ کو خلیفہ برداشت کرنا ان کے لئے ایک درد سر بنا ہوا تھا۔ اور ان کی معزولی کے لئے غلطان و پیچان رہتیں قتل عثمانؓ میں ان کا سازشی ہاتھ اسی مدعا کا آئینہ دار تھا۔ اسی لئے قیام مکہ کے دوران بلوائیوں کی یورش کا انجام معلوم کرنے کے لئے ان کو بڑی فکر و اضطراب لاحق رہتا ۔مدینہ کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے وہ ہر آنے جانے والے سے حالات محاصرہ عثمانؓ کی بابت پوچھ گچھ کرتی رہتیں تھیں ۔ اخضر نامی ایک شخص مدینہ سے مکہ آیا عائشہؓ نے اس سے بھی مدینہ کی شورش اور عثمانؓ کی کیفیت دریافت کی ۔اس نے کہا کہ عثمانؓ نے تو مصر کے بلوایوں کو مار بھگایا ہے اور بہتیرے قتل ہو گئے ہنگامہ فرد ہو گیا یہ سنکر عائشہؓ کچھ کبیدہ خاطر ہو کر بولیں " انا للہ وانا الیہ راجعون ! افسوس جو لوگ اپنا حق مانگنے و ظلم کے خلاف آواز بلند کر کے خلیفہ وقت کے پاس عرضداشت لے کر گئے تھے ان کو عثمانؓ نے بلاوجہ و بلا عذر

معقول قتل کر ڈالا خدا کی قسم ہم ان کے اس ظلم و تشدد پر ہرگز راضی نہیں"۔
(طبری جلد ۳ صفحہ ۴۶۸)۔

عائشہؓ کا دل بجھ سا گیا اور چہرہ پر مژدگی چھائی ہوئی تھی افسردگی ہنوز زائل نہ ہوئی تھی کہ آپ کو ایک دوسرے شخص کی معارفت خبر ملی کہ اخضر کی دی ہوئی اطلاع غلط تھی وہ تو محض اس کا قیاس تھا۔ مصری قتل نہیں ہوئے اور وہ مدینہ میں کھلے عام گھوم رہے ہیں بلکہ حضرت عثمانؓ خود ان کے ہاتھوں گھر میں محصور ہو کر قتل کر دیئے گئے۔ پس یہ سن کر عائشہؓ کا چہرہ کھل اٹھا اور مسرت کی لہر سی دوڑ گئی ان کی دلی مراد بر آئی۔ اور تبسم بہ لب ہو کر کہہ اٹھیں "خدا اسے اپنے جوار رحمت سے دور رکھے وہ اپنے کیئے کی سزا کو پہونچ گیا"۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۷۷)۔

اب تو وقت و منشاء کا تقاضا تھا کہ عائشہؓ وقت کو رائیگاں نہ جانے دیں اور جلد از جلد مدینہ جا کر خلافت طلحہ کے لئے فضا ہموار کریں اور اپنے اس مشن کو کامیاب بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ چنانچہ رخت سفر باندھ مدینہ کی راہ لی۔ اثنا راہ میں بمقام سرف آپ کی ملاقات عبید ابن ابی سلمہ سے ہوئی تو مدینہ و عثمانؓ کے بارے میں معلومات کیں۔ اس نے قتل عثمانؓ کی خبر دی۔ مزید دریافت کرنے پر یہ بھی بتایا کہ عام مسلمانوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر کے ان کو خلیفہ مان لیا ہے۔ یہ سنکر عائشہؓ کے پاؤں تلے زمین کھسک گئی۔ حواس باختہ ہو گئے۔ جذبات پر کنٹرول نہ رہا اور گھبرا کر کہہ اٹھیں "کاش یہ آسمان مجھ پر پھٹ پڑتا۔ اب میں مدینہ نہ رہوں گی مجھ کو مکہ واپس جانے دو"۔ (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۴۵)۔

"خدا کی قسم عثمانؓ مظلوم مارتے گئے ہیں میں ان کے خون کا بدلہ لوں گی اور اس کام کو کبھی نہ بھولوں گی"۔

عبید ابن ابی سلمہؓ عائشہؓ کی اس تلون مزاجی و تضاد طبع کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر بولا اب یہ مزاجی کیفیت و تبدیلی کیسی جب کہ آپ خود بارہا کہہ چکی ہیں کہ "اس

نعش کو قتل کر ڈالو یہ کافر و بے دین ہو گیا ہے" (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۴۵) جواب دیا ہاں پہلے میں نے ایسا ہی کہا ہے لیکن اب یہ میری دوسری رائے پہلی رائے سے زیادہ اہم و بہتر ہے اس کو سنو عبید انکے اس بدلے ہوئے رخ سے مطمئن نہ ہوا اور بولا "اے ام المومنین خدا کی قسم آپ کا یہ عذر انتہائی بودا اور کھوکھلا عذر ہے"۔

اس کے بعد عائشہؓ سے مخاطب ہو کر چند اشعار عربی پڑھتا ہوا اپنی راہ لی۔ عائشہؓ کو تو اب مکہ پہونچنے کی دھن سوار تھی لہذا عبید کے ان طنزیہ اشعار کو ملحوظ خاطر نہ کرتے ہوئے مکہ آپہونچیں جہاں لوگوں نے حیرت و استعجاب سے پوچھا کہ اے ام المومنین خیر تو ہے ابھی تو آپ برائے مدینہ روانہ ہوئی تھیں آخر اتنے جلدی واپس کیوں ہو گئیں؟ بولیں "مدینہ میں عثمانؓ بے گناہ مارے گئے ہیں میں انکے خون ناحق کو رائیگاں نہ جانے دوں گی بلکہ قصاص ضرور لوں گی اور اس وقت تک مدینہ واپس نہ جاؤں گی جب تک انتقام نہ لے لوں گی"۔

الغرض عثمانؓ کے خون کا عذر لنگ لیکر ان کی بیگناہی و اپنے عہد کا ڈرامہ رچایا خوب پرچار کیا۔ ڈھیر رویا پیٹا۔ رائے عامہ ہموار کر کے اور علیؑ کو اس قتل میں ملوث کر کے طلحہؓ کی خلافت کا جھنڈا گاڑ کر ایک لشکر بھی جمع کر لیا علیؑ کی مزید بیعت روکنے بلکہ نکث بیعت کر ڈالنے کی مہم کو آگے بڑھایا۔ ادھر طلحہؓ و زبیرؓ نے بھی ان سازگار حالات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے چند پوشیدہ خطوط عبداللہ ابن زبیر کے ہاتھ عائشہؓ کو روانہ کئے کہ قصاص قتل عثمانؓ کے پلان و پروپیگنڈا کی مہم کو تیز تر رکھیں اور لوگوں کو حق المکان علیؑ کی بیعت و مدد سے محروم رکھا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ بن عامر جو مدینہ کا گورنر رہ چکا تھا علیؑ سے منحرف ہوا پھر سعید ابن عاص و ولید بن عقبہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ تحریک مکہ میں کامیاب ہوتی گئی کیونکہ وہاں ام المومنینؓ کے علاوہ مروان بن الحکم سابق گورنر مکہ اور دیگر اصحاب بنی امیہ موجود تھے چنانچہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے بھی مکہ کی راہ لی اور سیدھے جناب عائشہؓ سے

ملے اور ان کے معاون و مددگار بنے رہے حضرت علیؑ سے عمرہ ادا کرنے کا عذر پیش کر کے اجازت چاہی اور اسرار کیا۔ علیؑ ان کے تیور اور ناقص ارادوں کو بھانپ چکے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تمہارا ارادہ خانہ کعبہ کی آستانہ بوسی کا نہیں ہے بلکہ غداری و فریب کاری کا ہے میں تم کو روکتا نہیں جہاں چاہے چلے جاؤ"۔ (تاریخ یعقوب جلد ۲ صفحہ ۱۵۶) رخصت سے پہلے آپ نے ہر دو سے دوبارہ بیعت لے لی تھی۔ یہ دونوں حضرات نے نکث بیعت کر کے بجائے عمرہ علیؑ کیخلاف عائشہؓ کی ٹولی کے سرگرم ممبر بن گئے اور لشکر جمل میں میمنہ و میسرہ کی کمان سنبھالی جس کی تفصیل آگے درج ہے۔

حضرت عائشہؓ کے دل میں حضرت علیؑ کے حق میں جو بغض و میل بھرا ہوا تھا اس کے تحت صورت حال سے فائدہ اٹھانے کا یہ ایک مناسب موقع تھا کہ علیؑ کے خلاف اب اعلانیہ اعلان جنگ کر دیا جائے۔ اگر علیؑ کی شکست اور ان کی فتح ہوئی تو منشاء حسب دلخواہ پورا ہو جائے گا علیؑ کا قتل بھی ممکن تھا اور خلافت اسلامیہ کی کنجی ان کے ہاتھ لگ جاتی۔ یہ منزل عجب کشمکش و تگ و دو کی تھی۔ عائشہؓ سمیت طلحہ زبیر مروان و معاویہ ہر ایک کی نظریں اعنان مملکت پر مرکوز تھیں۔ عائشہؓ کی حکمت عملی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ اگر کسی وجہ سے وہ اقتدار کی ملکہ نہ بن سکیں اور طلحہ بھی خلافت سے محروم رہے تو پھر ان کی بہن کا لڑکا عبداللہ ابن زبیر کو ان کی جگہ فائز کر دیا جائیگا اسی وجہ سے ان کا سیاسی عمل قتل عثمانؓ کے موقع پر خاصا اہم و نمایاں رہا اور بڑی زیرکی سے خون عثمانؓ کی تہمت حضرت علیؑ کے سر تھوپ دی۔

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب (الامامت والسیاست صفحہ ۵۴) پر رقم کیا ہے کہ عمرو عاص قتل عثمانؓ کے موقع پر مدینہ میں موجود نہ تھا کسی کام سے فلسطین گیا ہوا تھا۔ اس نے خط لکھ کر سعد ابن ابی وقاص سے دریافت کیا کہ عثمانؓ کو کیسے اور کس نے قتل کیا سعد نے جواب دیا کہ "عثمانؓ اس تلوار سے قتل ہوئے جس کو

عائشہؓ نے تیار کی اور طلحہ نے اسپر صیقل کیا"۔

عائشہؓ کے موقف میں یکبارگی تبدیلی کی وجہ عام طور پر ایک سادہ لوح اور اسلام کی حقیقی تاریخ سے ناواقف مسلمان کی عقل و فہم سے بعید ہی معلوم ہوگی اور وہ بھی انجانے میں حضرت علیؑ کو ہی موردالزام ٹہرا سکتا ہے جیسا کہ بذریعہ مہم و پروپیگنڈا مشہور کیا گیا اور عوام الناس کو ہم خیال بنایا گیا۔ مگر جب کتب اسلامیہ کی کھوج کے طور پر اوراق گردانی کی جاتی ہے تو کچھ اہم شواہد سامنے آجاتے ہیں اور کچھ مخفی و سربستہ راز کھل کر عقدہ کشائی کر دیتے ہیں معمہ حل ہو جاتا ہے کہ دراصل عثمانؓ کا ظاہر و پوشیدہ قاتل تھا کون اور کیوں ؟ تو حضرت عائشہؓ کا دامن کسی حد تک مشکوک نظر آنے لگتا ہے۔ ایک طرف تو قتل عثمانؓ کا حکم بطور فتویٰ دوسری طرف قصاص کا پر زور جذبہ وہ بھی بلاتاخیر وہ اقدام جن سے عام مسلمانوں کو آمادہ بہ قتال کیا گیا جس کے نتیجہ میں جمل ایسی بھیانک و خون آشام جنگ رونما ہوئی جس نے اسلامی شیرازہ کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ شاید سیاسی اعتبار و زیرکی کے تحت عائشہؓ کیلئے اور کوئی مناسب و بہتر صورت حال کیا ہو سکتی تھی کہ عوام کو شک و شبہ نفرت و مخالفت میں مبتلا کر کے خود اپنا دامن صاف بچالئے جائیں اور موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ طلحہ و زبیر کے خلیفہ بنائے جانے کا سرچڑھا جادو بھی ان کو بہکائے ہوئے تھا دو دوسروں کی غلط رائے و مشورے کا بھی شکار ہو گئیں۔ اپنی ذاتی اغراض کے خاطر انکو ورغلا کر اپنے ہاتھوں کھلونا بنالیا اور من مانی کرا ڈالی۔ حضرت طلحہ و زبیر و مروان کی وہ ملی بھگت تھی جس کے تحت وہ لوگ خود حکومت و امارت کے خواہاں و کوشاں تھے ان جملہ ناگفتہ بہہ حالات کی تمام تر ذمہ داری دراصل ان ہی حضرات کی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ تھا جو ابھر کر جنگ جمل و صفین کی صورت میں رونما ہوا۔ اگر جوش سے پہلے ہوش سے کام لیا جاتا تو اسلام اپنے ناقابل تلافی نقصان سے دوچار نہ ہوتا اور جناب عائشہؓ کی پوزیشن بطور ام المومنین زیادہ صاف و بے داغ برقرار رہتی

اب جو الزام ان پر عائد کئے جاتے ہیں ان سے وہ قطعی بری ذمہ ٹھرائی جاتیں۔ اسلام تفرقہ کی گہری خلیج سے بے نیاز ہو کر اور زیادہ صاف ستھرا نظر آتا ما قبل ہم کو مسلمان اس طرح دو بڑے گروپ میں بٹ کر آمادہ قتال یا عائشہؓ و علیؑ بطور کمانڈر لشکر ایک دوسرے کے مد مقابل و خنجر بکف نظر نہ آتے علاوہ کفار و مشرکین۔

باب سوئم

جنگ جمل کی داغ بیل پڑنا

اس باب کے سلسلہ میں کچھ روشنی پہلے ڈالی جاچکی ہے مگر جب تکرار میں فائدہ ہو تو دہرانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے لہذا مجملاً ہم وہ اہم امور کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں تاکہ وہ باتیں ذہن نشین ہو جائیں جسکی وجہ سے جنگ جمل کی داغ بیل پڑی تھی۔

۱) ۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵ میں عائشہؓ کا اضطراب بے چینی اور قتل عثمانؓ و بیعت کاملہ حضرت علیؑ کا ذکر اس طرح درج ہے کہ "جس زمانہ میں عثمانؓ عوامی یورش کے ہاتھوں مدینہ میں محصور تھے تو عائشہؓ مکہ چلی گئی تھیں اور ان کی مدد یا حفاظت نہ کر کے پھر مدینے واپس ہونے کے لیئے کوچ کیا مقام سرف پر قبیلہ بنی لیث کا ایک شخص عبید اللہ ابن ابی سلمہ ملا دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ عثمانؓ مقتول ہوئے جس پر عائشہؓ کا اضطراب بڑھا اور پوچھا کہ پھر کیا ہوا؟ بتایا کہ لوگوں نے علیؑ کی بیعت پر بھی اجتماع کر لیا جن میں، مہاجر و انصار بھی شامل تھے ۔ یہ سنکر آپ پھر جانب مکہ واپس ہوئیں اور کہا کہ اب میں مدینہ واپس نہ جاؤں گی عثمانؓ ظلم سے قتل کیئے گئے تو میں ان کے خون کا بدلہ ضرور لوں گی " ۔ عبید اللہ بولا آخر کیوں ؟ ..... خدا کی قسم آپ تو پہلے ہی ان سے ناراض و برہم رہتی تھیں اور کہا کرتی تھیں " قتل کرو نعثل کو یہ کافر و بے دین ہو گیا ہے اللہ اس کو قتل کرے " ۔

عائشہؓ نے کہا لوگوں نے پہلے ان سے توبہ کرائی پھر ان کو موقع نہ دیا اور بے رحمی سے قتل کر ڈالا گیا اور میرا یہ قول کہ قتل کرو نعثل کو .... صرف میرا اکیلے کا نہ تھا بلکہ اوروں کا بھی تھا مگر جو بات میں اب کہہ رہی ہوں وہ قول اول سے بہتر ہے " عبید نے عائشہؓ کی اس تلون مزاجی و یکایک تبدیلی پر حیرت و تعجب کیا اور چند طنزیہ

اشعار پڑھے اور اپنی راہ لی۔

۲) ۔(تاریخ احمدی ناشر منتظم المکاتب مقبرہ گولہ گنج لکھنو۔انڈیا طبع ۱۹۶۸ ع صفحہ ۲۳۲) میں ہے کہ قتل عثمانؓ کے بعد جب حضرت علیؓ کی بیعت وان کے خلیفہ برحق مان لیئے جانے کی خبر عائشہؓ نے سنی تو کہا۔

"حضرت عثمانؓ مظلوم قتل ہوئے ہیں میں مکہ واپس جاوں گی مدینہ نہ رکوں گی۔عام مسلمانوں نے علیؓ کی بیعت بھی کر لی۔کاش قتل عثمانؓ کے ساتھ بیعت علیؓ نہ ہوئی ہوتی۔مجھے پلٹاؤ مجھے واپس لے جاؤ"۔

۳) ۔نہج البلاغہ مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب۔ناشر تبلیغات ایمانیؒ ہند نجفی ہاوس بمبئی ۱۵۹ نشان پاڑا روڈ۔بمبئی انڈیا صفحہ ۱۲۰) میں ابن میثم سے مروی ہے کہ اس جنگ کی داغ بیل یوں پڑی کہ جناب عائشہؓ گو کہ حضرت عثمانؓ کی زندگی میں ہی ان کی مخالفت کیا کرتی تھیں اور ان کے محاصرہ کے دوران ان کو چھوڑ کر مدینہ سے جانب مکہ چلی گئیں اور ان کی کوئی مدد نہ کی۔اس اعتبار سے اس قتل میں ان کا ہاتھ شریک حال ضرور تھا مگر جب آپ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کیطرف پلٹتے ہوئے عبید اللہ ابن ابی سلمہ سے بمقام سرف یہ سنا کہ عثمانؓ کا قتل ہوا اور حضرت علیؓ خلیفہ تسلیم کر لئے گئے اور انکی بیعت بھی مکمل طور پر ہو چکی ہے تو انکی زبان سے بے ساختہ نکلا لیتَ ان هذه الطبقتا علی اهذا ان تنطمُ الامر بقا جنک ردونی ردونی "یعنی اگر تمہارے ساتھی کی بیعت ہو گئی ہے تو کاش یہ آسمان زمین پر پھٹ پڑے مجھے اب پھر مکہ ہی کی جانب جانا ہے۔اب مدینہ میں قیام نہ کروں گی۔چنانچہ آپ نے مکہ شریف کی واپسی کا تحیہ کر لیا اور فرمانے لگیں "قتل واللہ عثمان مظلومه وللله لاطلبین بسرمة" (یعنی) خدا کی قسم عثمانؓ مظلوم مارے گئے ہیں میں ان کے خون کا بدلہ ضرور لوں گی۔عبید اللہ ابن ابی سلمہ نے جب یہ بدلا ہوا رنگ دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر بولا" اقتلوہ نعثلا فقد کفر یعنی اس نعثل کو قتل کرو یہ کافر ہو گیا ہے۔آپ نے فرمایا" میں اکیلی کیا سب ہی لوگ یہ کہا کرتے

تھے مگر چھوڑو ان باتوں کو جو میں اب کہہ رہی ہوں وہ سنو۔ میرا پہلا قول میرے اس قول سے بہتر نہ تھا۔ یہ قول زیادہ بہتر و قابل توجہ ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ پہلے تو ان سے توبہ کرنے کو کہا جاتا ہے پھر اس کا موقع دیئے بغیر ان کو قتل بھی کر دیا جاتا ہے "۔ اس پر عبید اللہ ابن ابی سلمہ نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا " اے ام المومنین میرے نزدیک تو قاتل وہ ہے جس نے قتل کا حکم دیا خواہ ابھی یا کبھی "۔ پھر چند طنزیہ اشعار پڑھے اور چل دیا جن کا مطلب عائشہؓ کی اس بدلی ہوئی کیفیت و انحراف کا تھا۔

(تاریخ طبری ابن جریر جلد ۵ صفحہ ۱۷۲ حالات ۳۶ھ) میں ہے کہ پھر عائشہ مکہ واپس چلی گئیں اور جب باب المسجد کے قریب اتریں تو لوگ ان کے حضور جمع ہوئے آپ نے کہا " یا ایہا الناس عثمانؓ ظلم سے قتل ہوئے ہیں خدا کی قسم میں ان کے خون کا بدلہ ضرور لوں گی " اسی دوران حضرات طلحہ و زبیر بھی مدینہ سے نکل کر سیدھے مکہ آکر عائشہؓ سے جا ملے کیونکہ یہ حضرات خود بھی ایک عرصہ سے خلافت و امارت کے خواہاں و کوشاں تھے۔ موقعہ غنیمت جانا اور عائشہؓ کے کان علیؑ کی مخالفت میں خوب بھرے اور ان کو خاطر خواہ اکسایا گیا۔ عائشہؓ کو بھی علیؑ کے مقابلے میں ان ہی حضرات میں سے ایک کو خلیفہ بنانا مقصود تھا کیونکہ ہر دو سے قرابت داری تھی اور غالباً حضرت عثمانؓ سے آپ کی ان بن و برگشتہ رہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔

اثناء راہ میں حضرت علیؑ کی ایک مخالف جماعت نے خواب رنگ آمیزی کی اور مبالغہ سے کام لیکر عائشہؓ کو قتل عثمانؓ کے قتل کا ماجرا نہایت پردرد الفاظ میں بیان کیا اور حضرت علیؑ کو اس الزام میں ملوث کیا اور عائشہؓ کو انتقام لینے کے لئے آمادہ بہ جنگ کیا اور وہ بلا سوچے سمجھے دور اندیشی کو بالائے طاق کر کے ان کے ورغلانے میں آگئیں۔

معاملہ قتل عثمانؓ و علیؓ کا موقف:۔

جناب امیر نے بعد تکمیل و انعقاد بیعت خود خطبہ پڑھ کر جب گھر لوٹے تو حضرات طلحہ و زبیر معہ چند دیگر صحابہ مکان پر آکر کہنے لگے کہ ہم نے تو آپ کی بیعت دراصل اس شرط پر کی تھی کہ آپ حدود و قصاص قتل عثمانؓ قائم کریں گے اور ان کے قاتلوں سے جلد بدلہ لیں گے اور اس کا پروگرام مرتب کر کے جلد اعلان کر دیں گے تاکہ عوام مطمئن ہو جائیں مگر ہنوز ایسا نہ ہوا۔آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک کہتے ہو میں بھی اس بات سے غافل نہیں ہوں مگر ان لوگوں پر ابھی ایسی قدرت و قابو حاصل نہیں ہو پایا ہے کہ تمہارے حسب منشاء فوراً عمل ہو سکے۔یہ لوگ تنہا اس قتل کے ذمہ دار نہیں ہیں۔تمہارے غلام تمہاری مطیع قوم اور قبیلے و دیگر دہقانی لوگ بھی شریک یورش تھے۔یہ سب ایسے گروہ بند متفق اور طاقتور ہو چکے ہیں کہ جب جو چاہیں کر ڈالیں قسم بخدا میں خود اس فکر میں موقع و محل کی تلاش میں ہوں کہ حضرت عثمانؓ کا قصاص و انکے حقوق کی نگرانی بخوبی کیجاوے اور ان کے صحیح قاتلوں کو ڈھونڈ نکالا جائے اور ان کے خلاف کافی ثبوت و شہادت بھی مہیا کر لی جائے تاکہ کسی کو چون چرا کی گنجائش باقی نہ رہے جس کے لئے ابھی عجلت نہیں بلکہ کچھ وقت درکار ہے۔اگر خدا کو منظور ہے تو یہ وقت بھی جلد آجائے گا۔یہ لوگ بڑے جاہل ہیں۔ان کے لئے فساد کا سامان اور مادہ شرارت موجود ہے۔شیطان کے مرید لوگ جلد ہو جاتے ہیں جوش میں ہوش سے بھی کام لینا لازم ہے موجودہ حالت میں ان سے خاطر خواہ بدلہ نہ لیا جا سکے گا۔نہ یہ اسطرح اتنے جلدی قابو میں آنے والے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔اگر ایسے وقت انکو چھیڑا جائے گا تو صرف ایک فریق ہم کو ایسا ملے گا جو تمہارا ہم خیال ہوگا باقی دو گروہ تمہارے خلاف ہوں گے جو یا تو قصاص کو ضروری نہیں سمجھتے یا انکوا کے حق میں ہوں گے۔یہ تیسرا گروہ بالکل ناواقف ہے نہ ادھر ہے نہ ادھر اس کام میں

میرے نزدیک ابھی توقف کرنا چاہیئے تاکہ لوگوں کی طبیعت ذرا سنبھل جائے اور کچھ سکون قائم ہو جائے تب مزید قوت حاصل کر کے خون عثمانؓ کا بدلہ خاطر خواہ لیا جا سکے گا۔ یہ گفتگو سنکر طلحہ و زبیر تو قدرے مطمئن ہو کر چلے گئے مگر پھر لوگوں میں سرگوشیاں ہونے لگیں قریش عجب حال میں تھے نہ انتقام لینے پر قادر نہ اس معاملہ کو چھوڑنے کو تیار۔ بعد قتل عثمانؓ بنی امیہ کا مدینہ منورہ سے نکل جانے سے بھی تشویش لاحق تھی۔ لوگوں میں آپسی مباحثے ہونے لگے اور مختلف زاویہ خیال کے تحت ہاں و ناکا چکر چلا۔ بعض حضرات علیؑ کی رائے سے متفق و مطمئن تھے اور بعض عجلت پسند تھے جو چاہتے تھے کہ جو ہونا ہے جلد ہو جائے تاخیر چہ معنی دارد؟ ہم دیر کیوں کریں علیؑ تو اپنی ہی رائے پر عمل کریں گے وہ وقت اور طاقت کے منتظر ہیں اور ہم قصاص فی الوقت کے۔

جناب امیر کو جب ان چہ میگوئیوں و امور حاضرہ کی اطلاع ملی تو آپ نے سب کو بلوایا اکابرین قریش بھی جمع ہوئے۔ آپ نے خطبہ پڑھا اور اہل قریش کو بیان کرتے ہوئے امر خلافت میں ان کی توجہ و شرکت کو اجاگر کیا۔ اور پھر بہ آواز بلند فرمایا کہ میں خدا سے اجر کا طالب ہوں۔ جو غلام اپنے مالک سے علیحدہ ہو گیا اور اس کی طرف رجوع نہ کرے تو وہ پناہ سے نکل جائے گا۔ اور پھر حکم دیا کہ اعراب و سببہ مدینہ سے نکل جائیں اور اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے جائیں۔ سبہ یعنی عبداللہ ابن سبا کی قوم نے انکار کیا اور اعراب یعنی بدو قوم والے بھی ان سے متفق ہو گئے۔ ان کا یہ قول تھا کہ آج ہم کو یہ حکم ملا ہے اگر ہم نے اس کو مان لیا تو کل وہ ہم پر دلیر ہوں گے اور پھر ہم بے بس ہو کر ان کا کچھ نہ کر پائیں گے۔ پھر ان دونوں قبائل نے فساد پر آمادگی ظاہر کی۔

طلحہ و زبیر کا حضرت علیؑ سے حیلے حوالے کرنا:۔

ایک روز حضرت علیؑ گھر پر تشریف رکھتے تھے کہ حضرات طلحہ زبیر و چند دیگر اصحاب نے حاضری دی آپ نے فرمایا بدلہ لینے کو تیار ہو مخالفین نے ہم کو للکارا ہے

الٹی میٹم دیا ہے اور آمادہ جنگ و جدال ہیں ۔ یہ لوگ بڑے سرکش معلوم پڑتے ہیں ۔ آگے چل کر ان کی شرارت دیکھنا ۔ اگر میری قوم کے سردار میرا کہنا مانیں اور میری رائے پر عمل کریں تو سچ کہتا ہوں کہ ایسی تدبیر و حکمت سے کام لوں کہ وہ بہت آسانی سے اپنے دشمنوں کو ہلاک کر ڈالیں گے ۔

طلحہؓ حالات کو خوب سمجھ چکے تھے ۔ بولے کہ مجھے آپ بصرہ جانے دیں وہاں جا کر لوگوں کے خیالات سے واقف ہو کر ان کی دوستی کر کے آپ کے طابع کر دوں گا اور مخالفین کو ڈرانے کے لئے ایک لشکر بھی جمع کر دوں گا کیونکہ میرا وہاں کافی اثر و رسوخ ہے اور زبیرؓ بولے میں کوفہ جا کر وہاں بھی ایسا انتظام کر دوں گا (دراصل یہ دونوں حضرات خود بصرہ و کوفہ کی گورنری کے طلبگار تھے) جناب امیرؑ نے جواب دیا کہ مجھے معاملات خلافت میں اگر ضرورت پڑے گی تو تم سے صلاح و مشورہ کروں گا اور تم مدینہ سے باہر ہو گے تو مجھ کو دشواری کا سامنا ہو سکتا ہے، پھر کس کا مشورہ لیا جا سکے گا ۔ یہ جواب بالکل معقول اور صورت حال کے عین مطابق تھا مگر ان دونوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی کیونکہ ان کا منشا تو کچھ اور ہی تھا ۔ کہنے لگے کہ علیؑ تو قاتلوں کا پتہ لگانے و قصاص میں بہت دیر کر رہے ہیں ۔ جب طلحہؓ و زبیرؓ کی اس طرح کی سرگوشیاں مشہور ہوئیں تو دیگر صحابہ میں بھی بد دلی پھیلی اور طرح طرح کے افسانے تراشے جانے لگے ۔ کوئی کہتا کہ حد قائم کرنے میں تساہلی برتی جا رہی ہے ۔ کچھ کہتے کہ قاتلان عثمانؓ کو علیؑ نے اپنا آلہ کار بنا کر پناہ دے رکھی ہے ۔ جناب امیرؑ نے یہ اور اس کے علاوہ بہت کچھ سنا پھر عام اعلان کر دیا کہ اگر قصاص کا کوئی بھی دعویدار ہے تو وہ عدالت میں آکر اپنا دعویٰ ثابت کرے تو میں اسی وقت قاتلان عثمانؓ پر حد قائم کرنے کو تیار ہوں لیکن کوئی بھی دعویدار نہ بنا ۔ حضرت علیؑ کی یہ تقریر سن کر لوگوں کو اطمینان ہوا اور اس طرح کے بے ڈھنگے اعتراضات بند ہوئے ۔

طلحہؓ و زبیرؓ بھی سمجھ گئے کہ ان کے حیلے حوالے علیؑ کے مقابلے کام نہ آسکے اور انکی خام امیدوں پر اوس پڑ گئی ۔ چنانچہ اب انہوں نے عمرہ ادا کرنے کا بہانہ تراش کر عائشہؓ کا

سہارا لیکر جو علیؑ پر خروج کرنے پر تلی بیٹھی تھیں جنگ جمل کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

طلحہؓ و زبیرؓ کا بجائے عمرہ عائشہؓ سے جا ملنا:۔

"بعد ازاں حضرت طلحہؓ و زبیرؓ جناب امیر سے عمرہ کی اجازت لیکر مکہ چلے گئے جہاں وہ عائشہؓ سے جا ملے یہ دونوں یہ سمجھ کر کہ جناب امیرؑ کا قصد بنی امیہ کے اعمال کا عموماً اور معاویہ کا خصوصاً معزولی کا مصمم ارادہ ہے وہ اس معاملہ میں کسی کی بات نہ مانیں گے اور خود انکو بھی کوئی مراعات و امارات حاصل نہ ہوں گی جو ان کو دور عثمانیہ میں حاصل تھی۔ لہذا علیحدگی ہی مناسب ہے۔ اہل مکہ بوجہ قتل عثمانؓ نہایت مضطرب تھے جبکہ عائشہؓ نے خود بھی قصاص خون عثمانؓ کا مسئلہ اٹھا رکھا تھا اور اس میں کافی انہماک سے شریک ہو رہی تھیں جو جلد ہی جنگ جمل کی صورت میں رونما ہوا انہوں نے مکہ پہونچکر مسلمانوں کی باہمی نا اتفاقی جدال و قتال سے خود کو فی الحال علیحدہ رکھنا چاہا اور لوگوں کو یہ رائے بھی دی کہ اصحاب کبار مین جس پر سب کا اتفاق و اجماع ہو اس کی بیعت کر لی جائے اور معاملہ کو آگے نہ بڑھنے دیا جائے گو کہ حضرت علیؑ کی بیعت کاملہ بطور خلیفۃ المسلمین عام طور پر اعلانیہ ہو چکی تھی جس میں طلحہؓ و زبیرؓ پیش پیش اور اشخاص اولیں میں تھے کوفہ و شام البتہ معاویہ کے زیر اثر و طابع رہا اور بعیت علیؑ کا منکر تھا"۔ (تاریخ بدائع باب بیعت علیؑ)

روضۃ الصفا میں ایک روایت یہ بھی درج ہے کہ جب حضرت علیؑ کے مقرر کردہ نئے عمال واپس آئے اور لوگوں کی مخالفت کے حالات سے آپ کو آگاہی ہوئی تو آپ متفکر و متردد ہوئے۔ طلحہؓ و زبیرؓ و دیگر حضرات سے بھی رائے و مشورہ طلب کیا طلحہؓ و زبیرؓ بولے کہ ہم نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ ہم دونوں آپکی اطاعت سے خارج ہو جائیں اور نکث بیعت کر ڈالیں۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ آپ ہم کو رخصت کر دیں ہم مکہ معظمہ جاکر مشغول عبادت ہوں۔ لوگوں کو جب ہمارا جانا اور آپ سے علیحدہ ہونا معلوم ہوگا تو وہ سمجھیں گے کہ ہم واقعی آپ سے ناطہ توڑ کر بالکل الگ ہو گئے

ہیں اور ممکن ہے کہ آئندہ وہ فتنہ و فساد سے باز رہیں اور رفتہ رفتہ وہ آپ کے مطیع بھی ہو جائیں ۔ اس پر بھی اگر وہ لوگ راہ راست پر نہ آویں اور آمادہ بہ جنگ ہوں تو مجبوراً آپ بھی لشکر آراستہ کریں اور سامان جنگ مہیا کریں میں بھی آپ کی ہمنوائی میں لشکر فراہم کروں گا کیونکہ امور مملکت و خلافت بغیر تلوار اٹھائے حل نہیں ہوتے یہ تو جہاد ہو گا ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا حتیٰ الامکان میں مخالفین سے نرمی ۔ صلح و آشتی سے پیش آوں گا جنگ و قتال سے قطعی گریز کروں گا اور ہر گز اپنی جانب سے پہل نہ کروں گا ورنہ پھر تلوار ہی فیصلہ کن ہو گی ۔ مجھے تو حجت تمام کرنا ہو گی ۔ تم اگر مجھ سے علیحدگی چاہتے ہو تو بہتر ہے جہاں چاہے چلے جاؤ میں روکتا نہیں ۔ تمہارا منشاء گو کہ اصل زیارت خانہ کعبہ و اسکی آستانہ بوسی کا نہیں ہے یہ تو محض بہانہ تراشی و عذر لنگ ہے بلکہ تمہارا خود کا ارادہ غدر و فتنہ گری کا ہے بحر حال میں تم کو روکتا نہیں تم پر کوئی جبر نہیں جہاں چاہے جاسکتے ہو " سے چلتے وقت حضرت علیؑ نے ہر دو سے دوبارہ بیعت لے لی تھی کہ حجت قائم ہو سکے .....

ایضاً ۔

ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی (ٹیونس) اپنی " اہل الذکر " ترجمہ و مطبوعہ قم ایران ۱۹۹۲ ۔ ص ۲۵۰ پر لکھتے ہیں کہ جب زبیرؓ کو یقین ہو گیا کہ علیؑ انکو بصرہ کا گورنر نہ بنائیں گے اور نہ طلحہؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا جائیگا جس کے وہ عرصہ سے خواہاں تھے اور نہ ہی دوسروں پر ان کو فوقیت ملے گی جیسا کہ عمرؓ و عثمانؓ کے دور خلافت میں ان کے ساتھ ترجیح ہوتی رہی ہے بلکہ اس کے برعکس ان سے ان اموال کی بابت باز پرس ہو گی جو کہ بلا محنت و اجازت جمع کر لیا گیا تھا تو زبیرؓ اپنے دوست طلحہؓ کیساتھ حضرت علیؑ کی خدمت میں آکر مکہ شریف جا کر عمرہ بجا لانے کی اجازت طلب کی ۔ حضرت علیؑ بھی ان کے ارادوں کو تاڑ گئے اور فرمایا " تمہارا عمرہ کا ارادہ نہیں ہے بلکہ غدر کا ارادہ ہے جہاں چاہے چلے جاؤ " ۔

سیوطی کی تاریخ الخلفا صفحہ ۱۲۲ میں ہے کہ " طلحہؓ و زبیرؓ نے مدینہ سے نکل کر سیدھے مکہ معظمہ پہونچے جہاں بجائے عمرہ بجالانے کے وہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہو گئے۔جو حضرت علیؑ کے خلاف قصاص خون عثمانؓ کی سرگرم طالب ہو رہی تھیں " ۔

کنزالعمال (کتاب الفتن حرف الفا۔ جلد ۶ صفحہ ۸۴) میں ام راشد سے منقول ہے کہ میں نے طلحہؓ و زبیرؓ کو یہ کہتے سنا ہے کہ " ہمارے ہاتھوں نے علیؑ کی بیعت ظاہرہ کی ہے ہمارے دلوں نے نہیں کی " ۔اسکی اطلاع جب ام سلمہ نے حضرت علیؑ سے کی تو انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی ۔(تاریخ احمدی تنظیم المکاتب لکھنؤ ص ۱۵۲)

من نکث علی نفسہ و من اوفی بما عاھد علیہ اللہ فکر یعہ میہ اجر اعظیما ۔

ترجمہ (جس نے نقض عہد کیا اس نے خود کو اپنی نفس کو ضرر پہنچایا اور جس نے ایفائے عہد کیا اس کو اللہ اجر عظیم عطا فرمائے گا)۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا عنوان مع مستند حوالوں کے مطالعہ سے یہی نتیجہ اخز کیا جاسکتا ہے کہ حضرات طلحہ و زبیر نے حضرت علیؑ کی بیعت صدق دل سے نہیں کی تھی بلکہ حالات کے تحت ظاہرہ کی تھی جیسا کہ آگے چل کر خود انہوں نے اس کا اقرار بھی کیا وہ دراصل حضرت عائشہؓ کے بوجہ قرابت داری حامی و طرفدار تھے اور موقع کے متلاشی تھے کہ قصاص خون عثمانؓ ضرور لیا جاوے اور کسی طرح حضرت علیؑ کو اس جرم کی پاداش میں ملوث کر کے ان کے خلاف شورش و بغاوت برپا کر کے خلافت و امارت کا رخ بنی ہاشم سے چھین کر دوبارہ بنی امیہ کی جانب موڑ دیا جائے کہ مبادا ان کی دلی خواہش بارآور ہو سکے اور وہ خود خلافت کے امیدوار ہو سکیں کیونکہ عائشہؓ کا بھی میلان طبع کچھ ایسا ہی تھا۔وہ ان ہی دونوں میں سے کسی ایک کو عہدہ خلافت کیلیے نامزد کرنا چاہتی تھیں چنانچہ اسی امید پر وہ جنگ جمل کے موقع پر عائشہؓ کی کمانڈری میں کلیدی رول ادا کرتے ہوئے قتل کر دیئے گئے۔انکا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا علیؑ سے انحراف بھی کیا اور کچھ ہاتھ بھی نہ لگا (جسکی تفصیل مع حوالہ جات آگے درج ہے)۔

حذیفہ یمانی کی نصرت علیؑ کے لئے اپنے صاحبزادوں سے تلقین کرنا:۔

جناب حذیفہؓ یمانی فرماتے تھے " بعد حمد وثناء رب تعالیٰ کہ جس نے آج تک کے لئے مجھے باقی رکھا ہے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں بیٹوں صفوان وسعد کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ " مجھے حضرت علیؑ کے پاس لے جاؤ اور تم بھی ان ہی کیساتھ رہنا کہ حضرت کو بہت سی جنگیں لڑنا پڑیں گی جن میں بہت لوگ مارے جائیں گے تم یہ کوشش کرنا کہ ان کے ساتھ رہو اور شانہ بہ شانہ لڑنا کیونکہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں اور ان کے مخالف باطن پر ہیں۔ چنانچہ ہر دو صاحبزادگان حضرت علیؑ کے لشکر میں مرد غازی کی طرح جنگ جمل و جنگ صفین میں شریک رہے اور باپ کی وصیت پر عمل کیا۔ جناب حذیفہ بن الیمانؓ ایک بزرگ اصحابی رسولؐ اپنے زہد و تقوی کے لئے مشہور تھے ان دنوں کوفہ میں علیل تھے۔ بعد قتل عثمانؓ علیؑ کی خلافت کاملہ کی خبر سن کر کہا کہ مجھے مسجد کوفہ لے چلو اور علیؑ کی نصرت پر متفق رہو۔ کیونکہ علیؑ بر حق ہیں اور حق بر علیؑ ہے۔ پھر خود بھی منبر پر بیٹھ کر مجمع عام کے سامنے اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر خدا کو گواہ کر کے علیؑ مرتضیٰ کی غائبانہ بیعت کی اور اپنے دونوں بیٹوں سے یہ وصیت فرمائی بعد صرف چالیس دن زندہ رہ کر یہ علیل بزرگ ترین صحابی رسولؐ پاک نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(علامہ مسعود مروج الذہب برحاشیہ جلد ۲ ص ۳۲۵)، تاریخ احمدی۔ تنظیم المکاتب گولہ گنج لکھنو ص ۴ے!)

عبداللہ بن عباس کا مشورہ:۔

حضرت علیؑ نے بعد تکمیل انعقاد بیعت اپنی پہلی فرصت میں انتظام حکومت کیطرف توجہ دی جسکا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ ہر طرف بدامنی طوائف الملکی بد عہدی جنگ و جدل کا منحوس سایہ پھیلا ہوا تھا اور دور عثمانی کے حاکم قطعی نا اہل و مطلق العنان ہو رہے تھے چنانچہ آپ نے ان عثمانی عمالوں کو یکے بعد دیگر معزول کر کے

ان کی جگہ نئی تقرریاں کر کے ان کو اپنے اپنے مقررہ مقامات پر روانہ کیا تاکہ وہ نظم و نسق سنبھال کر امن و خوشحالی بحال کریں۔

عبداللہ بن عباس نے آپ کو مشورہ دیا کہ سارے پرانے والیان و عمال کو امن مکمل طور پر بحال ہونے تک معزول نہ کیا جائے بلکہ ان کی پرانی جگھوں ہی پر قائم رکھا جائے خاص کر معاویہ بن سفیان کو شام کے صوبہ پر مگر حضرت علیؓ نے اس رائے کو منظور نہ کیا۔ مغیرہ ابن شعبہ نے بھی کہا کہ ابھی جلدی نہ کی جائے یہ وقت اس کام کے لئے موزوں و مناسب نہیں ہے۔ عبداللہ ابن عباس وقت شہادت عثمانؓ مکہ میں برائے حج مقیم تھے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ واپس ہوئے تو جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت مغیرہ بن شعبہ تنہائی میں جناب امیر سے کچھ باتیں کر رہے تھے ان کے آجانے پر وہ اٹھ کر چلے گئے۔

عبداللہ ابن عباس نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ مغیرہ سے آپ کی کیا باتیں ہوئیں آپ نے فرمایا کہ "وہ اس کے قبل یہ کہہ رہے تھے کہ ہم پر آپ کا حق ہے۔ آپ کی خیر خواہی و اطاعت ہم پر واجب ہے آپ جملہ صحابائے کرام میں بزرگ و افضل ہیں۔ اہلبیتؑ نبوی میں شامل ہیں ہمارے خلیفہ امیر و سردار ہیں۔ صعاب رائے و تجویز یہ ہے کہ دفع الوقتی نہ کیجاوے۔ انجام پر نظر ہو اور کوئی عمدہ و معقول انتظام و قدم اٹھایا جائے جس سے نہ اس وقت کوئی نقصان ہو اور نہ آئندہ کا خوف۔ میری رائے ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان و عبداللہ بن عامر و دیگر عمال عثمانیہ کو برقرار رکھیئے اور فی الحال کسی کو بھی معزول نہ کیجئے جب فتنہ و فساد رفع ہو کر فضا ہموار ہو جائے پھر اختیار ہے جو چاہیں کریں"۔ میں نے ان کی رائے سے اختلاف کیا وہیں سے معاملہ میں سستی و کجروی پیدا ہونے لگی۔ کسی کی رعایت کی پرواہ نہ کی اپنے کام میں ذلت اور رسوائی دخل اندازی ذراسی بھی مجھے منظور نہیں۔ اس پر مغیرہ نے کہا کہ اگر آپ میری رائے سے اتفاق نہیں کرتے تو کم از کم اتنا قبول کر لیں کہ معاویہ کو معزول نہ کریں کیونکہ وہ اس وقت طاقتور ہے۔ ہمت بڑھی ہوئی ہے اور

اہل شام سب اس کے مطیع ہیں۔ حضرت عمرؓ کے وقت سے شام کے گورنر مقرر ہیں
میں نے کہا یہ نہ ہوگا۔ یہ سنکر مغیرہ چلے گئے۔ میں خوب جانتا تھا کہ ان کے نزدیک
میں غلطی پر ہوں۔ آج پھر آئے اور کہنے لگے کہ پہلی مرتبہ میں نے جو مناسب سمجھا تھا
عرض کیا۔ آپ نے اس کو نہ مانا۔ اب آپکی جو رائے ہو بہتر ہے اسی پر عمل کریں۔
آپ جس کو چاہیں معزول خواہ بحال کریں اللہ تعالیٰ حامی و مددگار رہے گا کسی کی
ہمت و طاقت نہیں جو آپ کی مخالفت کرے۔

عبداللہ بن عباس نے یہ کل ماجرا سن کر کہا کہ مغیرہ کی پہلی رائے کسی حد
تک نہایت خیرخواہی پر مبنی تھی۔ دوبارہ وہ آپ کو کھلا دھوکہ دے گئے۔ حضرت علی
نے پوچھا کہ مغیرہ کی پہلی بات میں کیا خیر خواہی تھی اور دوسری بات میں کیا دھوکا
ہے۔ ابن عباسؓ بولے کہ ہر وقت شہادت عثمانؓ آپ مکہ میں ہوتے یہاں نہ ہوتے
معاویہ اور ان کے اصحاب دنیا دار اور صاحب دولت و حشمت ہیں اگر وہ اپنی جگہ پر
بحال رہے تو ان کو خیال ہی نہ ہوگا کہ ہمارے خلیفہ کون اور کیسے ہیں۔ ان کو تو
اپنی حکومت سے کام ہوگا جو انکو حاصل ہوگی۔ اگر ان کو آپ معزول کریں گے تو
حکومت نہ باقی رہنے سے انکو ملال خاطر ہوگا۔ خلافت عثمانیہ میں اپنی آزادی یاد کر
کے ان کو صدمہ شاق گزرے گا اور ان کے قتل میں آپ کو ملوث کر کے آمادہ جنگ
ہوں گے۔ اہل کوفہ شام و عراق بھی ان کے طرف دار و مددگار ہوں گے پھر وہ خود
خلافت کے دعویدار ہونے کی کوشش کریں گے اور آپ سے انتقام لینے کی تدبیریں
سوچیں گے۔ مجھے تو طلحہؓ و زبیرؓ سے بھی خدشہ ہے کیا عجب کہ یہ دونوں بھی جو ابھی
آپ کی بیعت میں ہیں آپ سے منحرف ہو کر آپ پر حملہ آور ہوں یا معاویہ کے مددگار
ثابت ہوں لہذا میری بھی یہی رائے ہے کہ معاویہ کو ابھی معزول نہ کیا جائے۔ اگر
وہ بیعت کرلیں گے تو بہتر ہے اور میں ضامن ہوتا ہوں کہ بعد کو ایسی تدبیر و حکمت
عملی سے انکو علیحدہ کر دوں گا کہ آپ بھی خوش ہو جائیں گے اور سانپ بھی مر جائے
گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔ ابھی ان کو برطرف کرنے میں یہ بھی اندیشہ ہے کہ

بنی امیہ لوگوں کو دھوکہ دیکر قصاص خون عثمانؓ کا بہانہ تراش لیں گے جیسا کہ اب اہل مدینہ کا مطالبہ ہو رہا ہے۔ اگر یہ صورت حال درپیش ہوئی تو پھر آپ کی حکومت وخلافت کو خود خطرہ ہوگا اور وہ خود اس کو درہم برہم کر دیں گے پھر اس وقت اس کا دفیہ ممکن نہ ہوگا۔ خون کا بازار گرم ہوگا۔ بدامنی کا دور دورہ ہوگا۔ آپکی پریشانیوں میں اضافہ ہوگا اور آپ کی خلافت مستحکم نہ ہوگی نہ ہو پائی ہے۔ ثبات واستقلال کی قدرے کمی اور ضرورت ہے۔ بہتر ہوگا کہ ابھی اس معاملہ کو التوا میں رکھا جائے۔ معاویہ سے آپ کو ہر وقت چوکنا رہنا چاہئے۔ ان کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے وہ آپ کے لئے ہر وقت خطرہ کی علامت ہیں۔

جناب امیرؑ نے فرمایا" معاویہ کے لے میرے پاس ذوالفقار ہے۔ وہ سرکشی پر آمادہ ہیں اور ان کے ارادے میری بابت نیک نہیں ہیں بلکہ ناپاک و ضرر رساں نظر آرہے ہیں اور وہ موقع کے متلاشی ہو رہے ہیں اگر عاجز ہو کر نہ مروں تو ایسی موت سے نہیں ڈرتا لڑ کر شہید ہو جانا میرے لیئے ننگ وعار نہیں "۔ عبداللہ ابن عباس بولے " لاریب۔ آپ مرد شجاع ہیں مگر جنگ کرنے میں اس وقت صائب الرائے نہیں بلکہ عجلت پسندی کو جگہ دے رہے ہیں کیا آپ کو حدیث نبوی یاد نہیں " الحرب خدعتہ " جنگ محض دھوکہ ہے۔" War is frud " آپ نے فرمایا" ہاں یہ سچ ہے کہ حیلہ وتدبیر سے کام خوب نکلتا ہے اور جنگ میں دھوکہ دیکر فتح بھی مل سکتی ہے جو مجھ کو قطعی منظور نہیں "۔

عبداللہ ابن عباس بولے " اگر آپ میرا کہنا مانیں تو میں ایسی راہ اختیار کروں کہ جس سے آپ کا کچھ نقصان بھی نہ ہو۔ نہ کوئی گناہ لازم آوے اور خاطر خواہ آپ کا کام بھی بن جائے۔ وہ لوگ آپ کے خلاف تدبیر سوچتے اور انجام پر غور کرتے رہیں مگر ان کی عقل کام نہ آئے اور آیندہ امور کی بابت ان کی سوجھ بوجھ نہ رہے " حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھ میں آپ کی ایسی بوخو اور خصلتیں نہ ہیں اور نہ معاویہ جیسی حرکات وسکنات۔

ابن عباس بولے " اچھا آپ میرے کہنے پر اپنا مال و اسباب لیکر ینبوع چلے جائیں اور گھر میں گوشہ نشین ہوں کسی کو بلاضرورت قطعی نہ آنے دیں تو اہل عرب خود پریشان ہو کر اور ادھر ادھر کسی کو اپنا خلیفہ نہ پا کر مجبوراً آپ کی طرف رجوع ہوں گے اور سرنگوں ہو کر آپ کے مطیع ہو جائیں گے ۔ اس وقت اگر آپ نے ان کے ہمراہ اپنی نشست و برخاست قائم رکھی تو عثمانؓ کے خون کا انتقام آپ ہی پر عائد کریں گے جناب امیرؑ نے فرمایا یہ رائے تم نے بظاہر ٹھیک دی ہے ۔ مگر ایک کام میں کہوں کرو گے ابن عباس بولے " میں آپ کی اطاعت سے ہرگز باہر نہ ہوں گا " ۔

جناب امیرؑ نے فرمایا میں تم کو شام کا امیر مقرر کرتا ہوں سامان سفر تیار کرو اور شام کی طرف روانہ ہو جاؤ ۔ ابن عباس بولے " میں آپ کی عدول حکمی تو نہیں کر سکتا مگر میرے حق میں یہ حکم مناسب نہیں کیونکہ معاویہ بنی امیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور عثمانؓ کے بھی رشتہ کے بھائی لگتے ہیں ۔ اس وقت ملک شام ان کے قبضہ میں ہے اور لوگ ان کے طابع ہیں ۔ آپ کے مخالفین کی تعداد بھی وہاں بکثرت ہے اور مجھ کو بھی آپ سے قرابت کا تعلق ہے اس وجہ سے مجھے خوف ہے کہ میرے وہاں پہونچنے پر وہ مجھ کو یا تو خون عثمانؓ کے عیوض قتل کر دیں گے یا قید کر کے جو کچھ غبار خاطر آپ کی طرف ہے وہ سب کچھ مجھ پر اتار دیں گے ۔ پہلے آپ معاویہ سے خط و کتابت کریں اور کسی طرح ان سے بیعت تو لیجے اور ان کو امیدوار مراسم خلافت کیجئے ۔

حضرت نے فرمایا یہ تو مجھ سے کبھی نہ ہو گا ابن عباس بھی خاموش ہو گئے ۔

مغیرہ ابن شعبہ جناب امیر سے پہلے ہی اسی بنا پر ناخوش ہو کر چلے گئے تھے کہ انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور مکہ معظمہ چلے گئے ۔ مغیرہ کا خود بھی یہ کہنا تھا کہ اولاً میں نے جناب امیر سے بہ نظر خیر خواہی کہا تھا ۔ جب انہوں نے نہ مانا تو دوسری مرتبہ انکو دھوکہ دیا (ابن اکثیر و ابن خلدون) اس طرح ابن عباس کا قیاس درست نکلا جو انہوں نے جناب امیرؑ سے بطور آگاہی مغیرہ کی گفتگو کے بارے میں عرض کیا تھا ۔

حضرت علیؑ نے جب یہ سمجھ لیا کہ اطراف و جوانب میں اگرچہ ان کی بیعت و اطاعت

قبول کی جاچکی ہے تاہم کچھ گروہ درپردہ ان کی مخالفت پر بھی کمربستہ ہیں اور اس امر میں چہ میگوئیاں و سرگوشیاں شروع ہو گئی ہیں اور یہ سب کچھ طلحہ و زبیر، عائشہؓ مروان اور بنی امیہ کے ہواخواہوں کی ریشہ دوانیوں کا ہی نتیجہ ہے۔ اور اس طرح آپ کا کام بگڑنے لگا ہے اور خلل اندازیاں سر اٹھا رہی ہیں جا بجا آپ کے حاسد و دشمن آپ کے مقرر کردہ عاملوں کو خاطر میں نہیں لاتے اور وہ اکثر ناکام واپس آتے ہیں صرف اہل بصرہ، کوفہ و مصر و مدینہ آپ کے فرماں بردار تھے۔ مگر وہاں بھی مخالف ایجنٹ خفیہ طور پر سرگرم عمل ہو رہے تھے۔ آپ نے سمجھ لیا کہ فتنہ و فساد کی آگ ضرور شعلہ در ہو گی لہذا آپ نے اپنے رفقاء کو برائے مشورہ طلب کر کے فرمایا کہ جس بات کا خدیشہ تھا وہی ظاہر ہونے لگی۔ مفسد لوگوں نے شرارت و فساد پھیلا دیا ہے۔ میری عداوت و مخالفت کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ فتنہ کی آگ تو جس قدر سامان پاتی ہے اسی قدر جلدی اختیار کر کے بھیانک شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ لہذا "گربہ کشتن روز اول" پر کرنا چاہیئے مجھ سے جہاں تک ممکن ہو گا اس آتش فساد کو شعلہ در نہ ہونے دوں گا اور اس کو بجھانے میں پوری کوشش کروں گا۔ کوتاہی میرے حق میں مضر ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر مقصد میں کامیابی ہوئی تو بہتر ہے اور اگر ان مفسدوں نے اطاعت قبول نہ کی تو ان سے جنگ ہی ضروری ہے اور نتیجہ اللہ کے ہی سپرد ہو گا کہ وہ حق و باطل کا فیصلہ کر دے گا۔

"اسی اثناء میں ایک رات امیر المومنینؑ کسی کام سے باہر تشریف لے گئے اور جب آپ کا گزر ابو سفیان کی بیٹی زینب کے دروازے کے قریب ہوا تو آواز سنی کہ ڈھولک پر کوئی شخص عجیب شاعرانہ انداز میں گا رہا تھا جس کا مضمون یہ تھا: طلحہ و زبیر قتل عثمانؓ میں برابر سعی کرتے رہے اور انہوں نے ہی یہ آتش فتنہ و فساد روشن کی ہے۔ اب جو حضرت علیؑ سے بیعت کر لی ہے تو اس کی بھی کوئی اصلیت نہیں یہ دونوں ضرور مخالفت کریں گے۔ وہ تو بظاہر علیؑ کے دوست ہیں مگر دل میں عداوت و کینہ رکھتے ہیں۔ ایک دن ضرور آمادہ جنگ وجدال و قتال ہوں گے۔ حضرت علیؑ نے

دروازے پر ٹھہر کر یہ تمام اشعار جو ڈھولک پر گائے جا رہے تھے سماعت فرمائے۔ اہل خانہ بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔ جس پر آپ کو سخت تعجب ہوا۔ گھر تشریف لائے اور شب بھر ان اشعار کی نسبت غور و خوص کرتے رہے۔ بعد نماز فجر مسجد میں اپنے مخلصین حضرات سے اس کا تذکرہ کیا۔ ان حضرات نے جمعی خاطر کی کہ اپنے قول و قرار پر ثابت رہنے والوں کا اللہ خود حامی و مددگار ہوتا ہے اور انحراف کرنے والوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے"۔

اس واقعہ کے دوسرے ہی دن طلحہ و زبیر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عمرہ کرنے مکہ جانے کی اجازت طلب کی۔ علیؑ نے فرمایا کہ: "تم عمرہ کے واسطے مکہ نہیں جاتے ہو میں خوب جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں کیا سمایا ہوا ہے۔ کیا میں نے شروع ہی میں تم سے نہ کہا تھا کہ مجھے تمہاری بیعت کی اور نہ خلافت کی خواہش ہے تم لوگ نہ مانے اور ضد و اسرار کیا اور قسمیں کھا کر باور کرایا کہ ہم آپ سے باوفا رہیں گے ہرگز کوئی مخالفت نہ کریں گے بلکہ اپنی بیعت کے مطابق عہد و پیمان پر ثابت قدم رہیں گے۔ اب تم دونوں کا ارادہ کچھ اور ہے۔ ظاہر کرتے ہو کہ عمرہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے حال سے خوب واقف ہو اور بہت کچھ میں بھی سمجھ رہا ہوں تمہاری حقیقی منسی کیا ہے۔ تم پر کوئی جبر نہیں کرتے جہاں جانا چاہو چلے جاؤ" یہ سنکر ہر دو نے مکہ کا سفر اختیار کیا۔

مکہ میں حضرت عائشہؓ پہلے ہی سے بنی امیہ کی ایک جماعت مخالف کے ہمراہ موجود تھیں۔ طلحہ و زبیر کے آملنے پر بہت شاداں اور مہربان ہوئیں (کیونکہ ان ہر دو سے آپ کی قریبی عزیز داری تھی) اب علیؑ کے مخالفت پر کمر بستہ ہو کر ان کے دیگر مخالفین از بنی امیہ کو بھی مستعد کر لیا۔ وہ تو پہلے ہی سے اول درجہ کے دشمنان اہل بیعت تھے ان کے ہم خیال و ہم آواز بن گئے اور ایک مہم کے طور پر یہ صلاح و مشورہ طے پایا کہ خون حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کا بہانہ کر کے حضرت علیؑ کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ کر کے فیصلہ کن جنگ کرنی چاہیے کیونکہ عوام پر قتل

عثمانؓ کے غم و غصہ کا اثر ہنوز باقی ہے اور ممکن ہے کہ علیؑ کے خلاف ہمارا اشتعال کامیاب ہو کر بغاوت کی صورت اختیار کر لے۔ علیؑ کی خلافت کو ابھی استحکام بھی نہیں ہے لہذا وہ باآسانی معزول ہوسکتے ہیں"۔ چنانچہ علیؑ کی مخالفت کی یہ سیاسی سازش مکہ میں کامیاب ہوئی۔ ایک لشکر بھی جمع ہو گیا اور سامان حرب و ضرب سے آراستہ ہو کر بسمت شام روانہ ہونے کی تیاری کی گئی کیونکہ وہاں معاویہ سے مزید کمک ملنے کی بھی امید وابستہ تھی۔ (تاریخ اعثم کوفی۔ ص ۲۰۶-۲۰۵۔ ناشر علی پبلیکیشرز، جنازہ گاہ، مزنگ لاہور)۔

مجیب الرحمن شامی اپنے ماہنامہ (قومی ڈائجسٹ) لاہور۔ پاکستان جلد ۴ شمارہ ۹۰ مارچ ۱۹۸۲۔ منجانب اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں حالات بالا پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ "بیعت علیؑ کی رسم عامہ بابت خلافت ختم ہونے کے بعد حضرات طلحہؓ و زبیرؓ چند اکابر و اصحاب ان کے پاس آئے اور قاتلان عثمانؓ سے قصاص لینے کا مطالبہ کیا حضرت علیؑ نے فرمایا فی الوقت ان باغیوں و خوارج کے پاس بڑی قوت ہے اور ان کے خلاف فی الحال کچھ کیا نہیں جاسکتا۔ یہ مناسب موقع نہیں ہے۔ مصلحت وقت مانع ہے۔ ابھی میری خلافت زیادہ مستحکم بھی نہیں ہو پائی ہے۔ آگے دیکھا جائیگا۔ اس پر زبیرؓ نے کہا مجھے کوفہ کا گورنر بناؤ میں وہاں سے فوج لیکر آتا ہوں طلحہؓ نے بھی مصر کی گورنری چاہی تاکہ ان باغی خوارج و جاہل دہقانی بدوں کے مقابلہ میں قوت حاصل کیجائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں غور کروں گا یہ کام بھی اتنی عجلت کا نہیں ہے عبداللہ بن عباسؓ و مغیرہ بن شعبہ نے بھی مشورہ دیا کہ سارے پرانے عثمانیہ دور کے عمالوں و والیان کو امن قائم ہونے تک ان کی پرانی جگہوں پر برقرار رکھا جائے کسی کو معزول کر کے نئی تقرری نہ کی جائے خاص کر معاویہ کو شام کی امیری سے معزول نہ کیا جائے کیونکہ ان کی وہاں کافی طاقت ہے اور پورے طور پر اہل شام ان کے مطیع ہیں اور آپ کے مخالفین کی بھی کثرت ہے۔ مگر حضرت علیؑ نے اس بات کو پسند نہ کیا۔

شام کی گورنری عبداللہ بن عباس کو پیش کی مگر انہوں نے انکار کیا تو سہل بن حنیف کو وہاں کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تو معاویہ کی گھوڑے سوار فوج نے بمقام تبوک ان کو پسپا کر کے واپس کر دیا گیا۔ اور اب معاویہ نے خود کو امیر کے لقب سے مشہور کیا (کیونکہ حضرت علیؑ بھی جناب امیر کے لقب سے جانے جاتے تھے)۔ اور علیؑ کے خلاف بغاوت کی صورت میں صف آرا ہوئے۔ مصر پر قیس بن سعاد کو نامزد کیا گیا مگر وہاں والوں نے اسے نہ مانا۔ اہل بصرہ نے بھی نئے گورنر عثمانؓ بن حنیف کو قبول نہ کیا۔ عمارہ بن شہاب کو کوفہ روانہ کیا گیا تو راستہ ہی میں طلحہ بن خویلد نے عثمانؓ کے قتل کا قصاص کا مطالبہ کرتے ہوئے حضرت علیؑ کو برا بھلا کہہ کر اعتراض کر کے ان کو کوفہ جانے سے روک دیا۔ ادھر موسیٰ اشعری نے جو درپردہ معاویہ سے ساز باز کئے ہوئے تھے اہل کوفہ کی اکثریت کی بیعت علیؑ کا حال معاویہ کو لکھ بھیجا۔ پہلے تو خود اہل مکہ و بنی قریش نے بھی بیعت علیؑ سے انکار کر دیا تھا"۔

عبداللہ بن عباس نے امیر المومنین حضرت علیؑ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ طلحہؓ و زبیرؓ کو کوفہ کی حکومت کا پروانہ لکھدیا جائے اور معاویہ کو حسب حالات حاضرہ شام کی ولایت ہی پر قائم رہنے دیا جائے تاوقتیکہ آپ کی حکومت کی گرفت مستحکم ہو کر قدم مضبوط ہو جائیں پھر جو مناسب سمجھیں ردو بدل کریں یہ مشورہ آپ کے نظریہ کے خلاف تھا۔ قبول نہ کیا اور جواب دیا " تمہارا یہ کام ہے کہ مجھ کو رائے دو آگے مصلحت دیکھنا میرا کام ہے۔ میں دوسروں کی خاطر اپنے دین کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ تم اپنی بات منوانے کے لئے اسرار مت کرو بلکہ میری بات غور سے سنو اور میری اطاعت کرو اور اگر میں تمہاری بات نہ مانوں تو بھی تم کو میری اطاعت لازم ہے۔ (نہج البلاغہ حصہ سوئم فرمان ۳۲۱ ص ۹۱۲)۔

عائشہؓ کا لوگوں کو علیؑ کے خلاف ابھارنا:۔

عائشہؓ سے جب خلیفہ عثمانؓ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے خلیفہ صاحب کے خلاف لوگوں کو ابھارا اور کہا "(قتلوا انعثلا فقد کفر) "اس نعثل یہودی کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔اور پھر کہنے لگیں اگر میں موقع پاؤں تو مروان اور عثمانؓ دونوں کے پیروں میں پتھر باندھ کر سمندر میں پھینک دوں۔یہ جملہ کہا اور اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں اور اپنے غلام کو ساتھ لیکر عمرہ کے قصد سے مکہ روانہ ہو گئیں اور اس وقت تک مکہ میں مقیم رہیں جب تک کہ ان کو قتل عثمانؓ کی خبر ملی (قتل عثمانؓ کی اطلاع پاتے ہی) فوراً مدینہ کا ارادہ کر کے سوار ہو گئیں اور راستہ میں ایک آدمی عبید ابن ابی سلمہؓ ملا جو مدینہ سے آرہا تھا عائشہؓ نے اس سے پوچھا مدینہ میں کیا واقعہ ہوا۔اس نے جواب دیا خلیفہ عثمانؓ قتل کر دیئے گئے ہیں حضرت عائشہؓ نے پوچھا پھر کیا ہوا؟ اس نے کہا حضرت علیؑ خلیفہ ہو گئے (یہ سنتے ہی) کہنے لگیں "مجھے واپس لے چلو اب میں مدینہ نہیں جاؤں گی۔بخدا آسمان کا زمین پر گر پڑنا میرے واسطے عثمانؓ کے قتل سے آسان و سہل ہے"۔

دیکھئے (کتاب "مذہب اہلبیت" تالیف الشیخ محمد مرعی الحلی سابق سنی عالم دین و قاضی القضاۃ ملک شام مطبوعہ لاہور۔نامی پریس صفحہ ۲۴۰ سنہ اشاعت ۱۹۸۰ پاکستان ناشر گردیزا کیڈمی ملتان پاکستان)

مکہ واپس آنے پر لوگوں نے سوال کیا کہ ابھی تو آپ برائے عمرہ مدینہ کے لئے روانہ ہوئیں تھیں اتنی جلدی ارادہ کیوں بدل گیا اور مکہ واپس آگئیں بولیں "یا ایہا الناس" عثمانؓ ظلم سے مارے گئے ہیں قسم بخدا میں ان کے خون کا قصاص ضرور لوں گی میں علیؑ پر خروج کروں گی"۔اس طرح عائشہؓ نے لوگوں کو علیؑ کے خلاف برانگیختہ کر کے قصاص قتل عثمانؓ کے لئے ابھارنا شروع کیا کہ تم لوگ بھی میری مدد پر کمر بستہ ہو جاؤ (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۲۰۵) و (کتاب "مذہب اہلبیت" مؤلف الشیخ محمد مرعی الحلی سابق سنی عالم دین)

قتل عثمانؓ پر معاویہ کا علیؑ کے خلاف ہنگامہ آرائی:۔

قتل عثمانؓ و عائشہؓ کا قصاص کا چرچا عام ہوا اور حضرت علیؑ کو اس سازش و بغاوت میں ملوث کرنے کی مہم کی اطلاع جب معاویہ کو ملی تو معاویہ کی طرف سے ہنگامہ برپا ہو گیا اور اس نے اہل شام کو خلیفہ کا انتقام لینے پر ابھارنا شروع کر دیا اور حضرت علیؑ سے مطالبہ کیا کہ خلیفہ عثمانؓ کے قاتلوں کو جو ان کے علم میں یا پناہ میں ہیں معاویہ کے سپرد کر دیا جائے خلفیہ کی خون الود قمیض اور ان کی بیوی نائیلہ کو بھی معاویہ کے پاس پہنچا دیا گیا اور معاویہ نے خلیفہ صاحب کی قمیض کو سر سبز بلند کر کے لٹکا دیا تاکہ ہر آنے جانے والا اس کو دیکھے اور حضرت علیؑ کے خلاو تاؤ کھائے "۔ (کتاب " مذہب اہلبیت " تالیف الشیخ محمد مرعی الحلبی سابق سنی عالم دین و قاضی القضاۃ شام (حال شیعہ) ترجمہ الحاج علامہ مفتی سید عنایت علی شاہ نقوی ۔امام جمعہ و الجماعت جامع شاہ گردیز ملتان ۔ مفتی سابق ریاست خیرپور مرس سندھ پاکستان صفحہ ۴۰ ۔ ۳۳۹ ۔ ناشر حضرت شاہ یوسف گردیز اکیڈمی ملتان پاکستان سنہ اشاعت ۱۹۸۰ء مطبع نامی پریس پیسہ لاہور اخبار) ۔

حضرت علیؑ کے خلاف قتل عثمانؓ کا بہتان و قصاص کے سلسلے میں عمداً تاخیر و چشم پوشی کی مہم پورے اہتمام سے دیدہ و دانستہ چلائی گئی تاکہ عوام میں حضرت علیؑ کے خلاف مکروہ پروپیگنڈہ پھیلا کر تخت خلافت کو بنی ہاشم سے چھین کر بنی امیہ کو واپس دلانے کی بھرپور کوشش جاری و ساری رکھی جائے ۔ حضرت علیؑ کو اس خطرناک مہم کو کچلنے میں ہزار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔

محمد بن سیرین سے " مروی ہے کہ جب تک حضرت علیؑ کی بیعت کاملہ منعقد نہ ہوئی تھی ان پر خون حضرت عثمانؓ کا اتہام نہ کیا گیا تھا۔ مگر آپ کی بیعت مبارکہ کے بعد ہی لوگوں نے ان کو متہم کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ ایک مخصوص گروہ ایک مخصوص منشا کی خاطر انکا مخالف ہو رہا تھا " ۔ (عقد الفرید جلد ۳ ص ۲۷۵ آخری سطور)

نوٹ - یہ بات بھی غور طلب ہے اور تاریخ میں ہم کو کہیں نہیں ملتا کہ قبل ازیں حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کو ابو لولو فیروز نے اپنی اجرت نہ ملنے کے سلسلہ میں شکم پر زخم کاری دیکر ان کا قتل کر ڈالا تو اس موقع پر اہل اسلام میں اس قدر شور و غوغہ و ہنگامہ آرائی قتل و غارت گری برپا نہ ہوئی تھی اور نہ کسی نے قصاص میں قتل عمرؓ کے لئے کوئی آواز اٹھائی ہو یا کوئی مہم چلائی ہو جتنی قتل عثمانؓ پر عائشہؓ طلحہؓ و زبیرؓ مروان و معاویہ نے علیؑ کے خلاف شورش برپا کر کے ان پر خروج کیا اس کو محض بغض علیؑ و مخالفت اہلبیت کے تعبیر کرنا خلاف عقل و فہم نہ ہوگا - ہر نکتہ سنج اور تاریخ اسلام سے واقف شخص سمجھ لیگا کہ حقیقت کیا اور کہاں ہے -

الغرض ہر طرف عدول حکمی - انتشار و بغاوت کا منحوس سایہ پھیلنے لگا اور طوائف الملوکی جیسی صورت کے آثار نمایاں ہونے لگے خون عثمانؓ کا بہتان علیؑ کے سر تھوپ کر اور ان کے قصاص لینے و قاتلان کی طرف سے چشم پوشی و تاخیر کا عذر لنگ لیکر ان کی مخالفت و معاویہ بن ابو سفیان کی موافقت کوفہ و شام میں بڑھتی گئی اس نازک مرحلہ پر عائشہؓ کا سفر بصرہ بصورت خروج بہ ارادہ جنگ جمل نے آگ پر تیل کا کام کیا - مگر اس کٹھن و دشوار گزار منزل پر امیر المومنین حضرت علیؑ نے بڑے صبر و استقلال سے کام لیا - نہ آپ کے قدم ڈگمگائے نہ ہمت ہاری نہ چہرے پر شکن نمودار ہوئی - بلکہ امت محمدی کی اصلاح - عدل - اخوت و نظام حکومت کی درستی - بیت المال کی حفاظت نفاق و نفرت دور کرنے کے لئے ثابت قدم رہے - بغاوتوں کو دور کرنے و دشمنوں سے مقابلہ کے لئے دیوار آہنی کی مانند ڈٹے رہے کہ ایک ایک کر کے ہر خنجر بکف دشمن نے بھی سرنگوں ہو کر آپ کی حکمت عملی و جوہر شمشیر کا لوہا مانا - آپ ہر حال میں قادر مطلق ہی سے نصرت کے طالب رہے - معاویہ ضرور درپے بغاوت رہے آپ سے سرکشی کی سخت عداوت رکھی - درپردہ جنگ جمل میں عائشہؓ کی مدد کی اور خود جنگ صفین کے بانی ہو کر تاعمر بغض اہلبیت جاری رکھا - قصاص عثمانؓ کا ڈھونگ رچا کر عوام کو علیؑ کے خلاف بھڑکاتے اور اکساتے رہے -

حتیٰ کہ بغض معاویہ ضرب المثل بن گیا۔

دور عثمانیہ کے حکام کی معزولی و نئی تقرریاں:۔

حضرت علیؑ نے اپنی بیعت کاملہ کے انعقاد کے بعد اپنی پوری توجہ بگڑے ہوئے انتظام مملکت اسلامیہ و امور خلافت کو سدھارنے و روبہ اصلاح کرنے پر مذکور کر دی اور اس سلسلہ میں دور عثمانیہ کے جملہ والیان و حکام جو مطلق العنان ہو کر اپنے فرائض منصبی سے قطعی غافل شدہ سرکش ہو رہے تھے اور در پردہ علیؑ کی مخالفت میں شورش بپا کرنے پر آمادہ و کمربستہ تھے وہ گروہ مخالف کے معاون و مددگار بنے ہوئے تھے ۔ان کو خدشہ تھا کہ حضرت علیؑ ایک سخت ایماندار عادل و آمین ہونے کے ناطے ہرگز ان کی نازیبا ناروا ظالمانہ حرکات و عامرنہ اطوار ، بدنیتی ، خیانت و بیت المال کا غلط استعمال ، اقربا پروری و مستحقین کی حق تلفی کو ہرگز برداشت نہ کریں گے جو عثمانؓ کے دور خلافت میں عام ہو چکی تھی ۔اور ان کے قائم کردہ حکام و عمال ان ناگفتہ بہہ باتوں کے عادی بن چکے تھے ۔عوام کچلے جا رہے تھے اور خواص عیش و عشرت میں غرق تھے۔غریبوں اور مظلوموں کی فریاد صدا بصحرا تھی شکایت سننے والا اور اس کا سد باب کرنے والا کوئی نہ تھا ۔ بلکہ سزا الٹے شکایت کرنے والے ہی کا حصہ بن جاتی ۔ عوام حیران و پریشان تھے ہی ۔ان میں غم و غصہ بحد غایت نمودار ہو چکا تھا اور اپنے خلیفہؓ جی سے کافی بد ظن ہو رہے تھے ۔ اب وہ "تنگ آئید بہ جنگ آئید" پر عمل درآمد کرنے پر تل چکے تھے کیونکہ اب اور کوئی چارہ کار باقی نہ تھا کہ ان کی اشک شوئی ہو سکتی ۔ حتیٰ کہ سنگین عوامی یورش و محاصرہ کی صورت میں خلیفہ وقت عثمانؓ کا قتل سرزد ہوا اور مملکت اسلامیہ ایک خونی دور و انقلاب میں داخل ہو گئی ۔ پھر قصاص خون عثمانؓ کا مطالبہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت زور پکڑتا گیا جس کا فوری تدارک وقت کی اہم پکار تھا۔

چنانچہ جناب امیر حضرت علیؑ نے بلا وقت ضائع کئے ان ناکارہ بد عنوان

عمال و حکام عثمانیہ کو معزول کر کے ان کی جگہ نئے عمال و حکام کی تقرری کر دی جو سب کو جام تلخ لگا کیونکہ اب انکا جاہ و حشم بروئے ظلم و ستم چھن رہا تھا۔ لہٰذا اکثر و بیشتر حضرات نے حضرت علیؑ کے فرمان کی عدول حکمی کرتے ہوئے بغاوت پر کمر بستہ ہو کر آمادہ جنگ وجدال شور و شرا بابرپا کرنے میں مصروف ہوگئے۔ ہنگامی حالات اور نزاکت وقت کا تجزیہ کرتے ہوئے جناب امیرؑ نے جلد ہی لپنے اعمال کو بلا و امصار میں مقرر کر کے ان کی روانگی کا حکم صادر فرمایا۔ تاکہ نظم و نسق پر جلد قابو پایا جاسکے۔

۱) ۔ عبداللہ بن عامر کو جو معاویہ کا طرفدار و حامی تھا برطرف کیا اور عثمانؓ بن حنیف کو بصرہ کا والی مقررہ کیا بصرہ میں داخل ہونے میں ان کو کسی نے نہ روکا البتہ عبداللہ بن عامر نے مزاحمت کی آمادہ جنگ ہوئے مگر ان کے بنائے کچھ نہ بن پڑا جنگ کی تاب نہ لا کر راہ فرار اختیار کرنے سے قبل موقع غنیمت پاکر جتنا بھی نقد و جنس ممکن بنا بیت المال کو کھوکھلا کر کے لیکر مکہ کی راہ ناپی اور عائشہؓ پاس آکر ان کو حضرت علیؑ کیخلاف بھڑکانے دہکانے لگے و آمادہ خروج کیا۔ نیز وہ رقم خطیر بھی پیش کر دی جو وہ بیت المال سے خرد برد کر کے ہمراہ لائے تھے کہ اس کو مصارف جنگ میں خرچ کیاجاسکے بصرہ کے دیگر اکابر عمائد و رئیس نے عثمانؓ بن حنیف انصاری کے بصرہ پہونچنے پر کچھ کشمکش سی پیدا کر دی اور باہمی اختلاف رہا۔ بہتوں نے ان کی اطاعت قبول کی اور کچھ نے خاموشی اختیار کی کچھ نے کہا کہ ابھی وہ کسی طرف نہیں ہیں تاوقتیکہ اہل مدینہ کا پورا حال ہم کو معلوم نہ ہو جائے۔ وہ لوگ جس طرف ہوں گے ہم بھی ادھر ہوں گے۔ چنانچہ کچھ لوگ بطور قاصد و شاہد بسمت مدینہ روانہ بھی کئے گئے۔ اس طرح وقتی ہنگامہ رفع ہو گیا اور امن کی فضا ہموار ہو گئی۔ اور نئے والی کو آخرش عمل دخل کا اختیار حاصل ہوا۔

۲) ۔ عمارہ بن شہاب مہاجر کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اثناء راہ میں انکو طلحہ بن خویلد ملے جو بطلب قصاص میں نکلے تھے جب معلوم ہوا کہ عمارہ امیر کوفہ ہو کر

آئے ہیں اور پرانے عامل موسیٰ اشعری کو معزول کر دیا گیا ہے (جو پہلے ہی سے معاویہ سے درپردہ ساز باز کئے ہوئے تھے) تو انہوں نے عمارہ سے کہا کہ ان کے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ وہ واپس ہو جائیں ۔ اہل کوفہ حضرت علیؓ کے مقرر کردہ کسی عامل کو قبول نہ کریں گے کیونکہ وہاں معاویہ و بنی امیہ کا کافی زور و اقتدار ہے اور ابو موسیٰ جو فی الحال امیر ہیں وہ کافی ہیں ان کا بھی عوام پر خاصا اثر ہے ۔ اگر ایسا نہ ہوا اور قتال کی نوبت آئی تو آپ کے قتل کی بھی صورت درپیش ہو سکتی ہے ۔ اہل کوفہ دلیر نڈر اور لڑاکو و جنگجو قسم کے لوگ ٹھہرے ، عمارہ نے مصلحتاً آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر کے واپس ہونے اور صورت حال علیؓ سے بیان کر دی ۔

۳) ۔ سہل ابن حنیف انصاری شام روانہ کئے گئے جب مقام تبوک پہونچے تو ان کو چند مسلح سوار ملے پوچھا آپ کون ہیں کہاں کا ارادہ ہے ۔ وہ بولے میں امیر شام مقرر کیا گیا ہوں سوار بولے اگر حضرت عثمانؓ کی طرف سے حکم ہے تو مبارک ہو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں اور اگر کسی دوسرے نے تقرری کی ہے تو خیر ہے کہ واپس ہو جائیں سہل نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ عثمانؓ مارے گئے اور حضرت علیؓ خلیفہ بعد بیعت کاملہ مان لئے گئے ہیں اور ہم ان کے ہی حکم سے امیر شام ہو کر بھیجے گئے ہیں ۔ سوار بولے ہم کو سب کچھ پتہ ہے ۔ آپ آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں اور واپس جائیں ورنہ آپ قتل ہوں گے شام کے حاکم وقت معاویہ بن ابی سفیان تھے جن کا شام میں کافی اثر و غلبہ تھا ان کے تحت میں ۵ صوبہ بشمول حمص قیرین ، اردن ، فلسطین و بحرین عثمانؓ کے عطا کردہ بوجہ قرابت داری تھے جن کے حاکم وہ خود مقرر کرتے تھے ۔ ان سواروں نے مکرر کہا کہ تمام اہل شام علیؓ کے مخالف اور معاویہ کے موافق ہیں بلکہ خون عثمانؓ کے قصاص کے طالب بھی ہیں ۔ سہل بن حنیف انصاری یہ ماجرا سنکر تبوک سے مدینہ واپس ہوئے اور کل روداد حضرت علیؓ سے بیان کر دی ۔

۴) ۔ قیس بن ساعد عبادہ ۔ بطور والی مصر بھیجے گئے دوران سفر بمقام ایلیہ

آپ کی بھی چند سواروں سے ملاقات ہوئی جو مصر سے آرہے تھے۔ سواروں نے پوچھا آپ کون ہیں اور منزل کہاں کی ہے آپ نے کہا قیس ابن سعد ہوں۔ امیر مصر ہو کر جارہا ہوں۔ یہ بہت زیرک ہوشیار آدمی تھے۔ انہوں نے مصریوں کو ہموار کرنے کا یہ حیلہ تراشا کہ خود کو قاتلان عثمانؓ ظاہر کیا اور کہا کہ میں ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلا ہوں جو مجھ کو پناہ دے سکیں اور میں ان کا حامی و مددگار رہوں گا۔ درحقیقت نہ تو یہ قاتلان عثمانؓ میں تھے نہ ہی بلوائیوں میں یہ تو محض ان کی زیرکی و جدت طبع تھی کہ اس بہانے اہل مصر کی حقیقت دریافت ہو سکے۔ سواروں نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کے ساتھ رہے۔ ان کے مصر میں داخل ہوتے ہی مصریوں میں پھوٹ پڑگئی۔ ایک فریق نے ان کی اطاعت قبول کی۔ دوسرا غیر جانب دار رہا۔ ان کا قول تھا کہ اگر حضرت عثمانؓ قتل کئے گئے یا کئے جائیں گے تو ہم ساتھ ہیں ورنہ الگ ہیں جب تک ہم کو کوئی از خود نہ چھیڑے گا ہم کسی سے قتال نہ کریں گے۔ تیسرے فریق نے حضرت علیؓ کا ساتھ اس شرط پر دینا منظور کیا کہ وہ خون عثمانؓ کا بدلہ ہمارے مصری بھائیوں سے نہ لیں جو اس مہم میں کافی تعداد میں شریک تھے بلکہ حضرت علیؓ ارادہ قصاص کو ہی ترک کردیں کچھ نے کہا جب تک اہل مصر جو مدینہ حضرت عثمانؓ کی غفلت و وعدہ فراموشی کی بابت ان کے مقرر کردہ عمال کی شکایت لیکر گئے ہوئے ہیں واپس نہ آجائیں اور ان کو وہاں کی صورت حال کا علم نہ ہو جائے وہ کچھ نہ کریں گے نہ کسی کی اطاعت نہ مخالفت قیس ابن سعد ابن عبادہ نے کل کیفیت حضرت علیؓ کو لکھ بھیجی۔ مصر میں یہ صورت حال وچپقلش عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح منافق کی ہی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اس سے قبل وہ مصر کا گورنر رہ چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر سن کر معاویہ کے پاس شام چلا گیا۔ پھر جنگ جمل و صفین میں شامی لشکر میں شریک رہا اور حضرت کے خلاف جنگ کی اور زہر اگلا کیا (ابن اثیر و ابن خلدون)۔

۵) ۔ عبداللہ بن عباس یمن بھیجے گئے وہاں یعلیٰ بن منیہ والی تھے۔ انہوں نے

تمام خزانہ بیت المال کو قبضہ میں کر کے کل نقد و جنس لیکر مکہ معظمہ جا کر عائشہؓ سے آملے جو حضرت علیؑ پر خروج کرنے کی ادھیڑ بن میں سرگرم تھیں سب کچھ ان کے حوالے کر دیا۔ چھ لاکھ دینا چھ سو اونٹ کی پیش کش نے انکی اور حوصلہ افزائی کی اس رقم خطیر سے سامان حرب و ضرب مہیا کیا گیا یعلیٰ نے اپنا ایک قیمتی سرخ رنگ کی نسل کا اونٹ جو اس نے دو سو دینار کا خریدا تھا وہ بھی ان کے حوالے کر دیا۔ جو آنیوالی جنگ جمل میں عائشہؓ کی سواری کے لئے منتخب کیا گیا اور اسی "عسکر" نامی اونٹ پر بیٹھ کر میدان جنگ کی کمان ام المومنین عائشہؓ نے سنبھالی یہ اونٹ کافی قد آور اور تیز رفتار تھا جس پر بیٹھ کر دور تک میدان جنگ کا نظارہ ممکن تھا۔ عبداللہ بن عباس بہ آسانی بلا کسی مزاحمت شہر میں داخل ہوگئے اور اپنے فرائض منصبی انجام دینے لگے۔ مگر آپ کو خزانہ و بیت المال خالی ملا۔ مالی مشکلات کی بنا پر انتظام کرنے میں آپ کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا جس کی اطلاع جناب امیر کو دیدی گئی۔

۶) ۔ معبد بن عباس کو بحرین کا صوبہ سونپا گیا جو معاویہ کو خلیفہ عثمانؓ نے بطور عطیہ دے رکھا تھا وہاں بھی کوئی خاص مزاحمت درپیش نہ ہوئی اور قبضہ آسانی حاصل ہو گیا اہل یمن نے و بحرین نے اطاعت قبول کر لی۔ بحرین تجارت کے اعتبار سے اہم مقام شمار ہوتا تھا۔

۷) ۔ عون بن عباس کو یمامہ کا حاکم مقرر کیا گیا وہاں بھی عوام نے لبیک کہی اور مطیع ہوگئے۔

۸) ۔ قسم بن عباس کو چاہ زم زم کی نگرانی و محافظت عطا ہوئی جو بڑے شرف کی بات تھی۔

۹) ۔ سفایہ کو حرم شریف کے انتظام کا شرف مرحمت ہوا۔

۱۰) ۔ سماجہ بن عباس کو تہما کا تاج امارت عنایت ہوا۔

اس طرح حضرت علیؑ نے کلیدی مقامات کو اپنے قابل اعتبار و ایماندار عمال کی نگرانی و سپردگی میں دیکر ایک صاف ستھرے معاشرے نظام مملکت اسلامیہ کو

رائج فرمایا جس کی ایک عرصہ دراز سے رعایا تشنہ بہ لب تھی۔ چنانچہ اس نظام حیدری کو بہ رضا و خوشی سراہا گیا۔

طلحہ و زبیر کو کوئی اعزاز نہ ملا جبکہ وہ خود بصرہ و کوفہ کی گورنری پانے کے لئے بڑے مشتاق و خواہاں تھے۔ چنانچہ وہ کبیدہ خاطر ہوئے اور اسکا انکو بہت قلق رہا۔ وہ مایوس ہو گئے اور انکی امیدوں پر پانی پھر گیا، ان کو امید قوی تھی کہ حضرت علیؑ ان کو یہ علاقے ضرور مراحمت فرمادیں گے۔ جب کچھ بن نہ پڑا تو حضرت علیؑ سے عمرہ ادا کرنے کا بہانہ بنا کر مکہ جانے کی اجازت چاہی۔ پھر مکہ معظمہ جا کر عائشہؓ سے جا ملے اور امیر المومنین سے نکث بیعت بھی کر ڈالی جس میں اولاً یہ ہر دو اشخاص پیش پیش تھے اب منکر ہو کر علیؑ پر خروج کرنے پر طلوع ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ کے کان علیؑ کی مخالفت میں خوب بھرے وہ تو پہلے ہی سے علیؑ کے خلاف قصاص قتل عثمانؓ کا نقارہ پیٹ رہی تھیں ان کے ورغلانے و بھڑکانے میں آکر خروج کی چنگاری کو شعلہ ور کیا اور لشکر جمع کرنا شروع کیا جنگ جمل کا نقشہ و پلان مرتب ہوا۔

چلتے وقت حضرت علیؑ نے ہر دو سے فرمایا گو کہ تمہارا ارادہ زیارت خانہ کعبہ و اسکی استانہ بوسی نہیں ہے بلکہ بغاوت ہے شرارت و فتنہ انگیزی ہے یہ تو محض ایک عذر ہے اس کی وجہ بھی میں خوب سمجھ رہا ہوں۔ بہر کیف اب میں تم کو روکتا بھی نہیں تم کو اجازت ہے جہاں چاہے چلے جاؤ" اجازت دیتے وقت رخصت سے قبل علیؑ نے ہر دو سے دوبارہ بیعت لے لی تھی کہ حجت قائم ہو سکے (روضۃ الاحباب جلد ۳ ص ۱۵-۱۴)۔

باب چہارم

مکہ میں جنگ کی تیاریاں

عبید اللہ بن ابی سلمہ سے مدینہ جاتے ہوئے مقام سرف پر عثمانؓ کے قتل کے ساتھ ساتھ حضرت علیؑ کی بیعت عامہ و خلافت کاملہ کی خبر جب عائشہؓ کو ملی تو وہ سخت مضطرب و مضمحل ہو گئیں اور بولیں کہ "یہ کیا غضب ہوا کاش قتل عثمانؓ کے ساتھ علیؑ کی بیعت خلافت نہ ہوئی ہوتی۔ اس سے قبل آسمان زمین پر پھٹ پڑا ہوتا عثمانؓ ظلم سے مارے گئے ہیں۔" واللہ میں ان کے خون ناحق کا بدلہ ضرور لوں گی" یہ کہتے ہوئے وہ پھر مکہ واپس لوٹ گئیں جب باب المسجد کے قریب اتریں تو لوگ حیرت سے ان کے گرد جمع ہوئے اور پوچھا "اے ام المومنین آپ کی اس قدر جلد واپسی کیوں ہوئی ابھی تو آپ برائے عمرہ مدینہ کے لئے روانہ ہوئی تھیں آخر پلٹ کیوں آئیں"؟ جواب میں مکرر وہی زہر آلود الفاظ دہرائے اور عوام میں ہیجانی و بے اعتمادی کی لہر دوڑانے لگیں۔ حطیم میں پردہ ہوا وہاں قیام کیا حرم شریف میں لوگ جمع ہوئے تو آپ نے ایک پر زور تقریر کی۔

تقریر عائشہؓ:۔

"لوگو! افسوس صد افسوس۔ اطراف و جوانب کے بازاری دہقانی سنگدل مدینہ کے غلام وغیرہ جمع ہو گئے اور بلوہ کر دیا۔ اہل مصر یمن اور مدینہ کے لوگ بھی جتھے بنا بنا کر یورش میں شامل ہو گئے اور ناحق عثمانؓ مقتول کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے محض اس بنا پر کہ انہوں نے نو عمر ناتجربہ کار و نااہل لوگوں کو اقربا پروروں کی خاطر حکومت و امارت دیگر ممالک اسلامیہ میں عمال مقرر کر کے بھیجے تھے۔ جنہوں نے عوام الناس کو من مانی طور پر پریشان کر رکھا تھا۔ لوگ ان عمال کے

شاکی تھے اور غیر اطمینانی کی صورت میں ان کا تبادلہ و معزولی چاہتے تھے جو عثمانؓ مقدم نہ کر سکے۔ حالانکہ ان سے پہلے بھی جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے بھی کچھ ایسا ہی کیا تھا کچھ ان کی ایجاد تو نہ تھی بلکہ غلط پروری تھی جو سدھاری جا سکتی تھی جس کے لئے وہ فی الوقت مجبور تھے گو کہ وہ پہلے بھی ایسے وعدہ ضرور کر چکے تھے جو اختصار وقت کی بنا پر پورے نہ کئے جاسکے۔ حالانکہ ان الزامات پر انہوں نے چراگاہوں کے لئے زمین خاص کر دی تھی۔ الزامات کی جوابدہی کر دی گئی تھی۔ انکے حسب خواہش عمال کو بدل کر بہتر انتظام کرنے کا وعدہ دوبارہ بھی کر لیا تھا۔ پھر بھی یہ لوگ شر و فساد سے باز نہ آئے اور بلاعذر قوی و دلیل محکم اپنے دعویٰ دار ادے پر بضد رہے، بلکہ شورش کو اور بھی زیادہ کر کے ان کے محل کا سخت محاصرہ کر لیا اور رسد بھیجنی بند کر دی۔ افسوس ان لوگوں نے بد عہدی کی۔ بلا سوچے سمجھے عجلت میں اس فعل مکروہ کے مرتکب ہوئے جس کی تلافی ناممکن اور سزا مستحسن ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ پہلے ان پر سخت دباؤ ڈالکر وعدہ کرالیا پھر بغیر خلاصہ موقع دیے ہوئے انکو قتل کر ڈالا ان کی زوجہ نائلہ کو بھی معزوب کر ڈالا۔ جو خون اللہ نے حرام کیا تھا وہ انہوں نے بہا ڈالا جس شہر کو اللہ نے پاک و مقدس قرار دیا تھا وہاں انہوں نے خون کی ندیاں بہادیں جس مہینے میں خونریزی منع تھی اس ماہ انہوں نے خونریزی کی جس کا مال لینا ناجائز تھا اس کو لوٹا گیا۔ بازارین تاراج کر ڈالی گئیں۔ واللہ عثمانؓ کی ایک انگلی تمام روئے زمین کے ان اشراف سے افضل ہے جو لوگ تہمت لگا کر ان کی عداوت پر کمربستہ ہوئے۔ پھر خون کیا۔ حضرت عثمانؓ تو اس سے ایسے پاک ہو گئے جیسے لوہا کیٹ سے اور کپڑا میل سے صاف ہو جاتا ہے"۔

عبداللہ بن عامر اس وقت عثمانؓ کی طرف سے مکہ کے عامل مقرر تھے اور ان کے ہوا خواہوں میں تھے اس تقریر کو سنکر بولے کہ میں سب سے پہلے حضرت عثمان کے خون کا قصاص لینے والوں میں ہوں گا۔ ان کے ساتھ جملہ بنی امیہ سعید ابن العاص ولید ابن عقبہ وغیرہ بھی شامل ہو گئے پھر عبداللہ بن عامر کریز حاکم بصرہ بہت

سامال نقد لیکر آ گئے۔اور یعلیٰ ابن امیہ جو یمن میں بیت المال کا آمین مقرر تھا۔ اپنے ہمراہ کثیر مال و متاع و رقم خطیر لیکر بیت المال کو خالی چھوڑ کر مکہ آگیا۔ اس کے ہمراہ چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم تھے ۔ اونٹوں کو مکان پر باہر میدان میں چھوڑا اور نقدی عائشہؓ کے حوالے کر دی ۔ اس اثناء طلحہؓ و زبیرؓ بھی علیؑ سے منحرف ہو کر نکث بیعت کر کے عمرہ بجا لانے کے بہانے عائشہ سے آملے حال دریافت کئے جانے پر انہوں نے عائشہؓ سے دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ ہم بلوائیوں کے خوف سے جان بچا کر بھاگ آئے ہیں ۔ وہ لوگ پوری طرح اشراف و اکابرین مدینہ پر غالب ہو گئے ہیں ۔ اہل مدینہ حضرت علیؑ کا دم بھر رہے ہیں اور ان کو اپنا خلیفہ برحق مان چکے ہیں ۔ عائشہؓ بولیں تو کیا ہوا ہم ان پر خروج کریں گے ۔ اس طرح باقاعدہ و منظم قصاص خون عثمانؓ کی مہم شروع ہو گئی ۔

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو جب وہ مدینہ میں ہی تھے معلوم ہوا کہ ام المومنین عائشہؓ مکہ میں عثمانؓ کی مظلومیت کا ڈھونگ بنا کر علیؑ کے خلاف مہم قائم کیئے ہوئے ان کو قتل عثمانؓ میں ملوث و ذمہ دار ٹہرا رہی ہیں تو انہوں نے عبداللہ ابن زبیر کی معرفت بذریعہ خطوط چکے سے مکہ روانہ کیا جو عائشہؓ کو ملے ۔ خطوط کا متن یہی تھا کہ جو مہم بابت قصاص انہوں نے قائم کر رکھی ہے اس میں مزید کوشاں رہیں اور تحریک میں ہر ممکن جوش و خروش پیدا کرتی رہیں ۔ لوگوں کو بیعت علیؑ سے باز رکھیں ہم لوگ بھی جلد ہی مکہ آرہے ہیں ۔ چنانچہ ایسے خطوط و پیغامات سے عائشہؓ کے حوصلے بلند و ارادے راسخ ہوتے گئے اور انہوں نے تن من دھن سے زور لگا کر لوگوں کو علیؑ کیخلاف بھڑکانے میں کوتاہی نہ کی بلکہ قصاص کے نام پر مسلمانوں کو دعوت عام جہاد کہہ کر دی گئی ۔ یہی وجہ تھی کہ طلحہؓ و زبیرؓ عمرہ ادا کرنے کا عذر لنگ لیکر علیؑ سے مکہ جانے کی اجازت پر برابر اسرار کر رہے تھے اور حضرت علیؑ ان کے مذموم ارادوں کو تاڑ چکے تھے چنانچہ یہ کہتے ہوئے اجازت دیدی کہ ان کا ارادہ عمرہ کا نہیں ہے بلکہ غداری کا ہے ۔ جہاں چاہیں چلے جائیں ۔

دراصل طلحہؓ و زبیرؓ اس قصاص کی آڑ لیکر علیؑ کے خلاف ہنگامہ آرائی کر کے اپنی محرومی و ناکامی کا بدلہ لینے کے درپے تھے کہ انکو بعد بیعت و خلافت علیؑ نے ان کو کوئی فضیلت و منصب عطا نہ کیا جس کے وہ عرصہ سے خواہاں تھے اور اسی لالچ و امید میں وہ دونوں بیعت علیؑ میں پیش پیش رہے تھے قتل عثمان میں بھی ان کا رول اہل مدینہ پر روشن تھا۔ اس لئے ان کے لئے اس مہم کی کامیابی کے لئے مدینہ ناموزوں اور مکہ عین موافق مقام تھا جہاں ام المومنین کے علاوہ سابق گورنر مکہ عبداللہ بن عامر، مروان بن الحکم ولید بن عقبہ و دیگر مشائخ بنو امیہ اس پروپیگنڈے کو ہوا دینے اور مہم کو تیز تر کرنے کے لئے جمع ہو چکے تھے اور باہمی صلح و مشورہ (line of action) طے کرنے کے لئے جاری وساری تھے۔ اس موقع پر طلحہؓ و زبیرؓ کا بھی آملنا سونے پر سہاگے کا کام کر گیا۔ مہم نے تیزی پکڑی لشکر جمع ہونا شروع ہوا۔ اور انتظامات جنگ درست ہونے لگے۔

لشکر عائشہؓ کے لئے اسلحہ و رسد کی فراہمی:۔

ایک اچھے لشکر کے لئے جہاں جانباز و بہادر سپاہیوں، آزمودہ و تجربہ کار سرداروں کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اچھے ہتھیار، رسد و سامان نقل و حمل کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اور جنگی سامان حرب و ضرب کے لئے رقم کثیر درکار ہوتی ہے۔ عائشہؓ کے لشکر کے لئے اول اول یہ مشکلات درپیش تھیں اور ہر شعبہ کی کمی محسوس ہو رہی تھی جس کے لئے بھاری رقم درکار تھی جو فی الحال مہیا نہ تھی مگر یہ کمی حالات کے تحت از خود پوری ہو گئی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بصرہ کا معزول حاکم عبداللہ بن عامر کریز بیت المال کی ساری پونجی لیکر مکہ پہونچ گیا۔ اور یمن کا مفرور حاکم یعلیٰ ابن امیہ بھی چھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹ اپنے ہمراہ لاکر حضرت عائشہؓ کے زیر سایہ پناہ گزین ہوا۔ یہ تمام سرمایہ جنگی اخراجات کے لئے کافی تھا اور اسی کام کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ کثرت سے سامان حرب و ضرب، نقل و حمل و رسد و خیام کی

فراہمی شروع ہو گئی۔ یہ مال مسروقہ عائشہؓ طلحہ و زبیر کی تحویل میں دے دیا گیا۔ پھر حملہ اکابر مکہ و مدینہ نے بھی کافی رقوم پیش کیں (تاریخ ابو الفداج ا ص ۱۷۲) اب یہ چار ہزار کا لشکر سامان حرب و ضرب و دیگر اشیائے ضرورت سے آراستہ ہو کر برائے خروج بر علیؑ تیار ہوا۔

بصرہ کا انتخاب بطور رزمگاہ:۔

میدان کارزار کی تجویز ایک اہم مسئلہ تھا اور اختلاف رائے بھی تھی لہذا ایک بیٹھک عائشہؓ کے گھر پر رکھی گئی جہاں سب نے کافی غور و فکر بحث و مباحثہ جاری رکھا۔ عائشہؓ کی رائے کے مطابق مدینہ رزمگاہ زیر تجویز تھا کہ پہلے اس دار الخلافہ ہی پر حملہ کر کے اہل کو تباہ و تاراج کر دیا جائے۔ مدینہ ریڑھ کی ہڈی کی طرح اہم تھا۔ لہذا عائشہؓ کی نظر ادھر ہی مرکوز تھی کہ اگر مدینہ کلی طور پر قابو میں آگیا تو دیگر ممالک اسلامیہ پر تسلط بہ آسانی قائم ہو جائے گا۔ مگر شرکاء میٹنگ نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور کہا کہ اہل مدینہ سے جنگ اور فتح مشکل و محال مرحلہ ہوگا اور اگر فتح نہ ہوئی تو ہماری کمر ٹوٹ جائے گی اور ہمارا سارا شیرازہ بکھر جائیگا۔ کیونکہ مدینہ خود عثمان کا مخالف و علیؑ کا موافق ہو رہا ہے اور علیؑ اس وقت مدینہ ہی میں موجود ہیں لہذا جنگ کے لئے مدینہ ہر اعتبار سے ناموزوں ہے۔ یہ بات مان لی گئی۔ یہ طے ہوا کہ جنگ مکہ و مدینہ سے باہر کسی دور مقام پر لڑی جائے۔ جہاں علیؑ کو لشکر فراہم کرنے میں بھی دشواری ہو کیونکہ ابھی وہ جنگ کی طرف سے بے خبر ہیں اور ہمارا لشکر تیار ہے۔ چنانچہ زبیر نے شام کی طرف بڑھنے کو کہا۔ معاویہ کو بھی خبر ملی کہ بنو امیہ کی ٹولی بشمول عائشہؓ نیز دیگر طلحہؓ زبیرؓ و دیگر شیوخ مکہ علیؑ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہیں اور علاقہ شام میں داخل ہو کر جنگ لڑی جائے تو وہ سخت برہم ہوا اور ان کو شام میں نہ گھس آنے کے لئے ایک شاطرانہ چال یہ چلی کہ چند اشعار ان کے واسطہ گم نام طور پر لکھے کہ لکھنے والے کا نام ظاہر نہ ہو اور ان کو ایک اجنبی شخص کے ہاتھ مکہ میں بھیجے جہاں ان کو شب کی تاریکی میں ان حضرات کے قیام گاہوں کے سامنے دیوار پر چسپاں

کرا دیئے۔ طلحہ وزبیر نے جب صبح کو یہ نوشتہ پڑھا تو وہ پھاڑ کر پھینک دیا اور سمجھ لیا گیا کہ یہ شاطرانہ چال معاویہ کی ہی ہے اسکا منشاء ہے کہ شام میں نہ ٹھہرا جائے چنانچہ شام جانے کا ارادہ بدل دیا گیا۔ان اشعار کا مضمون کچھ اس طرح تھا:

"جناب عائشہؓ طلحہؓ وزبیرؓ کو نصیحت کو کہ جس کے ماننے میں ان ہی کا سراسر فائدہ ہے کہ وہ علاقہ شام میں معاویہ پاس نہ جائیں اور اسکو ناخوش کرنے میں انکو نقصان ہی ہوگا۔وہ ان کی آمد سے رنجیدہ ہوگا کیونکہ معاویہ بڑا حیلہ ساز اور شاطر شخص ہے قابل بھروسہ نہیں ہے۔جس وقت عثمانؓ نرغہ میں گھرے تھے اور مجبور ہو کر امداد کے طالب ہوئے تو اس نے ان کی مدد نہ کی اور یہ بات سب سمجھتے ہیں کہ اس نے عثمانؓ کے پاس جانے یا مدد نہ کرنے سے اس کا کیا مطلب تھا۔اگر معاویہ عثمانؓ کی مدد کر دیتا تو یہ حادثہ ٹل جاتا"۔(ماخوذ از تاریخ اعثم کوفی ص ۲۰۷ ناشر علی پبلیکیشرز لاہور)۔

حافظ عبدالرحمن لاہوری اپنے "رسالہ المرتضیٰ" میں لکھتے ہیں کہ ولید ابن عقبہ نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا بلکہ بصرہ کی طرف بڑھنے کا مشورہ دیا۔عبداللہ بن عامر ابن کریز نے بھی کہا کہ بصرہ چلنا زیادہ مناسب ہے۔اہل بصرہ میرے احسان مند ہیں اور میرا وہاں کافی رسوخ واثر ہے۔اس کے علاوہ ان لوگوں کا ذاتی رجحان بھی طلحہ کی طرف زیادہ ہے اور جب یہ ہمارے ساتھ شریک جنگ ہیں تو ہم کو امید ہے کہ وہ لوگ جلد ہی ہمارے مطیع ومددگار ہو جائیں گے۔حضرت عثمانؓ نے اپنی محصوری کے دوران معاویہ واہل شام وموسیٰ اشعری سے مدد طلب کی تھی اور اپنی بے بسی کا ماجرا لکھ بھیجا تھا۔مگر باوجود قوت وشوکت ہر دو نے مدد دینے سے جان بوجھ کر پہلو تہی کی تھی۔بلکہ معاویہ نے تو یوں دھوکہ دیا کہ ایک لشکر بظاہر تو روانہ کیا مگر حکم یہ تھا کہ وہ محض دور سے تماشائی بنا رہے۔صورت حال کا جائزہ لیتا رہے اور ہرگز جنگ میں کوئی حصہ قطعی نہ لے بلکہ عثمانؓ کے محصور شدہ محل کے قریب بھی نہ جائے۔نہ ان کی کسی قسم کی از خود مدد کرے۔اس سے تو ان کا یہ مطلب ظاہر ہوتا

ہے کہ شام کا علاقہ بے خوف و خطران کے قبضہ و اختیار کلی میں رہے اور دوسرے علاقوں پر بھی حملہ و قبضہ کرنے کا ان کو موقع ملتا رہے۔ ان سے یہ امید رکھنا کہ وہ شام کا علاقہ بطور رمزگاہ ہم کو حوالے کر دیں گے یا خود ہمارے معاون و مددگار یا بہی خواہ ثابت ہوں گے خیال خام ہے۔ بلکہ موقع ملا تو دھوکہ بھی دے سکتے ہیں۔ ان کی تو ہمیشہ دورخی پالیسی رہی ہے۔ اس پر ابن عامر بن کریز نے کہا کہ "معاویہ کے ہوتے ہوئے شام میں تمہاری ضرورت نہیں ہے" (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۴۴۴)۔

کچھ لوگوں نے ابن عامر کے بصرہ چھوڑ کر چلے آنے پر بھی اعتراض کیا کہ تم نے برا کیا جو بصرہ چھوڑا۔ معاویہ ہمارے ہم خیال ہو جاتے ان پر ہم کو اطمینان ہے۔ اگر تم بصرہ میں موجود ہوتے تو ہم کو بصرہ کی طرف س بھی اطمینان ہو جاتا۔

بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ مدینہ کو چھوڑا جائے کیونکہ ابھی ہم کو بلوائیوں سے سیدھی ٹکر لینے کی پوری قوت حاصل نہیں ہو سکی ہے وہ لوگ مدینہ پر چھائے ہوئے ہیں اور فضا ان کے حق میں ہموار ہے۔ فی الحال بصرہ کو اپنے قبضہ میں آجانے پر ہماری طاقت ضرور بڑھ جائے گا۔ پھر اہل مدینہ و بلوائیوں سے نمٹ لیا جائیگا۔ اہل مکہ نے اس بات کو پسند کیا۔

اس کے بعد لوگ عبداللہ ابن عمر پاس گئے جو اس وقت مکہ میں بغرض عمرہ موجود تھے ان سے بھی مدد کی درخواست کی گئی مگر انہوں نے انکار کیا کہ تم لوگ مجھ کو دھوکہ دیکر مجھے گھر سے نکال کر بے گھر کرنا چاہتے ہو میں تمہارے دام فریب میں نہ آؤں گا۔ میں اہل مدینہ کے ساتھ ہوں جو وہ کریں گے وہی میں کروں گا۔ مجھ سے یہ امید نہ رکھنا کہ علیؓ کو دیئے ہوئے قول و وعدہ سے روگردانی کروں۔ کسی اور کو تلاش کر لو۔

بصرہ کو میدان کارزار بنانے میں لشکر مخالف کو یہ فائدہ بھی پیش نظر تھا کہ ایک طرف شام ہے جہاں معاویہ برسراقتدار ہے اور دوسری طرف عراق۔ اگر عراق پر تسلط قائم ہو گیا تو حجاز ان دو طاقتوں کے درمیان گھر کر رہ جائیگا جس کے بعد

جغرافیائی اعتبار سے علیؑ کو کڑی دشواریوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ ان کی فوجی کمک کمزور پڑ جائے گی پھر ان کی سپاہ و لشکر کو شکست دینا آسان ہوگا یا پھر وہ ان دونوں قوتوں کے آگے خود ہی سرنگوں رہیں گے اور ہمارا بول بالا رہے گا مگر یہ محض ان کا خیال خام تھا۔ صف شکن۔ ید اللہ، حیدر کرار غیر فرار سے لوہا لینا ان کے لئے نا ممکنات میں سے تھا۔

لہذا ان جملہ امور سے یہ اندازہ و نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ عائشہؓ اور ان کے ہم اثر کے پیش نظر خون عثمانؓ کا قصاص کا جذبہ و جوش کارفرما تھا ہی نہیں بلکہ اصل منشاء و مقصد تو کچھ اور ہی تھا۔ اگر واقعی قصاص لینا ہی مقصود تھا تو بصرہ کو میدان جنگ بنانے کے بجائے مدینہ ہی کو محاذ جنگ چنا ہوتا جہاں عائشہؓ کی سابقہ جولانیاں و ریشہ دوانیاں اپنا اثر دکھا سکتی تھیں اور وہاں حادثہ عثمانؓ کے ذمہ دار افراد منہ پر لاعلمی کی نقاب ڈالے ہوئے کافی تعداد میں موجود تھے جو بہ آسانی گرفت میں آسکتے تھے اور ان پر حد قائم کی جا سکتی تھی۔ بصرہ دور بھی تھا اور مدینہ قریب تھا۔

عائشہؓ کا ام سلمٰی سے بغرض امداد ملاقات کرنا:۔

بحالت قیام مکہ سب سے پہلے جناب عائشہؓ ام سلمہؓ سے ملنے گئیں جو فریضہ حج ادا کرنے کی خاطر مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھیں تاکہ ان کو بھی اپنے ساتھ سفر بصرہ میں شریک کر سکیں اور علیؑ پر خروج کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہوں بعد رسم آداب و سلام عائشہؓ نے ام سلمہؓ سے کہا کہ اے بنت ابی امیہ تم اول بی بی ہو جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اور بوجہ شرف زوجیت نبی تمہاری قدر و منزلت عوام میں بھی عظیم و ہر دلعزیز ہے اور تم امہات المومنین میں اپنے فضائل کی وجہ سے خصوصیت سے جانی پہچانی جاتی ہو اور ممتاز ہو۔

تم بخوبی واقف ہوگی کہ بلوائیوں نے ایک گروہ عظیم کی صورت میں عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ و محاربہ کر کے گھر میں گھس کر ان کو قتل کر ڈالا ہے اور اب اس

مقتول خلیفہ کے طرفداروں نے قاتلوں سے انتقام لینے کا ارادہ کیا ہے اور ہر طرف اس قتل ناحق کا چرچا ہو رہا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبداللہ بن عامر نے بصرہ میں ایک کثیر فوج بھی تیار کر لی ہے جو قصاص قتل عثمانؓ کے لئے پا بہ رکاب ہمہ وقت تیار ہے۔ میں ڈرتی ہوں کہ اس قصبہ کی وجہ سے مسلمانوں میں باہمی کشت و خون محاربہ و مقاتلہ واقع ہو گا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر سفر بصرہ میں تم بھی میرے ہمراہ شرکت کرو اور میرے ارادے کی موافقت کرو گی تو مجھ کو مزید تقویت پہونچے گی شاید اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کی وجہ سے مسلمانوں میں باہمی جنگ و جدال کی وجہ کو رفع کر کے اس کے بجائے اس امر کی اصلاح کر دے اور خون عثمانؓ و اس قصاص کا عقدہ کھول دے۔ طلحہ، زبیر و مروان بھی میرے ہم خیال و ہمسفر ہیں اور باغی بلوائیوں سے لوہا لینے کو تیار ہیں اور خود بھی 5/6 ہزار کا لشکر مع اسلحہ و رسد وغیرہ تیار کر رکھا ہے جو کوچ کو تیار ہے۔

ام سلمہؓ نے فرمایا کہ اے دختر ابوؓ بکر تم خود بھی عثمانؓ کا بدلہ لینے کو آمادہ ہو اور بظاہر اصلاح کا عذر لنگ پیش کرتی ہو گو کہ قسم بخدا قبل ازیں تم ہی ان پر سب سے زیادہ غضبناک تھیں اور برملا کہا کرتی تھیں کہ۔

"خدا لعنت کرے اور قتل کرے اس نعثل کو یہ کافر ہو گیا ہے"۔ کیونکہ انہوں نے تمہارے ۱۲ ہزار دینار کے گزارے کو بیت المال سے کم کرا دیا تھا اور دو ہزار کی تخفیف کرادی تھی۔ وہ اب قتل ہو گئے تو تمہارا منشا پورا ہو گیا۔ پس یہ عجیب و نرالی بات ہے کہ کل تک تم ان کو سب و شتم کے ساتھ یاد کر کے کفر سے منسوب کرتی تھیں اور آج انکو (امیر المومنین۔ خلیفہ مظلوم و مقتول کہہ رہی ہو اور ان کے معاملہ میں اہل تعزیت و مصیبت بن کر اس جماعت کا ساتھ دینا چاہتی ہو جس نے بیعت علی سے انکار اور انحراف کر کے نکث بیعت بھی کر ڈالی اور ان پر خروج کیا۔ کیا علیؑ ہمارے خلیفہ وقت نہیں ہیں تو پھر کون ہے؟ سنو! طلب خون عثمانؓ کے بارے میں تمہارا خام خیال گمراہ کن ہے بلکہ یکسر غلط ہے کیونکہ وہ بنی عبد مناف سے

تھے اور تم بنی تیم سے ہو ۔ تمہارا ان کا کوئی براہ راست ذاتی یا خاندانی رابطہ بھی نہیں ہے ۔ لوگ ان سے کافی بدظن ، بدگمان اور نالاں تھے اور انکی مخالفت ہمہ گیر ہو چکی تھی جیسا کہ ان کی شہادت کے واقعات خود شاہد ہیں ۔ اے عائشہؓ افسوس کا مقام ہے کہ تم اس گروہ باغی کی موافقت کرتی ہو جس نے علیؑ ابن ابی طالب پر خروج کیا ہے حالانکہ علیؑ رسول اللہ کے عم زاد بھائی ، داماد وان کی لخت جگر فاطمہ زہرا کے شوہر ہیں ۔ ان کا رتبہ خلافت ریاست و وراثت زمانہ میں مسلم و مستند ہے اور اصحاب مہاجر و انصار نے صدق دل سے جوق در جوق ان کے مرتبہ خلافت کو قبول کر کے بیعت کاملہ کی ہے ۔ اس کے بعد ام سلمہ نے علیؑ کے کچھ فضائل بیان کیئے ۔

عبداللہ بن زبیر گھر کے باہری دروازہ پر کھڑے کان لگائے یہ کلام سن رہے تھے اور وہیں سے آواز دی کہ اے ام سلمہؓ تم کو جو آل زبیر سے عداوت ہے وہ میں جانتا ہوں ۔ ام سلمہؓ نے جواب دیا " تم ہی باپ بیٹے تو عائشہؓ کو ورغلائے ہوئے ہو اور لیجانے پر تلے ہوئے ہو ۔ کیا تم کو امید ہے کہ علیؑ کی زندگی میں انصار و مہاجر تمہارے باپ زبیر وان کے ہمنوا دوست طلحہؓ کو اختیار کرنے میں راضی ہوں گے حالانکہ بقول رسول اللہ " علیؑ ہر مومن و مومنہ کے ولی اور وصی ہیں " ۔ عبداللہ بن زبیر بولے میں نے یہ حدیث رسول اللہ کی زبانی کبھی نہیں سنی ۔ ام سلمیٰؓ نے جواب دیا " اگر تم نے کبھی نہیں سنی تو تمہاری خالہ عائشہؓ نے تو سنی ہے ان سے پوچھ لو اور میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ علیؑ میری زندگی میں اور میرے بعد تم سب پر میرے خلیفہ ہیں جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی ۔ اے عائشہ بولو تم نے یہ حدیث آنحضرت کی زبانی سنی ہے کہ نہیں ؟ عائشہؓ نے کہا " ہاں سنی ہے " ۔

پھر جناب ام سلمیٰؓ نے بطور نصیحت و اصلاح حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اے عائشہؓ میں تم سے بہ قسم پوچھتی ہوں اور متنبہ کرتی ہوں کہ جس امر سے تم کو پیغمبر اسلام نے خوف دلایا ہے اس سے ڈرو اور صاحبہ کلاب حواب نہ ہو ۔ کیا تم نے رسول کو یہ کہتے نہیں سنا ہے جبکہ میں تم اور وہ الگ الگ اپنے اونٹوں پر سوار سفر کر

رہے تھے ۔ راہ میں ان کو مجھ سے کچھ کہنے کی ضرورت پیش ہوئی تو انہوں نے اپنا اونٹ میرے اونٹ کے برابر لا کر کچھ کہنا چاہا تو تم نے جھٹ اپنا اونٹ بڑھا کر ہمارے دونوں کے اونٹوں کے بیچ ڈالدیا اور آنحضرت سے مخاطب ہوئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ کیا حاجت ہے کچھ مجھ سے اپنی حاجت طلب کیجئے ۔ ام سلمہؓ سے کہنے کی کیا ضرورت ہے ۔ اور یہ حرکت مکرر مکرر کی جس پر رسول خدا کا چہرہ بوجہ غیض و طیش متغیر ہو گیا ۔ وہ تم پر غضبناک ہو کر فرمانے لگے کہ " عنقریب میری ایک بی بی پر چشمہ خواب کے کتے بھونکیں گے جو شریک بغاوت و فساد ہو گی ۔ ہم دونوں پر اس وقت خوف و اضطراب طاری تھا کہ نہ جانے وہ بی بی کون ہو ۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد کیا اس وقت جو ظرف ام سلمیٰؓ کے ہاتھ میں تھا حیرت و اضطراب سے ہاتھ سے چھوٹ گیا تو آنحضرت نے اس درجہ حیرت و اضطراب کی وجہ پوچھی ام سلمیٰ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اس خیال سے مضطرب اور خائف ہوئی کہ کہیں وہ بی بی میں نہ ہوں یہ سنکر حضور اقدس نے تبسم فرمایا اور تمہاری طرف دیکھ کر پھر پیٹھ پر ہاتھ مار کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ " اے حمیرا میرا گمان ہے کہ وہ بی بی تو ہے جس پر تم خود بھی خائف و حیرت زدہ ہو گئی تھیں ۔ عائشہؓ نے ام سلمیٰؓ کے اس بیان کی تائید کی ۔

ام سلمیٰ نے مزید سمجھایا کہ اے حمیرا (عائشہ کا لقب تھا) طلحہ و زبیر کے دام فریب میں مت آؤ اور یہ نہ سمجھو کہ وہ تم کو اس فعل قبیح کے وبال سے بچا بھی سکیں گے ۔ ام سلمیٰؓ کی یہ پند و نصیحت کو عائشہ نے غور و توجہ سے سنکر کچھ برگشتہ خاطر و شش و پنج میں مبتلا سی ہو کر اٹھیں اور عزم سفر بصرہ کو فسخ کرنے کا ارادہ کیئے ہوئے حیلے حوالے سوچنے لگیں ۔ ان کا جوش و خروش کچھ ٹھنڈا نظر آنے لگا ۔

عین وقت پر عبداللہ ابن زبیر نے یہ حال محسوس کر کے دروازہ ہی پر مداخلت کرتے ہوئے باآواز بلند فرمایا کہ اے خالہ اگر تم نے اس لشکر کے ساتھ بصرہ جانے کا

ارادہ بدلا یا انکار کیا جیسا کہ مجھے محسوس ہو رہا ہے تو میں خودکشی کرلوں گا یا دیوانہ وار صحرا کی راہ لوں گا جہاں درندوں کا شکار بن جاؤں گا۔

دیگر حضرات نے بھرپور زور سفارش کی اور حضرت عائشہؓ کو اقدام جنگ کے لئے پھر ورغلایا کہ وہ اپنے ارادہ و فیصلے پر نظر ثانی کریں اور ابن زبیر کی خاطر شکنی نہ کریں ورنہ ہر طرف ہم سب کی بنی بات بگڑ جائے گی اور ہم عوام کی نظروں سے گر جائیں گے اور ممکن ہے علیؑ بھی ہم سے بغاوت کی تیاری کے الزام میں سختی سے باز پرس ہوں طلحہ نے بھی پرزور اپیل کی کہ قافلہ کوچ کے لئے آپ کا منتظر ہے۔ پس خالہ کا دل پسیج گیا اور ان کا پہلا خیال پھر عود کر آیا۔ قصاص عثمانؓ و بغض علیؑ کی ہر پھر ابھر آئی اور عزم سفر پختہ و راسخ ہو گیا۔ پھر کوئی اعراض نہ کیا اور کوچ کر کے جلد تیاری میں مصروف ہو گئیں۔

۱)۔ تاریخ احمدی، تنظیم المکاتب گولہ گنج لکھنؤ ص ۱۵۵ تا ۵۸)

۲)۔ (محدث جمال الدین در کتاب روضہ الاحباب جلد ۳ ص ۲۸۔۲۷)

۳)۔ (ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی آف ٹیونس در کتاب ترجمہ "اہل ذکر")

نوٹ۔ چونکہ جناب عائشہؓ و ام سلمیٰ کی اس ملاقات و طویل گفتگو جنگ جمل کے موضوع کا ایک اہم باب ہے لہٰذا مورخین، محققین و مصنفین نے کافی چھان بین کے بعد اپنے اپنے طریقہ سے حوالے دیتے ہوئے بالتفصیل تحریر کیا ہے۔ موضوع بالا پر مزید روشنی و تفصیل کے لئے قارئین کے لئے ایک اور حوالہ ترجمہ "اہل ذکر" ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی آف ٹیونس مطبوعہ ۱۹۹۲ء قم المقدس ایران، باب "اپنے گھروں میں رہو" ص ۱۶۲۔۱۵۹ پیش ہے۔ مؤلف کا کہنا ہے کیا اہلسنت کو ام المومنین عائشہؓ کے لئے کوئی عذر معقول مل سکتا ہے کہ انہوں نے ام المومنین ام سلمیٰ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا تھا جس کو مورخین نے اس طرح نقل کیا ہے؟۔

کچھ بھولی ہوئی مگر اہم باتوں کی یاد دہانی:۔

" جب ام سلمہؓ نے عائشہؓ سے کہا کہ میں تم کو اس دن کا واقعہ یاد دلاتی ہوں جب رسول پاک آگے آگے چل رہے تھے اور ہم تم بھی انکے ہمراہ تھیں کہ ایک بار آنحضرت ایک ٹاٹ کے ٹکڑے پر بیٹھ گئے اور حضرت علیؑ کو بلا کر تنہائی میں کچھ اہم گفتگو کرنے لگے۔ سلسلہ گفتگو کچھ طویل ہو گیا تو تم نے مخل ہو کر ان پر ہجوم کیا میں نے تم کو روکا بھی مگر تم باز نہ آئیں اور ان کے درمیان پہونچ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد روتی ہوئی واپس آئیں تو میں نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ تم نے کہا کہ جب میں ان کے پاس پہونچی تو وہ کچھ رازدارانہ باتیں کر رہے تھے۔ میں نے علیؑ سے کہا " مجھے ہفتہ میں رسول کے ساتھ رہنے کے لئے ایک دن ملتا ہے اور آج میری باری ہے۔ اے ابن طالب رسول کو چھوڑ دو۔ پس رسول میری طرف بڑھے گو کہ غیظ سے آپ کا رخ انور زرد تھا اور کہا واپس چلی جاؤ۔ خدا کی قسم جو بھی انہیں غضبناک کرتا ہے وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس میں شرمندہ ہو کر لوٹ آئی ہوں "۔ عائشہؓ نے کہا ہاں مجھے یہ واقعہ یاد ہے۔

ام سلمہؓ پھر کہتی ہیں کہ آج میں تم کو وہ واقعہ بھی یاد دلاتی ہوں جب میں اور تم آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے تو ایک مقام پر آپ نے فرمایا تھا۔ " تم میں سے کوئی اونٹ پر سوار ہو گی جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے وہ صراط مستقیم سے منحرف ہو گی اور خلیفہ وقت پر خروج کرے گی۔ ہم نے کہا اس سے ہم خدا و رسولؐ کی پناہ چاہتے ہیں تو رسول نے تمہاری پشت پر ہاتھ مارا اور فرمایا تھا۔ " اے حمیرہ کہیں وہ عورت تم ہی نہ ہو "۔ عائشہؓ نے کہا ہاں یاد ہے۔

ام سلمہؓ نے ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے عائشہ سے مخاطب ہوئیں اور کہا کہ جب تمہارے والد ابو بکر اور عمر آئے اور ہم دونوں پردے کے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ جس ارادے سے آئے تھے وہ بات شروع کی اور ان دونوں نے کہا کہ یا

رسول اللہ ہم نہیں جانتے کہ کب تک آپ کے شرف سے فیضیاب رہیں گے۔ اگر آپ ہم کو یہ بتادیں کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا تو ہمارے حق میں بہتر ہوتا اور ایک اہم مسئلہ بھی آپ کے جیتے جی حل ہو جاتا آنحضرت نے ارشاد فرمایا "مجھے معلوم ہے اس کا حقدار کون ہے لیکن میں اگر تم کو بتادوں تم ضرور اس سے اس طرح جدا ہو جاؤ گے جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ کے بھائی ہارون سے جدائی اختیار کر لی تھی"۔ وہ دونوں خاموش رہے پھر چلے گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد ہم رسول کی خدمت میں پہونچے اور میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کا ہم پر ایک سو ایک حق ہے آپ فرمائیں کہ آپ کی امت کا خلیفہ کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا "جو جوتی ٹانک رہا ہے" ہم دونوں نے پھر دیکھا کہ وہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں جو بیٹھے اپنی پاپوش ٹانک رہے ہیں۔ تو ہم نے کہا یارسول اللہ ہم نے صرف علیؑ کو ہی دیکھا ہے جس پر آپ نے مکرر فرمایا "ہاں وہی ہیں خلافت کے وارث و حقدار"۔

عائشہؓ نے کہاں ہاں یہ بھی مجھے یاد ہے۔ تب ام سلمیٰ نے ان سے کہا کہ ان تمام باتوں کے باوجود تم کو کون سی چیز خروج پر مجبور کر رہی ہے؟ بولیں میں لوگوں کی اصلاح کے لئے نکل رہی ہوں (شرح ابن الحدید ۲ ص ۷۷)

پس ام سلمہ نے انہیں سخت و شیریں طور پر خروج سے قطعی منع کیا اور پھر سمجھایا اور کہا کہ اے عائشہؓ اسلام کا ستون تو قائم ہے اس کو عورتیں صدمہ نہیں پہونچا سکتیں اور اگر اس میں رخنہ بھی پیدا ہو جائے تو اس کو صحیح نہیں کر سکتیں۔ ایسی صورت میں عورت کی انتہائی کوشش چشم پوشی، کنارہ کشی، اور خود اپنی عزت و آبرو کی حفاظت ہونی چاہیئے نا کہ نامحرموں کے بیچ اپنی نمائش کی جائے جبکہ ان کو خدا و رسولؐ اسلام کا حکم ہے کہ اپنے گھروں میں بیٹھو" اسی طرح عائشہؓ نے دیگر مخلص صحابہ کی بھی نصیحتوں کو بالائے طاق کر دیا۔

طبری نے بھی اپنی تاریخ میں جاریہ ابن قدامہ سعدی سے روایت کی ہے کہ

انہوں نے عائشہؓ سے کہا: "اے ام المومنین قسم بخدا قتل عثمان آپ کے گھر سے نکلنے اور سرخ اونٹ پر سوار ہونے سے زیادہ سنگین نہیں ہے۔ اس لئے کہ خدا نے آپ پر پردہ واجب کیا ہے اور عزت بخشی ہے۔ لیکن آپ نے پردہ کو پس پشت ڈالدیا ہے اور عزت و حرمت کو خاک میں ملادیا اور ناموس اسلام پر پانی پھیر دیا۔ جو آپ کی جنگ و قتال دیکھ رہا ہے وہ آپ کا قتل ہونا بھی دیکھ سکتا ہے اگر آپ اپنی رضا سے آئی ہیں تو واپس لوٹ جائیں اور اگر جبراً لائی گئی ہیں تو لوگوں کی مدد طلب کیجئے"۔ (تاریخ طبری جلد ۱ص ۴۸۲)۔

عقد الفرید میں جناب ام سلمہ کی عائشہؓ سے نصیحت آمیز گفتگو پر مزید روشنی پڑتی ملے گی۔ ام سلمیٰ نے اپنا حقیقت افروز بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

"اگر عورتیں جہاد کا بوجھ اٹھا سکتی ہیں تو تم کو سمجھنا چاہیئے کہ رسولؐ اللہ اپنی حیات ہی میں اس کا حکم دے جاتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ عورتوں پر جہاد ساقط ہے۔ آنحضرتؐ نے تو تم کو دینی معاملات میں دخل اندازی و تجاوز کرنے سے منع فرما گئے ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ اگر دین کے ستون کو کوئی بھی ضرر پہونچایا گیا تو عورتوں کی معرفت اس کی درستگی و اصلاح غیر ممکن ہوگی۔ عورتوں کا جہاد صرف یہ ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ دوسروں سے زیادہ تعلقات نہ بڑھائیں بلکہ محدود رہ کر اپنا دامن سمیٹیں یہ سب جب ہی ممکن ہے کہ وہ اپنے گھروں کی چٹائیوں کو پکڑیں۔

اگر رسولؐ تم کو اس طرح ان ریگ و بیابانوں میں ایک چشمہ سے دوسرے چشمہ تک اونٹ دوڑاتے ہوئے دیکھتے تو کس قدر رنجیدہ ہوتے۔ کل تم کو رسول خداؐ کے سامنے جانا ہوگا تو تم کیا جواب دوگی؟ کیا تم سے خدا و رسولؐ دونوں ہی نا خوش نہ ہوں گے۔ خدا کی قسم اگر روز محشر مجھ سے یہ کہا گیا کہ اے ام سلمہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ تو اگر میں نے جان بوجھ کر پردہ چھوڑا اور وہ حجاب توڑا ہو جسکا پابند مجھ کو رسول اللہؐ بنا گئے تھے تو مجھ سے ان کا سامنا کرتے ہوئے شرم آئے گی۔ اور انکو

بھی مایوسی ہوگی کہ ان کی ایک زوجہ نے ان کی عدول حکمی کی۔ لہذا اے عائشہؓ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ تم پردہ کی پابندی کرو اور اپنے گھر کی چار دیواری میں بند رہو"۔

جناب عائشہ نے حضرت ام سلمیٰؓ کی ان نصیحت آمیز و حق افروز باتوں پر کان نہ دھرا اور بجائے سبق نیک حاصل کرنے کے کچھ گول مول انداز و لہجہ میں جواب دیا کہ میں تو اصلاح المسلمین کے تحت دو آمادہ بہ پیکار گروہوں کے مابین صلح امن و آشتی بحال کرنے و برادرانہ فضا ہموار کرنے کی غرض سے جارہی ہوں۔

ام المومنین کا یہ جواب قطعی غیر اطمینان بخش تھا۔ جو انکی زیرکی و حاضر جوابی کی بر محل معقول مثال تھا۔ یہ تو محض منہ دیکھی و دفع الوقتی کے لئے دیا گیا کیونکہ وہ تو خود اس مسئلہ میں ایک فریق کی صورت اختیار کئے ہوئے تھیں اور اس مہم کو پورے زور و شور سے چلارہی تھیں۔ عذر گناہ بدتر از گناہ آپ کا لشکر جمع کرنا اسلحہ و سامان حرب و ضرب و نقل و حمل کا مہیا کرنا اور لشکر کی کمانڈری قبول کرنا روشن دلیل تھی کہ منشاء کچھ اور ہی تھا۔ بناوٹ و صداقت بھلا کہاں چھپ سکتی ہے۔ اگر وہ حکم خدا و رسولؐ کی پاسداری کرتے ہوئے گھر میں قرار پکڑتیں۔ لشکر نہ جمع کرتیں۔ بصرہ کا رخ بطور کمانڈر نہ اختیار کرتیں تو یقینی دو گروہوں کا وجود ہی نہ پیدا ہوتا اور اصلاح و امن کی من مانی تھیوری از خود کافور ہو جاتی۔ جنگ و جدال کی نوبت ہی نہ آتی۔ یہ خروج بر علیؑ کی تخم ریزی اور اسکی آبیاری تو خود انکی ہی سعی لا حاصل و کاوشوں کا نتیجہ تھی جس نے امن و امان کو اتھل پتھل کر کے خرمن اسلام میں کشت و خون بغض و عناد، جدال و قتال کی چنگاری لگادی۔ بصرہ کی راہ اختیار کی۔

اس وقت لشکر عائشہؓ کی تعداد صرف 700 تھی اثناء راہ میں دھقانی، اجڈ، صحرائی بدو صفت لوگ بھی آملے۔ سیدھے سادے عوام بھی بے سمجھے بوجھے چکنی چپڑی باتوں کا شکار بن گئے اور اس طرح اب لشکر کی جمعیت تین ہزار کی ہو گئی۔ یہ لشکر جب (ذات عرق) پر پہونچا جہاں سے مڑ کر بصرہ کا راستہ پکڑنا تھا تو سعید ابن

العاص نے مروان ابن الحکم سے پوچھا کہ آخر ہم لوگ بے جانے سمجھے راستہ پر نہ جانے کس طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور اس بے سروپا بادیہ پیمائی کا کیا مطلب ہے۔ مروان بولا ہمارا رخ جانب بصرہ ہے اور ہم قصاص عثمانؓ کے لئے ان کے قاتلوں سے جنگ کرنا اور بدلہ لینا چاہتے ہیں۔

یہ سنکر سعید نے کچھ تلخ و ترش انداز میں کہا کہ عثمان کے قاتل طلحہ و زبیر تو تم لوگوں کے ساتھ ہیں ان کو قتل کر ڈالو اور اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ دوسرے کا خون ناحق نہ بہاؤ (طبری جلد ۳ ص ۴۷۲)

سعید ابن عامر، طلحہ و زبیر کی باہمی گفتگو بابت خلافت:۔

سعید ابن عامر پھر طلحہ زبیر مروان پاس تنہائی میں آکر پوچھنے لگے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس جنگ کا کیا انجام ہوگا۔ اگر یہ جنگ بفرض محال جیت بھی لی گئی اور ہم لوگ اپنے مطلب میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے تو خلافت کس کے سپرد کی جائے گی۔ آخر کوئی شخصیت تو پیش نظر ہونا چاہیئے جو خلیفہ بن سکے۔ جب تم لوگ قصاص خون عثمانؓ کا مدعا و منشا رکھتے ہو تو پھر تم کو عثمانؓ کے بیٹوں میں سے ایک کو خلیفہ بنانا چاہیئے جبکہ ان کے دو صاحبزادے آبان و ولید تمہارے ساتھ شریک جنگ ہیں۔ بعد فتح خلافت کا حق ان کا زیادہ ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو دنیا یہی کہے گی کہ تم قصاص عثمانؓ کا ڈھونگ رچا کر خود خلافت کے درپے ہوئے ہو۔ کیونکہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ منشائے عائشہؓ طلحہؓ یا زبیرؓ ہی میں سے کسی کو اقتدار سونپنا ہے تاکہ خلافت پھر بنی امیہ میں لوٹ آئے اور بنی ہاشم محروم ہوں۔

یہ سن کر طلحہؓ و زبیرؓ سے نہ رہا گیا اور دونوں ایک ساتھ تڑک کر بول اٹھے۔ "کیا ہم بزرگ سن رسیدہ و تجربہ کار مہاجرین کو چھوڑ دیں اور عثمانؓ کے ناتجربہ کار و نو عمر لڑکوں کو خلیفہ بنا دیں"۔

مروان بولا امیدوار تو میں بھی ہوں نہیں تو معاویہ بن ابو سفیان کو بھی مدنظر رکھو

(طبری ج ۳ ص ۴۷۲)۔

ان حضرات کی اس باہمی گفتگو سے یہ گتھی تو کم از کم حل ہو ہی گئی کہ لشکر عائشہؓ کا مقصد کیا تھا۔ سعید ابن عامر پر بھی واضح ہو گیا کہ یہ لوگ قصاص کے طالب تو ہیں نہیں نہ سفر بصرہ اس نظریہ کے تحت اختیار کیا گیا ہے بلکہ یہ سارا شور شرابہ محض حکومت و امارت پر قبضہ و اقتدار جمانے کے لئے مچایا گیا ہے اور ام المومنین کی نیت بھی مشکوک ہے چنانچہ انہوں نے اپنا دامن بچاتے ہوئے کنارہ کشی اختیار کی۔ یہ ماجرا دیکھ کر عبداللہ ابن خالد، مغیرہ ابن شعبہ اور قبیلہ بنی ثقیف کے لوگ بھی لشکر عائشہؓ کا ساتھ چھوڑ کر طائف کی طرف چلے گئے اور باقی لشکر جانب بصرہ چلدیا۔ (ایضاً)۔

مؤلف "احسن الانتخاب" نے اس اہم واقعہ پر الفاظ و عبارت کی مختصر تبدیلی کے ساتھ مزید روشنی ڈالی ہے جو حسب ذیل نقل ہے۔

مقام ذات عرق پر سعید ابن العاص آکر حضرات طلحہ و زبیر و مروان سے ملا۔ اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں جاتے ہو اور کیا منشا ہے جن سے قتل عثمانؓ کا بدلہ لینا چاہیئے انکو تو صاف چھوڑے جاتے ہو۔ پہلے ان لوگوں کو تو ختم کرو پھر آگے بڑھو۔ مروان بولا جلدی نہ کرو بس چلے چلو ہم خود قاتلان عثمانؓ کو جلد ختم کر دیں گے۔ کسی کو باقی نہ چھوڑیں گے سعید بولا قاتلان عثمانؓ تو مشہور ہے کہ تمہارے ہمراہ موجود ہیں مگر تم ان پر ہاتھ ڈالتے جان بوجھ کر کترا رہے ہو۔ سعید نے پھر طلحہؓ و زبیرؓ سے پوچھا کہ اگر تم لوگوں کو جنگ میں فتح نصیب ہوتی ہے تو حکومت و خلافت کس کو ملے گی۔ دنوں نے جواب دیا یہ مسئلہ وقت آنے پر خود طے ہو جائے گا اور ہم دونوں میں جس کو سب انتخاب کریں گے وہی خلیفہ ہوگا۔ سعید بولا یہ بات تو ٹھیک نہیں ہے یہ تو حق تلفی ہوگی۔ حکومت تو عثمانؓ کے بڑے بیٹے کو ملنا چاہیئے۔ دونوں بولے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اکابر شیوخ، مہاجرین و عقل مند و تجربہ کار حضرات کو چھوڑ کر لڑکوں کو حاکم وقت بنا دیا جائے۔ کیا یہی انصاف و اسلام کا

تقاضہ ہے ۔ سعید نے پراگندہ ہو کر جواب دیا کہ میری تمام تر کوشش یہ ہوگی کہ خلافت بنی عبد مناف کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے قبیلہ کے پاس پہونچ کیا میں یہ امید نہ رکھوں کہ ان کی وفات کے بعد خلافت میرے ہی خاندان میں باقی رہے گی ۔ طلحہ زبیر و مروان نے اس کا کوئی جواب نہ دیا ۔ چنانچہ معاملہ کو سوچ سمجھ کر موقع پر سعید ابن العاص ان لوگوں کی رفاقت سے الگ ہو گئے ۔ ان کے الگ ہوتے ہی عبداللہ بن خالد بن اسید بھی واپس چلے گئے مغیرہ ابن شعبہ نے کہا میرے نزدیک سعید کی رائے مناسب ہے اور سعید بنی ثقیف سے ہیں سب اس قافلہ کا ساتھ چھوڑ دیں ۔ چنانچہ مغیرہ ابن شعبہ بھی اپنے ہمراہیوں و اہل قبیلہ کے ہمراہ طائف واپس چلے گئے ۔ طلحہؓ و زبیرؓ اور مروان مایوس ہو کر بقیہ لوگوں کے ہمراہ عائشہؓ کی قیادت میں آگے بڑھے کہ بصرہ کے قریب کہیں پڑاؤ ڈالیں ۔ عثمانؓ کے دو لڑکے ابان و ولید بھی قافلہ کیساتھ شریک کارزار رہے " ۔ ماخوذ از " احسن الانتخاب " فی ذکر سیدنا ابی تراب مؤلف مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر الصفدر ۔ مطبوعہ رحمانی پریس تھوی ٹولہ لکھنو ۔ صفحہ ۲۲۴ (۱۹۳۲) طبع ۔

بی بی عائشہؓ کی دیگر امہات سے ملاقات برائے مدد : ۔

جناب عائشہؓ ام سلمہ کے پند و نصائح و انکار سننے کے بعد کبیدہ خاطر ہو کر اٹھیں اور شش و پنج میں مبتلا ہو کر جب کچھ بن نہ پڑا اور دوسرے لوگوں نے بھی بڑھنے کا اسرار کیا تو عائشہ دوسری امہات کی طرف رجوع ہوئیں کہ شاید ان میں سے اور کوئی بھی ان کی آواز پر لبیک کہہ کر ان کے ہمنوا بن کر ان کی مدد میں اضافہ کا باعث بن سکے ۔ چنانچہ آپ پہلے حضرت حفصہ بنت عمر کی طرف رجوع ہوئیں اور ان سے ملاقات کر کے سارا ماجرا کہہ سنایا اور اپنے ہمراہ سفر بصرہ میں شریک لشکر کر کے برائے خروج بر علیؑ چلنے پر رضا مند بھی کر لیا ۔ انہوں نے سامان سفر کی تیاری شروع کر دی لیکن ان کے بھائی عبداللہ بن عمر نے جو خود بھی عائشہ کے اس فعل سے متفق د

مطمئن نہ تھے بوقت کی نزاکت و آئیندہ کی خجالت کا احساس کرتے ہوئے اپنی بہن حفصہ کو روکا اور ان پر ناراض بھی ہوئے اور یہ آیت کریمہ سنائی تو انہوں نے ارادہ بدل دیا اور سامان سفر کھول دیا" وان تظاھرا علیہ کان اللہ ھوموہ و جبرائیل و صالح المومنین و الملائیکۃ بعد ذلک ظہرا"۔

ترجمہ:۔(اور اس کے خلاف اگر تم اتفاق کروگی تو یاد رکھو کہ اللہ اس کا سرپرست ہے وجبریل و نیک مومن وملائیکہ سب اس کے مددگار ہیں)۔

کلام پاک میں تحریم آیت ۳ نازل ہوئی اور اللہ نے فرمایا اور دونوں کو ایک ساتھ تنبیہ و تحدید کی اور فرمایا۔

ان تبتو بنا الہی اللہ فقد صفت قلو بکما

ترجمہ:۔(تم دونوں توبہ کرو تمہارے دلوں میں کجی پیدا ہو گئی ہے)

تاریخ اسلام میں کہیں نہیں ملتا کہ ہر دو (عائشہ و حفصہ) نے کسی موقع پر اپنے اس فعل نامناسب کی توبہ کی ہو بلکہ ہر دو نے احکام قرآنی کی نافرمانی کی۔ اور قول رسولؐ کا بھی خاکہ اڑایا۔(معاذاللہ)۔

اس طرح بی بی عائشہؓ نے دیگر ازواج رسول کو اپنے ہمراہ شریک خروج کرنے میں ناکام ہو کر اونٹ پر بیٹھ کر بصرہ کی راہ لی اور لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ کسی بی بی نے علاوہ ام حبیبہ ان کی رفاقت نہ کی بلکہ مخالفت کی ام حبیبہ کی رفاقت کے سلسلہ میں بھی راویوں میں اختلاف ہے۔ کچھ کا کہنا ہے کہ جناب ام حبیبہ مصلحتاً کچھ دور قافلہ کے ساتھ رہ کر الٹے قدم لوٹ آئیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ انکی موافقت محض زبانی تھی۔ عائشہؓ کو سوار کرا دیا مگر خود شریک لشکر نہ ہوئیں اور نہ ہی جنگ میں کسی مقام پر ان کا کوئی تذکرہ کسی راوی نے قلم بند کیا۔

ام زینب نے بھی اس سفر میں عائشہؓ کا ساتھ نہ دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ " اب اونٹ کی پیٹھ کی سواری ہم کو حرکت نہیں دے سکتی کیونکہ رسول اسلامؐ کے ہمراہ

ہم نے حج و عمرہ دونوں ادا کیئے ہیں ۔ اب تو ہمارے حق میں اللہ و رسولؐ کا یہی حکم ہے کہ ہم خانہ نشین رہیں اور اپنے نام و ناموس کی پاسداری و حفاظت کریں ۔ اس حکم کی روگردانی میں ہمارے حق میں عذاب ہے "۔

مؤلف فروغ کاظمی " عائشہ کی تاریخی حیثیت " ص ۹۹ ۰۰۰۰ ناشر ادارہ تہذیب ادب میدان ایلچ خان احاطہ سنگی بیگ لکھنو ۳۔

سورۃ احزاب اور گمراہی :۔

نوٹ :۔ جناب عائشہؓ و حفصہؓ نے خدا و رسول کے احکام سے روگردانی و خلاف ورزی کی جو کسی طرح بھی ان کو زیب نہ دیتا تھا کہ ہر دو کچھ بھی تھیں بوجہ ہونے ازواج رسول لائق تسلیم و تکریم ضرور تھیں ۔ ان کا فرض تھا کہ بعد وفات رسول اپنے گھر کی چار دیواریوں سے قدم باہر نہ نکالتیں ۔ اگر حفصہؓ کے بھائی عبد اللہ بن عمر وقت پر حائل و مانع نہ ہو جاتے تو حفصہؓ بھی ہمراہ عائشہؓ میدان جمل میں سرگرم کار زار نظر آتیں ۔ اب دیکھیئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ قرآن میں سورہ احزاب فرماتا ہے ۔ ترجمہ :۔ " کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ و رسول کوئی فیصلہ کریں تو پھر اس مومن مرد یا عورت کو اپنے امر کا کوئی اختیار رہ جائے اور وہ شخص خدا و رسول کی حکم عدولی کرے گا وہ گمراہ ترین ہوگا " ۔ لہذا قرآن کے رو سے جس مرد یا عورت نے حکم خدا و رسول سے روگردانی کی وہ یقینی گمراہ ترین ثابت ہوئے ۔ کیا کہا جائے کہ وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں ۔ صرف کلمہ پڑھ لینے سے اصولی طور پر وہ مسلمان یا مومن نہیں کہلا سکتے جب تک کہ وہ اتباع و اطاعت رسولؐ پر دل سے راضی ہو کر عامل نہ ہوں ۔

دیکھیئے کتاب " شیعہ مذہب حق ہے " از عبد الکریم مشتاق ص ۲۸۳ کھارا در کراچی پاکستان)۔

باب پنجم

عائشہؓ کی روانگی بطور کمانڈر لشکر جانب بصرہ۔ جنگ کے بڑھتے قدم:۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے عثمانی عمالوں کو ان کی بد عنوانیوں کی بنا پر معزول کیا جن میں ابن عامر، موسیٰ اشعری، اور یعلیٰ بن امیہ شامل تھے تو یہ حضرات مع اپنے کل ساز و سامان و رقوم کثیر لیکر بیت المال کو خالی کر کے حضرت عائشہؓ سے جا ملے جو ہمراہ طلحہ و زبیر علیؑ پر خروج کی تیاری میں مصروف تھیں اور قصاص قتل عثمانؓ کی مہم زور و شور سے چالو تھی۔ یعلیٰ بن امیہ نے محاصل یمن میں جو کچھ بھی اس کی تحویل میں تھا نکال کر بیت المال کو خالی کر دیا اور اس طرح اپنی معزولی کا بدلہ لینے کی غرض سے علیؑ سے منحرف ہو گیا۔

اس نے اپنا ایک قیمتی سرخ اونٹ جس کا نام "عسکر" تھا جو اس نے ایک سو درہم کا خریدا تھا عائشہؓ کی سواری کے لیئے برائے میدان جنگ پیش کیا اور یہی اونٹ بالاتفاق برائے عائشہؓ کی سواری منتخب ہوا۔ چونکہ عربی میں "جمل" بمعنی اونٹ ہیں لہذا اس جنگ کا نام "حرب الجمل" پڑا یعلیٰ لشکر عائشہؓ میں مہار شتر پکڑے بڑا فخر محسوس کرتا تھا۔ نیز اس کی پیش کردہ رقم خطیر جو چھ لاکھ درہم نقد و چھ سو اونٹ تھے۔ سامان جنگ رسد و ذرائع نقل و حمل مہیا کرنے پر صرف کئے گئے۔ گھوڑوں و ہتھیاروں کی کمی پوری کر کے لشکر کو آراستہ کیا گیا۔ ادھر عبداللہ بن عباس جس کو حضرت امیر المومنین علیؑ مرتضیٰ نے یمن کا اپنا عامل مقرر کیا تھا بلا کسی مزاحمت شہر میں داخل ہو کر یمن پر قابض ہو گئے تو عوام بھی ساتھ ہو گئے۔

عائشہؓ کی جانب سے اعلان عام:۔

منجانب عائشہؓ منادی نے اعلان عام کیا کہ حضرات عائشہؓ طلحہ، زبیر و مروان و غیرہ جانب بصرہ برائے خروج پر علیؑ روانہ ہو رہے ہیں جس کو اسلام کی ہمدردی و

اعزاز دین و قصاص خون عثمانؓ لینا منظور ہو ہمارے ساتھ ہو لے جس کے پاس سواری سامان سفر، خورد و نوش اسلحہ وغیرہ نہ ہوں ہم فراہم کریں گے۔ اس ندا کو سن کر عوام میں جوش کی تازہ لہر دوڑ گئی اور چھ سو آدمیوں کا ایک جتھا موجود ہوا جن کو سواریاں و رخت سفر مہیا کیا گیا۔ مکہ معظمہ سے قریب ایک ہزار نفوس ساتھ چلے کچھ دور چل کر اطراف و جوانب کے لوگ بھی دیکھا دیکھی خاصی تعداد میں جمع ہوتے گئے اور اب لشکر کی تعداد ۳ ہزار ہو گئی۔ فوج کی کمان کی کل باگ دوڑ عائشہؓ کے ہاتھ میں تھی گویا وہی بطور کمانڈر کار فرما تھیں جبکہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے جنگ کا نقشہ مرتب کیا۔ عائشہؓ نے اپنے خطوط بھیج کر دیگر قبائیلی سرداروں کو بھی مدد کے لئے مدعو کیا۔ دور دور اپنے پیغامبر بھیجے اور علیؑ کے خلاف قتل عثمانؓ کا عذر لنگ لیکر مدد طلب کی گئی۔ اس طرح دہقان و جہلان عرب بصرہ و شام میں ان کی جاہلیت کی حمیت کو ابھار کر ان کو آمادہ جنگ کر کے لشکر کی تعداد کافی بڑھتی گئی عائشہؓ کی یہ پالیسی کافی حد تک کامیاب رہی کہ بصرہ پہونچکر ان کے لشکر کی تعداد لگ بھگ بیس ہزار ہو چکی تھی عرب کے اہل طمع اوباش و فسادی لوگ کثیر تعداد میں عائشہؓ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تاکہ حضرت علیؑ کو کسی طرح خلافت سے محروم کیا جاسکے۔ اس طرح یہ لشکر جانب بصرہ روانہ ہوا۔

ام الفضل رحمۃ بن حارث کا خط حضرت علیؑ کے نام:۔

جناب ام فضلؓ بنت حارث والدہ عبداللہ ابن عباس اس زمانہ میں مکہ معظمہ میں برائے عمرہ موجود تھیں حالات حاضرہ و حضرت عائشہؓ کی جنگی تیاریوں پر انکو تشویش لاحق ہوئی لشکر کے حرکات و سکنات پر نظر رکھی اور جب یہ لشکر برائے خروج مکہ معظمہ سے رخصت ہو کر جانب بصرہ روانہ ہوا تو آپ نے جذبہ حب اہلبیت و طرفداری علیؑ ابن ابی طالب کے تحت اس سنگین ماجرے کی اطلاع قبیلہ جہنیہ کے ایک شخص ظفر نامی کے ذریعہ علیؑ کو لکھ بھیجا۔

ایضاً

ابن عبدالبر نے "استیعاب" ص ۲۱۴ ذکر رفع ابن رفع میں شعبی سے روایت کی ہے کہ:

جب طلحہؓ و زبیرؓ نے عائشہؓ کی قیادت میں علیؑ پر خروج کیا تو ام الفضل بنت حارث والدہ حضرت عبداللہ بن عباس نے جو ان دنوں برائے عمرہ مکہ میں تھیں کل ماجرا خروج کا حضرت علیؑ کو لکھ بھیجا تاکہ انکو اطلاع مکمل طور پر مل جائے۔ حضرت نے اس تحریر کو پڑھ کر فرمایا کہ طلحہ وزبیر وعائشہ کا یہ فعل میرے خلاف تعجب خیز ہے۔ رسول اکرمؐ کے بعد ہم کو دعویٰ تھا کہ آنحضرت کے اہل و جانشین ہم ہیں اور کوئی شخص بھی اس حجت و عظمت کو ہم سے نہ چھینے گا۔ اگر ہماری قوم نے ہم سے اعراض کیا انحراف کیا ہمارے اغیار کو ولی امر قرار دیا خدا کی قسم اگر تفرقہ کا اندیشہ دین کے تباہ ہونے کا خوف نہ ہوتا اور کفر کے عود کرنے کا خیال نہ ہوتا تو ہم خود قوم کے اس کارروائی کو تباہ کر دیتے۔ یہ ایک عظیم فتنہ ہے جو اسلام کی ساکھ کو کمزور کر دے گا۔ ناچار ہم کو فی الحال اپنی اس تلخ مصیبت پر صبر کے ساتھ قدم اٹھانا ہے۔ یہ بلوائی عثمانؓ کے قتل کے مرتکب ہوئے اور پھر ان لوگوں نے جوق در جوق میری بیعت کی اور خلیفہ بنایا۔ ان بیعت کرنے والوں میں طلحہؓ و زبیرؓ پیش پیش تھے جنہوں نے اب نکث بیعت کر کے جانب عراق میرے خلاف خروج کیا ہے۔ یا الہیٰ ان دونوں سے اس فتنہ گری کا مواخذہ فرما۔ طلحہؓ و زبیرؓ عائشہؓ کو علم ہے کہ میں حق پر اور وہ باطل پر ہیں"۔

جب جناب امیر نے ام الفضل کا عریضہ ملاحظہ فرما لیا تو آپ نے محمد بن ابی بکر (برادر عائشہؓ) کو بلوا کر کہا کہ دیکھو تمہاری بہن نے کیا آفت ڈھائی ہے اور اسلام میں فتنہ و فساد و جنگ و جدال کو دعوت دی ہے جبکہ ان کے حق میں حکم خداوندی یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں قرار پکڑیں اور باہر نہ نکلیں۔ لوگوں میں ظاہر نہ ہوں۔ عائشہؓ نے خلاف حکم اللہ و رسولؐ باہر نکل کر جماعت اہل فساد و عناد کا ساتھ دیا ہے

اور میرے مقابلے میں ان مخالفین سے متفق ہو کر خون عثمانؓ کا عوض لینے کے بہانے مجھ پر لشکر کشی کی ہے جو ان کو بطور ام المومنین کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا۔ محمد بن ابی بکر نے عرض کی کہ ان کے باہم ہونے سے بھی آپ کو کوئی ضرر نہ ہوگا کیونکہ اللہ آپ کے ساتھ ہے حق آپ کے ساتھ ہے اور آپ حق کیساتھ ہیں حق کی ہی فتح ہوگی اور آپ ہی فاتح ہوں گے " ..... (محدث جمال الدین ، روضہ الاحباب جلد ۳ ص ۲۵)۔

حضرت علیؑ کا خط حضرت عائشہؓ کے نام:۔

حضرت علیؑ نے اعلان جنگ سے قبل تمامی حجت کے لئے عائشہؓ کو جنگ سے باز رہنے کو یہ خط لکھا " بعد حمد خدا و نعت محمد مصطفیٰ عائشہؓ کو معلوم ہو کہ تم حکم خدا و رسولؑ کی نافرمانی کرتے ہوئے گھر سے باہر نکلی ہو جس بات کی تم کو تکلیف نہیں دی گئی اور تمہارے مناسب حال بھی نہیں ہے جو تم نے اختیار کیا ہے۔ تمہارا گمان ہے کہ تم مسلمانوں میں اصلاح پیدا کر رہی ہو۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے، بلکہ یہ تو بالکل فساد ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ لوگوں میں اصلاح کرنا اور لشکر کی کمان سنبھالنے سے عورتوں کا کیا تعلق ہے اور کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ان کو تو خدا و رسولؑ نے حکم خانہ نشینی دیا ہے تم خود اپنی بد گمانی میں گمراہ ہو تمہارے قدم ڈگمگائے ہوئے بلکہ بہکے ہوئے ہیں اور خون عثمانؓ کے قصاص کی طالب ہو۔ اے عائشہؓ خدا سے خوف کرو اور اپنے گھر واپس جاؤ اور وہاں قرار پکڑو۔ عثمان تو مرد بنی امیہ سے تھے اور تم ایک عورت بنی تیم سے ہو۔ تمہارا ان سے خاندانی اعتبار سے بھی کیا واسطہ یا رشتہ تم تو خود بھی چند روز پہلے کہا کرتی تھیں جبکہ عثمانؓ نے تمہارا سالانہ وظیفہ کم کر دیا تھا کہ " اس نعثل کو قتل کرو خدا اس کو قتل کرے۔ وہ کافر و جافر ہو گیا ہے "۔ مگر اس خط کا بھی کوئی اثر عائشہؓ پر نہ ہوا۔ ان کے مشیر و ہمنوا ان پر حاوی رہے اور جنگ کے لئے قدم بڑھتے رہے۔

۱)۔ روضۃ الاحباب" جلد ۳ ص ۳۷)
۲)۔" قول مقبول" علامہ السید غلام حسین نقوی نجفی فاصل عراق ۔ ص ۵۴۱)
۳) ۔" مناقب" لخدرزمی ص ۱۱۷ در ذکر جنگ جمل)

کتاب اہلسنت (" مناقب" الخورزمی ص ۱۱۷ ذکر جمل) میں لکھا ہے کہ جناب علیؑ علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ سے خط میں فرمایا تھا کہ ولقد کنت تقولین بالا مس اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثل مقد کفر ام المومنین تو خود ہی تو قتل حضرت عثمانؓ کا فتویٰ دیتی تھی کہ " اس نعثل کو قتل کرو یہ کافر ہو گیا ہے " ۔

اور جناب عائشہؓ کے اس فتویٰ کو عبید بن ام کلابہ شاعر نے اپنے اشعار میں بھی بیان کیا ہے ۔(" قول مقبول" علامہ السید غلام حسین نقوی نجفی فاصل عراق ص ۲۷۰) ۔

جناب امیر کا ارادہ ہوا کہ لشکری مخالف کو راستہ میں روک لیا جائے اور بصرہ کے باہر نمٹ لیا جائے جب عائشہؓ کو اسکی خبر ملی تو راہ بنا کو مع ہر اول دستہ ہدایت کی کہ وہ راستہ بدل کر بے راہ ہو کر آگے بڑھا جائے تا کہ علیؑ کو ہماری اختیار کردہ راہ کی اطلاع نہ ہو سکے اور جلد بصرہ پر قیام ہو ۔

ایک دیگر روایت میں ہے کہ کچھ ازواج مطہرات حضرت عائشہؓ کے ساتھ " ذات عرق " تک آئیں علاوہ حضرت ام سلمہؓ و جناب اسماءؓ بنت نعمان الجونیہ و زینبؓ بنت جحش ۔ اس جگہ باقی سب نے ملکر اسلام کی اس نازک حالت و ہونے والے سخت قتال پر گریہ و ماتم کیا ۔ چونکہ اس دن سے قبل " ذات عرق " میں کبھی اس قدر آہ و گریہ کرنے والوں کا ہجوم نہیں ہوا تھا لہذا اس دن کا نام " یوم الجنیب " ہو گیا ۔ یہ مقام اطراف مکہ ہی میں شامل تھا ۔

نوٹ ۔ بخاری کی تحریر کے مطابق ازواج رسول اللہ میں دو گروہ تھے ایک میں عائشہ ، حفصہ اور سودہ تھیں دوسرے گروپ میں ام سلمہؓ دیگر ازواج تھیں جبکہ میمونہؓ کسی طرف نہ تھیں (بخاری جلد ۲ ص ۵۹)

جناب عائشہؓ تاریخ اسلام کی بڑی شخصیتوں میں بطور ام المومنین شمار کی جاتی

ہیں (جبکہ رسول مقبول کی زوجہ کو یہ شرف حاصل تھا۔ مگر اہل سنت حضرات دیگر ازواج کے مقابلہ میں ان کا درجہ و مقام زیادہ بلند اور اہم تصور کرتے ہیں جبکہ اکثر حضرات لفظ ام المومنین کے نہ تو معنی ہی سمجھتے ہیں اور نہ یہ سمجھتے ہیں کہ ازواج نبی کو ام االمومنین کیوں کہا جاتا ہے۔ وہ زیادہ تر احادیث کو عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نصف دین ہم نے حضرت حمیرا (عائشہؓ) ہی سے لیا ہے۔ گویا وہ لفظ ام المومنین کو ایک عظیم فضیلت و مرتبت تصور کر کے اس کو محض عائشہؓ ہی سے مخصوص کرتے ہیں۔ باقی ازواج ہمہ شما معمولی عورتیں ٹھہریں۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ عائشہؓ کی عمر عزیز تو دشمنیٔ اہلبیت و بغض حیدرؓ کرار میں کٹی۔ آدھا دین انہوں نے کب اور کس طرح باٹنا۔ یہ ایک عجیب و غریب معمہ ہے ایک دینی شخصیت دنیوی مملکت کیلئے وہ کچھ کر گزرنے پر تلی بیٹھی نظر آرہی ہیں جو کسی نے نہ کیا۔

ہاں تاریخ اسلام کی وہ بڑی شخصیتوں میں ضرور شمار کی جاتی ہیں کیونکہ ان کی مثال عہد مغلیہ کے زوال کے دور کے دو بھائی (سید برادرس Syed Brothers) جو تاریخ ہند میں "King Makers" یعنی "بادشاہ گر" کہلائے جاتے ہیں جن کی دھاک پورے شمالی ہند میں جمی ہوئی تھی اور اپنے دور میں انہوں نے چار بادشاہ تخت حکومت دہلی پر جلوہ افروز کئے اور بعد میں انکو معزول کیا۔ اور اپنا لوہا مرہٹوں۔ افغانوں و پٹھانوں تک سے منوالیا۔ وطن ان کا ضلع مظفر نگر بمقام (بارہا) تھا چنانچہ آج بھی بارہا کے سید اہل شمشیر شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ نے بھی کسی کو امارت بخشی تو کسی کو تخت خلافت پر بٹھانے اور کسی کو خلافت سے دور رکھنے کے سلسلے میں بڑے کارہائے نمایاں بڑی بے جگری سے ادا کئے آپ نے ایک قوم کو فروغ بخشا تو دوسری کو پراگندہ کیا جنگوں میں اعلانیہ بے پردہ شرکت کی کمانڈری کی۔ قبائل کے رئیسوں کے پاس دعوت نامے جاری کئے کہ ان کے جھنڈے تلے جمع ہو کر انکی مدد کریں۔ خود حکمرانی بھی کی۔ بہت سی چیزوں پر

روکش و بندش لگائی بہت سے نئے احکام جاری کئے لشکر کے سرداروں کو معزول کیا اور نئے سرداروں کو مقرر کیااور جنگ جمل میں تو ان کی حیثیت چکی میں اس (محور) کیل کی سی تھی جس کے چاروں طرف پاٹ گھومتا ہے اور اناج پستا ہے ۔یہاں اس جنگ کی چکی میں عوام بے دریغ پیسے گئے ۔ طلحہؓ اور زبیرؓ نے اگر ایک طرف انکو بھڑکا ورغلا وبہکا کر آمادہ بر خروج کیا تو ہم یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے جو کچھ بھی کیا ان کی قیادت میں کیا ۔ اور وہ سب کچھ ہوتا گیا جو نہ ہونا تھا ۔ طلحہؓ و زبیرؓ صحابی رسولؐ تھے تو عائشہؓ زوجہ رسولؐ ہونے کے ناطے ام المومنین تھیں ۔ اسلام میں ہر تین کا درجہ مساوی حیثیت کا تھا ، مگر افسوس کہ بغض وعناد ، کینہ و حسد ، جبر و استبداد کی چنگاریاں ان کے دلوں میں سلگتی رہیں اور جب شعلہ ور ہوئیں تو خرمن اسلام کی ساکھ کو راکھ کر دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ بچا رکھا گیا ۔ انہوں نے اپنے اجتہاد کے سہارے سنت نبی اکرمؐ کو ہی بدل دینا چاہا تھا ۔ مگر فانوس بن کر اسلام و سنت نبیؐ کی حفاظت بھی وصی نبیؐ نے کی ۔ اور یہ سب اسلام مخالف کرشمہ مکہ معظمہ و ارض مقدس کے قرب وجوار سے ابھارے گئے اور مدینہ منورہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا

ع ۔ "کفر چون ز کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی"

حضرت علیؑ و عبداللہ ابن عمر کا تبادلہ خیال :۔

جس وقت اہل مکہ کی شورش درروانگی ہمراہ لشکر جانب بصرہ کی خبر کی تصدیق جناب امیر کو ہو گئی تو آپ نے اکابر و اشراف مدینہ کو جمع کر کے صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ۔

"یقیناً حضرت عائشہؓ طلحہؓ و زبیرؓ معاویہ و مروان میری خلافت و امارت سے خوش نہیں ہیں ۔ ان کی بیعت بھی ظاہری ہے صدق دل سے نہیں ہے ۔ اور معاویہ نے تو انکار بیعت کیا ہے ۔ یہ لوگ میرے کاموں میں مخل ہو کر اس کو درہم برہم کر

نے پر تلے ہوئے ہیں ۔ لوگوں کو بظاہر اصلاح کے لئے بلایا گیا ہے اور رفع شر و فساد کا عذر لنگ پیش کیا گیا ہے ۔ یہ تو محض ایک حیلہ ہے ۔ ابھی میں صبر و تحمل سے کام لیتا ہوں جب تک مجھ کو تمہاری جماعت پر کسی قسم کا شبہ، اندیشہ یا خدشہ نہ ہوگا میں خاموش رہوں گا جنگ میں ہرگز پہل نہیں کروں گا اگر وہ لوگ رکے رہے اور گمراہی سے بچے رہے تو بہتر ہے ۔ میں ابتدائے جنگ سے قطعی گریز کروں گا سنی ہوئی خبروں و افواہوں پر کان نہ دھروں گا ۔ جب تک کے صحیح طور پر تصدیق نہ ہو جائے"

پھر اسی دوران یہ خبر ملی کہ اہل مکہ نے بصرہ کی طرف رخ کیا ہے اور عنقریب یہ لشکر بصرہ ہی کو اپنا خیمہ گاہ بنا کر سرگرم کارزار ہوگا ۔ حضرت یہ جان کر قدرے خوش ہوئے اور اسکو اپنے حق میں بہتر جانا اور کہا کہ یہ اچھا ہوا ۔ بصرہ میں ہوشیار زیرک اور سمجھ دار لوگ ہیں وہ ان لوگوں کی سرکشی و بغاوت سے راضی نہ ہوں گے اور نہ ان کا ساتھ دیں گے ۔ بلکہ حق کا ساتھ دیکر ہمارے ہم رائے موافق و تابع ہوں گے ۔ ان کو ہم سے کوئی شکایت بھی نہیں ہے ۔

ابن عباسؓ بولے کہ میرے نزدیک بصرہ خیمہ گاہ اشراف عرب و مسکن مشاہیر روسا ہے وہ لوگ خود سرداری کے خواہاں عزت و ثروت کے طالب ہیں اور خود بھی فتنہ و فساد کے شائق رہتے ہیں ایسے وقت میں جب انکو ہم خیال و ہم مزاج لوگ مل جائیں گے تو ان کی مراد و مشاء پورا ہو جائے گا ۔ ان کی طبیعت خود بخود برانگیختہ ہو جائیں گی اور اغلب امکان ہے کہ وہ آپ کی ہمنوائی سے روگردانی کر کے لشکر مخالف کا ساتھ دے بیٹھیں ۔ کوئی عجب نہیں جناب امیر کو ابن عباس کی اس رائے سے اتفاق ہوا ۔ پھر اہل مدینہ کو ہمراہ چلنے کا حکم دیا جن کو یہ امر قبول نہ ہوا بلکہ گراں گزرا تب آپ نے کمیل ابن زیاد نخعی کی معرفت جناب عبداللہ ابن عمر کو بلوا بھیجا اور ان سے بھی ساتھ چلنے کو کہا گیا ۔ انہوں نے جواب دیا میں اہل مدینہ کے ساتھ ہوں جو وہ لوگ کریں گے وہی میں بھی کروں گا اپنی ذاتی رائے سے کچھ نہیں

کروں گا۔

حضرت علی نے فرمایا اچھا تم اسکی ضمانت دو کہ میرے خلاف مدینہ سے خروج نہ کروگے جیسا کہ اہل مکہ کا عمل ہے ابن عمر بولے "واللہ ایسا کبھی نہ ہوگا" حضرت علی بولے ٹھیک ہے مجھے تم پر اطمینان ہے۔ اب ضمانت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ابن عمر اہل مدینہ سے ملے کہ ان کی رائے معلوم ہو سکے۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم بڑی مشکل میں آپھنسے ہیں ہم کچھ طے نہیں کر پاتے کہ ہم کو کیا کرنا ہے۔ جب تک ہم کو صاف طور پر معلوم نہ ہو جائے گا کہ اصل ماجرا ہے کیا۔ ہم گھر سے باہر قدم نہ نکالیں گے۔

رات کے وقت سب سے چھپ کر عبداللہ ابن عمر مدینہ منورہ سے برائے ادائیگی عمرہ مکہ معظمہ جانے کا اظہار کر گئے اور یہ اطمینان دلا گئے کہ یہ قدم انکا علیؑ کی مرضی کے مطابق گو کہ نہیں ہے مگر وہ جمیع خاطر رکھیں کہ میں ان کا مخالف نہیں ہوں لوگوں نے آکر حضرت علیؑ سے کہا کہ مولا بڑا غضب ہو گیا ابن عمر شب میں چھپکر شام کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ معاملہ تو حضرت عائشہؓ، طلحہ و زبیر و مروان کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے۔ حضرت علیؑ نے ان کے تعاقب کا حکم دیا پھر خود بھی حالات معلوم کرنے کی غرض سے بازار تشریف لیگئے کہ آنے جانے والوں سے روداد دریافت ہو سکے کہ ابن عمر دراصل شام گئے ہیں یا اور کہیں۔ بطور احتیاط ہر طرف آدمی دوڑائے گئے۔ اس موقع پر حضرت ام کلثوم یہ سنکر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ ابن عمر بغرض عمرہ مکہ چلے گئے ہیں وہ آپ کے مخالف ہرگز نہیں ہیں بلکہ مطیع ہیں میں ان کی ضامن ہوں۔ حضرت علیؑ کو ام کلثوم کی گواہی پر اطمینان ہوا اور جو لوگ ان کی کھوج میں ادھر ادھر بھیجے گئے تھے ان کو واپس بلوایا گیا اور فرمایا ام کلثوم بھی سچ کہتی ہیں اور ابن عمر بھی سچے ہیں۔ وہ میرے مخالف نہ تھے نہ ہیں۔ اچھا ہوا کہ غلط فہمی دور ہو گئی۔

حضرت علیؑ کا شام پر حملہ کی خواہش و تیاری:۔

جناب امیر کو برابر اطلاعات فراہم ہوتی رہیں کہ ہر طرف لوگ شر و فساد پر آمادہ ہو رہے ہیں اور بغاوت کے آثار طول و ارض میں نمایاں ہو رہے ہیں تو خود بھی ترتیب و تیاری لشکر کی طرف متوجہ ہوئے اور ملک شام پر چڑھائی کا مصمم ارادہ کر لیا کیونکہ آپ کی عداوت کا وہی گڑھ بنا ہوا تھا۔ معاویہ اس کے سرغنہ تھے اور علیؑ کی مخالفت پر کمر بستہ تھے اور شام میں ان کا پورا اقتدار جم چکا تھا۔ علیؑ سے بغض و عناد، عداوت و مخالفت کا مکروہ پروپیگنڈہ زوروں پر تھا۔ یہ زہریلی مہم دراصل بنی امیہ کی قدیمی رنجش اہلبیت رسولؐ سے اور خاندان رسالت مآبؐ کی تکذیب و توہین قائم رکھنے کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی تھی جسکا منحوس اثر عوام کے دل و دماغ کو مفلوج کر چکا تھا کہ بہتوں نے علی سے نکث بیعت کر ڈالی اور معاویہ بن سفیان کے مطیع و زیر اثر ہو گئے۔ معاویہ نے بھی اس مکروہ پلان کے تحت خزانہ کا منہ کھول رکھا تھا۔ خود کو امیر کہنا اور کہلانا شروع کر دیا۔ نیز علیؑ پر اعلانیہ سب شتم بھی ہونے لگا۔ معاویہ ہمہ وقت عوام کو علیؑ کے خلاف بھڑکانے ورغلانے و دشنام دہی میں معروف و منہمک رہتا۔ اور اس امر کی پوری ترجیح دیجاتی تھی کیونکہ معاویہ کا بھی اصل منشاء مثل عائشہؓ یہی تھا کہ کسی طرح خلافت خاندان رسالت سے چھین کر بنی امیہ لوٹ جائے علیؑ و اولاد علیؑ کو جس طرح بھی ممکن ہو خلافت سے محروم کر کے اپنی اولاد یزید بن معاویہ کو تخت خلافت پر جلوہ افروز دیکھے۔ معاویہ کو بس موقع کی تلاش تھی علیؑ سے معاویہ کی عداوت و بغض ضرب المثل بن گیا۔

اہل مدینہ کو اہل شام کے خلاف جنگ کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آرہا تھا ۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے سامان جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور فرمایا کہ "اے اہل مدینہ تمہاری حکومت و سلطنت کو سخت خطرہ لاحق ہو چکا ہے مگر اس کی حفاظت قدرت نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے تم اگر اس کی حفاظت میں مرد مومن کی طرح رہو گے تو

اللہ بھی تمہارا حامی و ناصر رہے گا بس اللہ کی اطاعت و خوشنودی کے لیئے صدقہ دل سے اٹھ کھڑے ہو۔ اسی میں عافیت و برکت ہے ورنہ یہ حکومت اسلامی جسکا میں خلیفہ ہو چکا ہوں دوسروں کو کھٹک رہا ہے تمہارے ہاتھ سے نکل کر دوسروں کے حوالے ہو جائے گی پھر تم کو واپس نہ ملے گی۔ تاوقیکہ تم اس کی اطاعت کی طرف رجوع نہ ہوگے اٹھو اور اس قدم کی طرف دوڑو جس نے تمہاری جماعت و صفوں میں تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ شاید تمہاری کوششوں سے اللہ تعالیٰ یہ عالمگیر جنگ وجدال دفع کردے اور تم کو بھی اس نیک قدم کا اجر دے اور تم خود بھی اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جاؤگے"۔

پھر حضرت علیؑ نے لشکر کا انتظام اس طرح کیا کہ محمد بن حنفیہ کو علم سپرد کیا۔ عبداللہ بن عباس کو میمنہ اور عمر ابن ابی سلمہ کو میسرہ سپرد کیا اور ابو یعلیٰ بن عمر الجراح کو مقدمہ لشکر کا سردار مقرر کیا۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ اس لشکر کے کسی حصہ پر ان لوگوں کو کسی سرداری پر مقرر نہیں کیا جو عثمانؓ کے قتل کے بلوائیوں میں شریک تھے لشکر کی اس طرح ترتیب دیکر مدینہ پر اپنے بجائے قثم بن عباس کو مامور کیا۔ اس کے بعد قیس ابن سعید والئ مصر و عثمان بن حنیف والئ بصرہ و موسیٰ الشعری والئ کوفہ کو لشکر و رسد فراہم کرنے اور لوگوں کو اہل شام جو معاویہ کے طابع تھے سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ کرنے کو لکھا۔ ہنوز ملک شام پر حملہ کی تیاری ہو رہی تھی کہ معاویہ کو حکومت شام سے بے دخل کیا جاسکے دراین اثناء یہ خبر ملی کہ اہل مکہ نے عائشہؓ طلحہ و زبیر و مروان کی سرکردگی میں بصرہ کا قصد برائے جنگ بصورت خروج کر کے کوچ کر دیا ہے۔ راہ میں دہقان، خانہ بدوش، بدوصفت اوباش قسم کے جاہل مطلق اجڈی لوگ بھی شریک ہوتے جارہے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے فی الحال ملک شام پر چڑھائی کا ارادہ نفسخ کر دیا اور بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے جو وقت کا اہم تقاضہ تھا۔

عبداللہ ابن عمر کا اہل جمل کی ہمراہی سے انکار:۔

طلحہ و زبیر نے عبداللہ بن عمر پر ایک بار اور دوباؤ ڈالا کہ وہ ان کی ہمراہی و موافقت اختیار کریں مگر وہ تو پہلے بھی انکار کر چکے تھے اور علیؑ کے خلاف جنگ نہ کرنے کا اظہار و اعلان کر چکے تھے جیسا کہ ماقبل بیان کیا جا چکا ہے اس بار انہوں نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ "عائشہ کے لئے ہودج میں بیٹھنے سے گھر میں پابند رہنا اور تم لوگوں کے لئے بصرہ جانے سے مدینہ میں رہنا زیادہ بہتر ہے"۔ اور جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کی بہن حفصہ بصرہ جانے پر تیار ہیں تو انہوں نے ان کو روک دیا۔

۱)۔ "الامامت والسیاست" جلد ۱ ص ۱۶۱ ابن قتیبہ۔

۲)۔ تاریخ کامل جلد ۳ ص ۲۰۶۔ ابن الاثیر۔

حضرت علیؑ کا مکتوب گرامی ابو موسیٰ اشعری و معاویہ کے نام

جناب امیر کو جب ان عجیب و غریب حالات کا پتہ چلا تو آپ نے طلحہ و زبیر کو بلا کر کہا کہ دیکھو جس بات کا مجھے اندیشہ تھا وہی ہوا اور آثار بھی کچھ مزید غیر اطمینان بخش نظر آ رہے ہیں اور ان حالات کا خاتمہ کئے بغیر مفر و نجات نہیں یہ فتنہ آگ کی مانند ہے جس قدر برافروختہ کیا جائے اس قدر بھڑکے گی میں حتیٰ المکان اس شر کو روکوں گا۔ حکمت عملی سے اسکو بڑھنے نہ دوں گا۔ اس سرکشی کے دبے ہوئے فتنہ کو ٹھنڈا کرنے کی سعی جاری رکھوں گا اور اگر بغیر جنگ چارہ کار نظر نہ آئیگا تو مجبوراً تلوار میان سے باہر ہوگی۔

پھر آپ نے ایک خط سعید سلمیٰ کے ہاتھ موسیٰ اشعری والئ کوفہ کو روانہ کیا اور صورت حال پھر دریافت کی موسیٰ اشعری نے جواب میں لکھا کہ اکثر اہل کوفہ نے بہ رضا و رغبت اور بعض نے با جبر و اکراہ میرے ہاتھ پر آپ کی غائبانہ بیعت کر لی ہے اور ظاہر میں آپ کے مطیع ہیں ابو موسیٰ نے دراصل حقیقت حال کو حضرت علیؑ سے جان بوجھ کر چھپانے کی کوشش کی۔

دوسرا خط آپ نے معاویہ بن ابو سفیان کو لکھا اور سبرہ جہنی کے ہاتھ روانہ کیا جب وہ شام خط لیکر معاویہ کے پاس پہونچے اور خط ان کو دیا گیا، تو معاویہ نے اولاً کوئی جواب نہ دیا اور ٹال مٹول سے کام لیا۔ وہ جواب کے انتظار میں ٹھہرے رہے جب بھی وہ جواب کا تقاضہ کرتے کچھ حیلہ حوالہ کر دیا جاتا۔ ادھر معاویہ نے مروان بن العاص سے خفیہ تبادلہ خیال کر کے قاصد کو لیت و لعل اور وعدہ فردا پر روکے رکھا اور ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ مروان جو اپنی مکاری و عیاری و فریب کاری میں طاق تھا معاویہ کو برابر جنگ کی آگ کو بھڑکانے اور علیؑ کے خلاف صف آرا ہونے کی رائے و مشورہ دیتا رہا کیونکہ اسکو خبر تھی کہ عائشہ بھی مکہ میں جنگ و خروج کے لئے قبائل کے سرداروں کی مدد و تعاون کے لئے کوشش کر رہی ہیں اور لوگوں کو بھی علیؑ کے خلاف بھڑکا کر گھروں سے باہر قدم نکالنے کی جدوجہد میں سرگرم ہیں۔ سرداروں و معاویہ سے بھی اس سلسلہ میں ساز باز جاری تھی۔

معاویہ قاصد کو یوں بھی ڈراتے اور خوف دلاتے رہے کہ "میں اگر جنگ کروں قلعہ بندی کر کے جنگ کو اتنا طول دوں جو جوانوں کو بوڑھا کر دے اور تمہارے سر پر چڑھ آؤں تو کیا ہوگا۔ اور اب اس نام و پیام سے حاصل ہی کیا ہے۔ مرنے والا (عثمانؓ) تو اس بے بسی و مظلومیت میں شہید ہوا جسکے ہول سے جوانمردوں کے بال سفید ہو گئے۔ آقا مولا تو سب تھک کر بیٹھ رہے۔ اب خون کا عیوض لینے والا اور فیصلہ کرنے والا میں یا عائشہؓ کے علاوہ کوئی نہ رہا۔ علیؑ کی بیعت سے میں منکر ہوں"۔

اس طرح معاویہ و مروان نے عثمانؓ کی شہادت قریش کی پست ہمتی اور جنگ پر آمادگی ظاہر کی اور حالات و نشیب و فراز کا تجزیہ کرتے رہے۔ صلاح و مشورے چالو رہے اور قاصد کو ایک ماہ روکے رکھا پھر بجائے اس قاصد کو بنی عبس میں سے ایک شخص قبیصہ نامی کو بطور نامہ بر مقرر کیا اور ایک خط سر بمہر اس کے حوالہ کیا ساتھ ہی علیؑ کے قاصد کو بھی رخصت کیا۔ یہ دونوں قاصد شام سے چل کر ماہ ربیع الاول

میں مدینہ پہونچے۔ قصیبہ کے پہونچتے ہی اہل مدینہ کو خبر ہوئی کہ معاویہ نے کوئی اہم پیغام بھیجا ہے۔ یہ خیال تو لوگوں کو پہلے ہی تھا کہ معاویہ حضرت علیؑ کے خلاف ہیں لوگوں کو فکر لاحق تھی کہ آخر کیا پیغام بھیجا گیا ہے جب لفافہ کی مہر توڑی گئی تو بہ روایت ابن اثیر کوئی خط نہ نکلا اور بہ روایت تاریخ البلاذری محض ایک سادہ کاغذ برآمد ہوا۔

حضرت علیؑ نے اپنے نامہ بر سے ماجرا پوچھا۔ اس نے کہا میں شام میں ایسے لوگوں کو چھوڑ کر آیا ہوں جو سوائے قصاص خون عثمانؓ کسی طرح راضی نہ ہیں نہ ہوں گے۔ عائشہؓ معاویہ و مروان نے انکو آپ کے خلاف جنگ کے لئے کافی بھڑکایا ہے اور کوئی امر انکو اس راستہ سے روک نہیں سکتا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا آخر وہ کس سے بدلہ لیں گے ان کی نظر میں آخر عثمانؓ کا قاتل کون ہے۔ اس نے کہا وہ آپ کے سر اقدس کو اپنا ہدف بنائے ہوئے ہیں۔ وہاں اس وقت ایسا جوش و خروش ہے کہ ہزارہا شیخ حضرات عثمانؓ کا خون آلود کرتہ و نائیلہ زوجہ عثمان کی کٹی ہوئی انگلیاں جن کو منبر پر اس غرض سے لٹکا دیا گیا ہے کہ لوگ دیکھیں روئیں اور آپ کے خلاف نفرت میں اضافہ ہو۔ معاویہ تو کبھی کبھی نائیلہ کی کٹی انگلیوں کو ہار بنا کر کرتے کو خود بھی پہن کر خطبہ دیتے ہیں اور اس طرح آپ کیخلاف عوام کے غم و غصہ میں شدت پیدا کی جاتی ہے اور ایک قسم کی انتقامی لہر آپ کے خلاف جنم لے رہی ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا "افسوس وہ مجھ سے بدلہ لیں گے حالانکہ میں عثمان کا خیر خواہ و مددگار رہا۔ خدا عالم الغیب ہے۔ میں خون عثمانؓ سے بری ہوں واللہ قاتلان عثمانؓ کس طرح صاف نکلے جاتے ہیں خدا ہی چاہے تو ان کو پکڑے وہ جو چاہتا ہے اپنی مصلحت سے پورا کرتا ہے"۔

حضرت علیؑ نے پھر قصیبہ کو بہ حفاظت و امان جان دیکر رخصت کیا۔ قبیصہ جب رخصت ہو کر چلے تو فرقہ سبائیہ نے چلا کر کہا کہ یہ کتوں کا کتا قاصد بنکر آیا ہے

نکلا جاتا ہے جانے نہ دو اس کو مار لو۔ قبیصہ نے آل معز و آل قیس کی دہائی دی اور کہا کہ مجھ پر تنہا کیا عزار ہے ہو۔ وہاں (شام) میں سب مسلح و تیار بیٹھے ہیں۔ میرے پہونچنے کی دیر ہے۔ سب تم پر بلائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑیں گے آل معز نے قبیصہ کو بچالیا مگر وہ کہتا جاتا تھا کہ اب فرقہ سبائیانہ کی شامت آگئی ہے۔ جلد ہی یہ ذلیل و خوار ہوں گے۔

اہل مدینہ نے چاہا کہ کسی طرح سے اہل شام و معاویہ سے قتال کی بابت حضرت علیؑ کی رائے معلوم ہو جاتی تو اچھا ہوتا۔ یہی معلوم ہو جاتا کہ اہل شام و معاویہ سے علیؑ کا لڑائی کا ارادہ ہے کہ نہیں اور کیا کوئی صورت مصالحت کی ممکن ہے کہ نہیں۔ مدینہ والوں کو یہ خبر پہلے ہی مل چکی تھی کہ امام حسینؑ نے حضرت علیؑ سے مشورہ کر کے مسلمانوں کو باہمی جنگ و جدال سے منع فرمایا ہے اور علیؑ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ ہر دو فریق یعنی عائشہؓ و معاویہ سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جائیں اور ان گمراہ لوگوں کو جو خروج کے خواہاں ہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ پھر بغرض دریافت زیاد بن حنظلہ تمیمی کو حضرت کی خدمت میں بھیجا کہ کسی طرح منشاء معلوم ہو سکے۔ ایک عرصہ سے علیؑ کی خدمت میں نہیں گئے تھے۔ اہل مدینہ کے کہنے پر حاضر ہوئے تھوڑی دیر بیٹھے رہے۔ مولا علیؑ نے فرمایا۔ "زیاد آمادہ ہو جاؤ شام کی لڑائی کے لئے"۔ زیاد بولے نرمی، سہولت، تالیف قلوب بہتر ہے۔ پھر ایک شعر پڑھا (ترجمہ) "جو شخص بے سوچے سمجھے کاموں میں در آتا ہے نیک روش کو اختیار نہیں کرتا ہے اس کو اکثر اوقات زک اٹھانا پڑتا ہے اور اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دانتوں سے کاٹا جاتا ہے اور اونٹوں کی لاتوں سے پایمال کیا جاتا ہے"۔

جناب امیر انکا منشاء و اشارہ سمجھ گئے اور اپنا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے جواباً ایک شعر پڑھا (ترجمہ) "جس وقت تک تمہارے دل ہوشیار۔ تلوار تیز، آبرو محفوظ، ایمان سلامت ہے تو دوسرے بھی تم کو ظلم سے ضرور بچالیں گے"۔ زیاد بھی سمجھ

گئے کہ جناب امیر بھی طرح دینے والوں میں نہیں ہیں ۔ اب عائشہؓ، معاویہ، طلحہ، زبیر و مروان سے جنگ ہو کر رہے گی ۔ وہ جناب امیر سے رخصت ہوئے اور لوگوں کو آگاہ کیا کہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤیں ۔ ہتھیار سنبھالیں ۔ اس طرح مدینہ والوں کو بھی حضرت علی کا ارادہ معلوم ہو گیا ۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین کا یہ خطبہ موجود ہے جو آپ کے جذبہ تحفظ اسلام اور اس کی بقا کا آئینہ دار ہے ۰۰۰۰ فرمایا

" اگر میں کچھ بولتا تو لوگ کہتے اسے تو خلافت کی حرص ستا رہی ہے اور اگر چپ بیٹھا رہتا تو کہتے کہ علی ابن طالبؑ موت سے ڈر گیا حالانکہ علیؑ ابن طالب موت سے اتنا ہی مانوس ہے جتنا شیر خوار بچہ اپنی ماں کے پستان سے اور اگر امت میں تفرقہ کا ڈر نہ ہوتا اور یہ اندیشہ لاحق نہ ہوتا کہ دین محمدی کا نام و نشان مٹ جائیگا تو میں ضرور اپنے حق کے لئے آواز اٹھاتا اور اس کے حصول کیلئے تگ و دو کرتا " ۔

اسی اثناء میں طلحہؓ نے ایک اور فریب کھیلا اور لشکر کے ایک طرف کچھ لوگوں سے یہ شور مچوا دیا گیا " النجاء النجاء فقد ادر لکم علی " جلدی کرو ۔ جلدی کرو ۔ اپنے بچاؤ کی جگہ ڈھونڈھ لو علیؑ تمہارے سر پر آپہونچے ہیں ۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۴۸ طلحہؓ کی یہ تدبیر کارگر ہوئی کہ عائشہؓ جو ابھی تک ذہنی کشمکش میں مبتلا تھیں کہ وہ خود بھی لوگوں کی افراتفری شور و غل سے متاثر ہو کر اور پھر علیؑ کا نام لوگوں کی زبان پر آتے سنکر ان کے پچھلے خیالات کافور ہو گئے اور وہ کتوں کا بھونکنا ۔ چشمہ حواب کی جھوٹی گواہی ۔ قول رسولؐ سب کچھ فراموش کر بیٹھیں علیؑ کی عداوت نے ان کے عقل و ہوش پر مثل سابق پھر اپنا رنگ دکھایا اور وہ پورے حوصلے سے لشکر کی قیادت کرتی ہوئی تیزی سے جانب بصرہ کوچ کر گئیں ۔

قریب بصرہ عمر ابن عبداللہ تمیمی ملے اور انہوں نے عائشہؓ سے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ہرگز ایسی قوم میں نہ جائیں جن سے آپ نے پہلے خط و کتابت نہ کی ہو ۔ پہلے آپ عبداللہ بن عامر کو بھیجئے ۔ یہ وہاں کے عامل رہ چکے ہیں اور لوگوں

سے ان کے تعلقات بھی اچھے رہے ہیں۔ پہلے وہ لوگوں سے مل کر آپ کا منشاء و ارادہ بیان کریں۔ پھر آپ تشریف لیجائیں۔ تاکہ وہ لوگ آپ کی بات خود بھی سن سمجھ کر آپکا ساتھ دیں اور آپکے مطیع ہوں کیونکہ آپ ام المومنینؓ ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور عبداللہ ابن عامر کو بصرہ روانہ کیا اور احنف بن قیس و صبرہ ابن یمان و دیگر عمائدین شہر کو بذریعہ خطوط برائے مشورہ و مدد طلب کیا گیا اور خود اس انتظار میں معہ لشکر بمقام حفین ٹھر گئیں جو سرحد بصرہ پر واقع تھا۔

لشکر عائشہؓ کی سرحد بصرہ پر آمد:۔

اہل بصرہ کو جب اہل مکہ مع لشکر کی آمد کی خبر معلوم ہوئی تو عثمان بن حنیف گورنر بصرہ نے عمران بن حسین اور ابو الاسود دتی کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجکر دریافت حال چاہا۔ انہوں نے اپنا منشاء قصاص خون عثمانؓ بتایا۔ پھر طلحہؓ و زبیرؓ سے ملاقات کی انہوں نے بھی یہی کہا۔ دونوں نے طلحہؓ و زبیرؓ سے پوچھا کیا آپ نے جناب امیر سے بیعت نہیں کی تھی۔ جواب دیا ہاں کی تو تھی لیکن اس شرط پر کہ وہ قاتلان عثمانؓ سے قصاص لیں اور بیعت بھی بدرجہ مجبوری کی تھی اس حالت میں تلوار کا سایہ ہماری گردنوں پر منڈلا رہا تھا۔ ہمارے ہاتھوں نے بیعت کی تھی دلوں نے نہیں۔ وہ دونوں حضرات منشاء و صورت حال معلوم کر کے واپس ہوئے۔ ابو الاسود نے سب ماجرا عثمانؓ بن حنیف کو کہہ سنایا کہ اب لڑائی کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ ان لوگوں کے ارادہ جنگ کر کے خلافت پر دوبارہ قبضہ کر لینے کا ہی معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ و احنف بن قیس کی گفتگو بابت جنگ:۔

جب عائشہؓ نے احنف بن قیس سے اپنا ارادہ بیان کیا تو وہ بولے مجھے یاد ہے کہ جب حضرت عثمانؓ قریب الموت تھے تو میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اگر ان کا انتقال ہو جائے تو میں کس سے بیعت کروں تو آپ نے فرمایا تھا علی ابن ابی طالبؑ

سے "۔ اس پر عائشہؓ نے جواب دیا" ہاں اس وقت میں نے ایسا ہی کہا تھا مگر اس وقت میں ان خیالات والفاظ سے انحراف کرتی ہوں کیونکہ اب کچھ ایسی صورت حال درپیش ہے جس کو میں بہتر سمجھتی ہوں"۔

احنف نے کہا خدا کی قسم میں علیؑ سے ہرگز مقابلہ نہ کروں گا۔ آپ کا خیال و ارادہ لغزش آمیز ہے۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کے فضائل و کردار پر روشنی ڈالی اور اٹھ کر چلے گئے۔ پھر چار ہزار و بقول دیگر روایت چھ ہزار کا لشکر فراہم کرکے بصرہ سے دو کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالدیا۔

عثمانؓ بن حنیف نے بھی حضرت عائشہؓ کا ارادہ معلوم کرکے انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر بولے "برب کعبہ اسلام کی چکی چلی۔ خدا خیر کرے دیکھیئے انجام کیا ہو" پھر عمران بن حصین اور ابو الاسود کی بھی رائے طلب کی گئی تو عمران نے کہا آپ خاموشی سے ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں اور کسی طرح ان کے کاموں میں مخل نہ ہوں۔ عثمان بن حنیف بولے مجھ سے یہ ہرگز نہ ہوگا۔ میں ان کو روکوں گا۔ تاوقتیکہ جناب امیرؑ (علیؑ) تشریف نہ لے آئیں۔ اس گفتگو کے بعد عمران چلے گئے اور عثمان بن حنیف بھی اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

دراین اثنا ہشام بن عامر بھی آگئے اور رائے دی کہ جب تک حضرت علیؑ کا کوئی حکم نہ صادر ہو آپ حکمت عملی و نرمی سے اپنا کام نکالیں۔ عثمان بن حنیف نے اس رائے کو قبول نہ کیا اور لوگوں کو مسلح ہو کر مسجد میں جمع ہونے کا مشورہ دیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو عثمانؓ نے قیس سے تقریر کرائی۔ انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ لوگ (اہل لشکر) ڈر کر مکہ معظمہ سے ہرگز تمہارے پاس برائے امداد و پناہ نہیں آئے ہیں۔ یہ بالکل بعید از قیاس ہے کیونکہ یہ ایسے شہر پناہ سے آئے ہیں جہاں چڑیوں تک کو امن ہے۔ اور اگر طالب قصاص خون عثمانؓ ہیں تو کیا ہم لوگ قاتلان عثمانؓ ٹھہرے لہٰذا ان لوگوں کو واپس کر دیا جائے۔

اسود ابن شریع سوری نے کہا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ہم کو قاتلان سمجھ کر آئے ہیں ایسا بھی نہیں ہے بلکہ اس غرض سے آئے ہیں کہ ہم لوگوں کو اپنا مددگار سمجھا کر اور بنا کر قاتلان عثمانؓ پر حملہ کر دیں گو کہ قاتلان عثمانؓ کے بارے میں کوئی واضح اور ٹھوس ثبوت نہیں مل سکا ہے۔ محض قیاس آرائی و شک و شبہ و گمان در پیش ہے۔ یہ گتھی ابھی سلجھ نہیں سکی ہے۔

الغرض یہ ہنگامہ قیاس آرائیاں و چپقلش جاری رہی اور مسلمان کشمکش میں پڑے رہے کہ آخر ماجرا کیا ہے۔۔ مگر عثمان بن حنیف نے اپنے مختصر لشکر کو ترتیب دینا شروع کر دیا۔ ادھر حضرت عائشہؓ کے بھی دم خم کچھ کم نہ تھے اور آپ کا لشکر بھی آمادہ جنگ و جدال تھا جو تعداد میں اب کافی بڑھ چکا تھا۔

جب عثمان بن حنیف عامل بصرہ نے امیر المومنین کو طلحہؓ و زبیرؓ کے ہمراہ عائشہؓ کے بصرہ پہنچنے کی اطلاع و ان کے ناپاک ارادوں سے آگاہ کیا تو حضرت نے ایک خط ان کے نام تحریر کر کے ہدایت فرمائی کہ اگر دشمن لڑائی پر اتر آوے تو اس کے مقابلہ کے لئے ایسے لوگوں کو اپنے ہمراہ نہ لیں جو ایک طرف عائشہؓ طلحہؓ و زبیرؓ کی شخصیتوں سے متاثر و مرعوب ہوں اور دوسری طرف کہنے سننے سے ان کے خلاف جنگ کرنے پر بھی آمادہ ہو گئے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگوں سے جم کر لڑنے کی توقع نہیں کی جا سکتی ہے اور نہ ہی ان پر پورا بھروسہ و اعتماد ہی کیا جا سکتا ہے بلکہ اگر ایسے لوگ لشکر میں موجود رہے تو دوسروں کو بھی بد دل بنانے کی کوشش کر سکتے ہیں لہذا ایسے لوگوں کو نظرانداز کر دینا ہی مفید و بہتر ہوگا۔ (مکتوب ۴ نہج البلاغہ ص ۶۴۲ مرتبہ مفتی علامہ جعفر حسین نجفی ہاؤس ۵۹ نشان پاڑا روڈ بمبئی۔ انڈیا)۔

عائشہؓ کا زید بن صوحان کے نام خط:۔۔

لشکر عائشہؓ نے جب قرب بصرہ اپنے خیمے نصب کر لیئے اور عبد اللہ بن زبیرؓ بھی قرب و جوار و اطراف کے لوگوں کو جناب امیر کے خلاف خوب بھڑکاتا رہا اور اہل بصرہ

تو پہلے ہی سے مذبذب ہو رہے تھے۔ عجب کشمکش کا عالم تھا اور لوگ دو دھڑوں میں بٹ گئے تھے۔ کچھ علیؑ کے خلاف اور کچھ علیؑ کے موافق عین اس وقت جناب عائشہؓ نے اپنے سیاسی ترکش کا ایک اور تیر زید بن صوحان کی طرف بغرامداد چھوڑا اور بذریعہ خط ان کو حسب ذیل طریقہ سے مدعو کرتے ہوئے طالب امداد ہوئیں جس کو ابن ابی الحدید و دیگر مورخین نے بھی تحریر کیا ہے کہ عائشہؓ نے بصرہ پہونچکر زید بن صوحان عبدی کو جناب امیرؑ کی مخالفت میں اس مضمون کا خط لکھا:۔

"عائشہؓ ام المومنین کی طرف سے فرزند مخلص زید بن صوحان عبدی کو بعد دعا معلوم ہو کہ تمہارے باپ زمانہ جاہلیت میں بھی سردار تھے اور عہد اسلام میں بھی اور تم اپنے باپ کے نقش قدم پر اسی طرح ہو جس طرح گھوڑ دوڑ میں اسپ مصلی اسپ سابق سے نزدیک و ملحق ہوتا ہے۔ تم نے حضرت عثمانؓ کے خون ناحق کا وہ واقعہ تو سنا ہی ہوگا جو اسلام میں رونما ہوا۔ اب ہم تمہاری طرف آرہے ہیں اور ہمارے آجانے و ملاقات ہو جانے پر تمہاری پوری تسلی و تشفی ہو جائے گی کیونکہ مشاہدہ خبر سے زیادہ تسلی بخش ہوتا ہے۔ پس جب تم کو میرا یہ خط ملے تو تم پہلے لوگوں کو علیؑ ابن ابی طالب کی مزید بیعت و شرکت سے روکو اور تا حکم ثانی اپنی جگہ پر قائم رہو۔ گھر میں موجود رہو۔ علیؑ کی لشکری و رسدی امداد کو قطع کرتے رہو۔ پھر موقع نکال کر مجھ سے ملنے کی کوشش کرو اور فوراً میری مدد واجب جانو۔ اگر اس امر میں دیر کروگے تو علیؑ کے دباؤ و اثر سے مجھ کو ذلت ہوگی۔ امید ہے تمہارے بارے میں مجھے وہی اطلاع ملے گی جسے میں دوست رکھتی ہوں کیونکہ تم میری اولاد کے مانند ہو اور زیادہ معتمد بھی۔ والسلام ......۔

زید بن صوحان نے جواب دیا جس کو پڑھ کر ام المومنینؓ کبیدہ خاطر اور مایوس ہو کر اہل لشکر کے بیچ چلی گئیں۔

(جواب) " زید بن صوحان عبدی کی جانب سے ام المومنین عائشہؓ کو بعد سلام معلوم

ہو کہ ۰۰۰۰۰ اما بعد: خدا نے کچھ چیزیں تم پر اور کچھ ہم پر واجب کی ہیں ۔آپ پر حکم خدا و رسولؐ ہے کہ ام المومنین و زوجہ رسولؐ ہونے کے ناطے گھر میں قیام کرنا واجب کیا ہے ۔ اور ہم پر جہاد کرنا واجب ہے کہ مخالفین سے اس وقت تک قتال کریں جب تک کہ فتنہ فرونہ ہو جائے آپ نے خط میں مجھے حکم خدا کے عین خلاف عمل کرنے کو کہا ہے ۔ جو خدا نے آپ پر واجب کیا ہے وہ میں انجام دوں اور جو مجھ پر واجب کیا ہے اس کو تم اختیار کرو۔ تم نے اپنا فرض ترک کیا اور مجھ کو میرے فرض ادا کرنے سے روکتی ہو ۔ میرے نزدیک تمہاری اطاعت واجب نہیں ہے اور آپ کا یہ خط لائق جواب بھی نہیں ہے "۔

اس طرح زید بن صوحان نے عائشہؓ کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا اور حق سمجھ کر لشکر علیؑ میں برائے جہاد شریک ہو گئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے ۔

۱۔ عقد الفرید جلد ۲ ص ۲۸۱ سطر ۲۰ تا ۲۸ طبع مصر ۱۳۰۲ھ ۔

۲۔ تاریخ احمدی ص ۱۵۸۔ تنظیم المکاتب گولہ گنج لکھنو۔

۳۔ " احسن الانتخاب " فی ذکر سیدنا ابی تراب ۔ حافظ شاہ محمد علی حیدر الصدر شاہ آباد ہردوئی رحمانی پریس تھوی ٹولہ ، لکھنو ۳۔ ۱۹۳۲ء ص ۲۲۷۔

اس خط کے لکھے جانے کی جگہ کے بارے میں مورخین میں قدرے اختلاف ہے ۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ خط بصرہ پہونچکر منجانب عائشہؓ لکھا گیا جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ بصرہ کے قریب نواحی بستی سے لکھا گیا اور زید بن صوحان کو بصرہ آکر ملنے کو کہا گیا ۔ مگر جواب زید نے عائشہؓ کے بصرہ کے قیام کے قبل ہی روانہ کر دیا تھا ۔ جواب پڑھ کر کچھ مضمحل و کبیدہ خاطر ہو کر آگے بڑھنے کا حکم دیا ۔ اس طرح یہ سیاسی ترکش کا آخری تیر بھی خطا کر گیا ۔

خط مذکورہ میں یہ بات بھی درج تھی کہ زید بن صوحان نے اس شرط پر عائشہؓ کی مدد کرنا قبول کیا تھا کہ وہ اس قافلہ سے الگ ہو کر اپنے گھر جا کر بیٹھیں ورنہ وہ

سب سے اول ان کے دشمن ہوں گے ۔ آپ کہتے تھے اور افسوس کرتے تھے کہ حضرت عائشہؓ پر اللہ رحم کرے ، ان کو گھر میں بیٹھنے اور ہم کو قتال و جدال کا حکم دیا گیا تھا۔ مگر افسوس انہوں نے تو معاملہ ہی الٹا کر دیا۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا" جو شخص ایسے انسان کو دیکھنا چاہے جس کے جسم کا کچھ حصہ اس کے باقی جسم سے پہلے جنت میں جائیگا وہ زید بن صوحان کو دیکھے اور اس ارشاد نبوی کو پورا ہوتے ہوئے دنیا والوں نے یوں دیکھا کہ ان کا ایک ہاتھ جنگ قادسیہ میں قطع ہوا اور کئی برس بعد جنگ جمل میں شہادت پائی ۔ دیکھئے کتاب "ھشیم تمار" مولفہ حجۃ الاسلام محمد حسین صاحب المظفری بحوالہ " اصابہ " جلد ا ص ۵۸۳ و تاریخ بغداد جلد ۸ ص ۴۴۔

عبداللہ ابن زبیرؓ کا جنگ جمل میں مکروہ رول:۔

لشکر عائشہؓ نے بصرہ میں داخل ہو کر اپنا خیمہ ڈیا ڈالدیا اور مزید کمک اور اپنے بھیجے ہوئے جاسوسوں کا انتظار کیا۔ یہ وہ ایجنٹ تھے جو کوفہ میں معاویہ و ابو موسیٰ اشعری سے سلسلہ جوڑے ہوئے تھے اور عوام کو علیؑ کی مخالفت پر برابر ابھارتے رہے جن میں عبداللہ بن زبیرؓ کا نام صف اول میں آتا ہے ۔ یہ شخص اپنے باپ سے بھی بازی لے گیا تھا۔ " انچہ پدر نہ توان کن پسر تمام کند " ۔

" مورخین کا کہنا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ دشمنان اہلبیت میں تھا ۔ علیؑ پر لعنت کرتا تھا کبھی کہتا تھا تمہارے پاس کمینہ و بد بخت آگیا ہے اور اس کی مراد حضرت علیؑ ہوتے تھے ۔ دوران جمل اہل بصرہ کے درمیان اس نے خطبہ دیا اور ان کو جنگ و جدال پر ابھارا ۔ کہا: اے لوگو! علیؑ نے خلیفہ برحق عثمانؓ مظلوم کو قتل کیا ہے ۔ پھر لشکر تیار کیا تاکہ تم پر حکومت کرے اور تمہارے شہر کو تم سے چھین لے پس تم اپنے خلیفہ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اٹھو اور اپنے حریم کی حفاظت کرو اور اپنی عورتوں بچوں اور اپنے حسب و نسب سے دفاع کرو ۔ آگاہ ہو جاؤ کہ علیؑ اس سلسلہ میں تمہاری کوئی رعایت نہ کریں گے ۔ خدا کی قسم اگر وہ تم پر کامیاب و

فتحیاب ہو گئے تو تمہارے دین و دنیا کو ضرور برباد کر دیں گے"۔(شرح نہج البلاغہ ... ابن الحدید جلد ا ص ۳۵۸۔ و تاریخ مسعودی جلد ۵ ص ۱۶۳)۔

عبداللہ بن زبیرؓ کی بنی ھاشم سے وخاص کر حضرت علیؑ سے بغض و کینہ و حسد کی انتہا یہ تھی کہ اس نے چالیس ۴۰ دن تک رسول اللہؐ پر بھی صلوات نہ بھیجی اور کہتا کہ مجھے صلوت بھیجنے سے کوئی چیز نہیں روکتی لیکن اس سے کچھ لوگوں کی ناک اونچی ہو جائے گی اس لئے صلوت نہیں بھیجتا ہوں (تاریخ یعقوبی جلد ۳ ص ۸۰۷ و (شرح ابن الحدید جلد ا ص ۳۸۵)

پس جب بغض و حسد کا یہ حال تھا تو ان سے علیؑ کے حق میں کیا امید کی جا سکتی تھی صلوت بر نبی کریم کے بجائے علیؑ پر جھوٹی تہمتیں دورغ گوئی سب شتم کرنا سب کچھ برائیوں کو آپ سے منسوب کر دینا کیا عجب تھا اس کے مندرجہ بالا خطبہ بصرہ سے تو کھلا جھوٹ و بہتان عظیم ثابت ہوتا ہے۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ علیؑ کو فتح ملی اور لشکر مخالف کی اکثریت کو اسیر کیا گیا اور ان بیشمار قیدیوں میں یہ ان کا ازلی دشمن عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھا لیکن علیؑ نے کسی سے کوئی انتقام نہ لیا بلکہ عام معافی کر کے سب کو آزادی عطا کر دی۔اور حضرت عائشہؓ جو ان سب کی کمانڈر تھیں ان تک کو باعزت و حرمت باکمال حفاظت و احترام مدینہ خانہ رسولؐ تک پہونچوا دیا کیونکہ بہر حال وہ ام المومنین تھیں۔ان کے پردہ کی بھی لاج رکھی اور حرم رسولؐ کی بھی۔کسی زخمی کو مارنے یا کسی کا مال و متاع چھیننے نیز عورتوں و بچوں کے ساتھ ناروا سلوک کرنے سے سخت منع فرمایا۔مال غنیمت کی لوٹ کھسوٹ پر کڑی نگاہ رکھی حتیٰ کہ خود آپ کے لشکریوں کے کچھ افراد نے برا مانا اور ناراضگی ظاہر کی۔لشکر علیؑ میں کچھ رذیل طینت منافقین آپ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے" ان لوگوں سے جنگ کرنا تو ہمارے لئے مباح ہو گیا اور ان کی عورتوں کو بے پردہ کرنا اور کنیز بنانا کیونکر حرام ہو گیا"۔آپ نے فرمایا" کیا تم اپنی ماں ام المومنین (عائشہؓ) کے لئے

قرعہ اندازی کرنا پسند کرو گے جس کے حق میں قرعہ نکل آئے وہ ان کو لوٹ لے اور بے پردہ کرے ؟ تب لوگ بولے "یہ بھلا کیسے ممکن ہے (استغفراللہ) ہم یقیناً سخت غلطی پر تھے اور آپ حق پر ہیں ہم کو معاف کیا جائے"۔

یہ وہی عبداللہ بن زبیرؓ ہیں جنہوں نے اپنے باپ کو اس وقت بزدل کہا تھا اور ان پر خوف کھانے کی تہمت لگائی تھی کہ جب انہوں نے حضرت علیؑ سے نبی کریمؐ کی یہ حدیث سنی تھی کہ تم علیؑ سے جنگ کرو گے اور ان کے حق میں ظالم ہو گئے۔ وہ جنگ کو چھوڑ کر پلٹ جانے پر تیار ہو گئے تھے اور عائشہؓ سے اپنے ارادے کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ لیکن جب بیٹے نے زیادہ پریشان کیا تو کہا کہ خدا تجھے رسوا کرے تجھے کیا ہو گیا ہے۔

("اہل ذکر" تیجانی سماوی ص ۳۱۹۔ بحوالہ تاریخ اعثم کوفی و شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۱۷۰) اور پھر جنگ کرنے پر تیار ہو گئے اور بالآخر مارے گئے۔ جسکی تفصیل آگے درج ہے۔

بنی ہاشم سے اور عترت رسولؐ مقبول سے انکا بغض و حسد و کینہ بڑھتا ہی چلا گیا اور اس بغض علیؑ نے اسکو اندھا کر رکھا تھا۔ اور کبھی مائل بہ توبہ نہ ہوا بلکہ بنی ہاشم کا چراغ گل کرنے کے لئے سب جتن پورے کر ڈالے مگر فانوس بن کے خداوند کریم نے اس چراغ محمدی کی حفاظت فرمائی۔ چراغ تو گل نہ ہو سکا البتہ گل کرنے والے ہی کا چراغ حیات جلد ہی گل ہو گیا۔

مؤرخین نے روایت کی ہے کہ وہ شہادت علیؑ کے بعد لوگوں کو اپنے امیر و خلیفہ ہونے کی دعوت دینے کے لئے کھڑا ہوا۔ چنانچہ ایک جماعت اس کی حمایت بھی کرنے لگی اس طرح اسکی پوزیشن (POSITION) مستحکم ہونے لگی اور طاقت میں اضافہ ہوا تو حضرت علیؑ کے فرزند ارجمند جناب محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کو اور امام حسنؑ و دیگر ستر افراد بنی ہاشم کو قید کر کے انکو جلانے کے لئے دروازہ پر لکڑیاں

جمع کردی گئیں اور ان کو آگ بھی لگادی تھی تاکہ سب جل کر ختم ہو جائیں ۔ عین وقت پر حضرت مختار کا لشکر آپہونچا آگ بجھائی سبکی جان بچائی ورنہ ابن زبیرؓ تو اپنے مکروہ پلان میں کامیاب ہو ہی جاتا۔

۱۔(تاریخ مسعودی جلد ۵ ص ۱۸۵) شرح ابن الحدید جلد ۴ ص ۴۸۷)

۲۔("اہل ذکر" مؤلف ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی ترجمہ طبع قم ایران ۔ ص ۳۲۲)

صیغہ متعہ کے بارے میں ان سے منسوب یہ روایت وانکا قول مشہور ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے عبداللہ بن عباس سے کہا تھا کہ "اے اندھے (اگر تم نے کبھی متعہ کیا تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا"۔

عبداللہ ابن عباس نے جواب دیا" ۔ میں تو بوجہ ضعیفی آنکھ کا اندھا ہوں لیکن تم دل کے اندھے ہو۔ اگر تم متعہ کی اہمیت وخلیت ومعرفت جاننا چاہتے ہو تو بہتر ہے کہ اس کی حقیقت اپنی ماں ہی سے پوچھو کہ تمہارے باپ زبیرؓ بن العوام نے متعہ اسما بنت ابو بکرؓ (عائشہؓ کی حقیقی بہن) سے کیا تھا کہ نہیں اور تم اسی متعہ ہی کی اولاد ہو ۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ اپنی والدہ پاس غصہ کے عالم میں گئے اور ماجرا دریافت کیا تو اسمانے جواب دیا" کیا میں نے تم کو پہلے بھی منع نہ کیا تھا کہ ابن عباس کے منہ کبھی نہ لگنا کیونکہ وہ اہل عرب کے عیوب کو بخوبی جانتے ہیں اور ہر شخص کے حسب ونسب وخاندانی شجرہ کو سب سے زیادہ وبہتر جانتے ہیں" ابن زبیرؓ شرمندہ ہوکر واپس لوٹ آئے۔

اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ محض بغض اہلبیت اطہار میں اس قدر مستغرق تھے کہ وہ فقہ جعفریہ میں بھی دخل انداز ہونے کو فخر سمجھتے اور شرع محمدی کو ردو بدل کرنا کار فضیلت سمجھتے گو کہ بذات خود اس میدان میں کورا کاغذ تھے ۔چونکہ رسول اسلام نے متعہ کو جائز فرمایا۔ ابو بکر کے عہد میں نافذ رہا۔ عمر کے ابتدائی دور میں بھی جاری رہا بعد، ممنوع کیا گیا۔ عثمانؓ نے بھی اپنے دور میں بند کر رکھا تھا مگر حضرت علیؑ نے رسول اللہ کی تاسی کرتے ہوئے دوبارہ جاری فرمایا۔ لہذا علیؑ کے

بغض و عناد نے ان کو مجبور کر رکھا تھا کہ وہ دخل در معقولات کر کے اور کچھ نہیں تو ابن عباس سے الجھ پڑے اور منہ کی کھائی۔

۔"جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے"۔

عائشہؓ کی ابن زبیر سے گہری محبت:۔

عبداللہ ابن زبیر جناب عائشہؓ کی سگی بہن اسما بنت ابو بکرؓ کے بیٹے تھے جنکی ولادت درج بالا ہے۔ عائشہؓ ان کو بہت زیادہ عزیز رکھتی تھیں بالکل جس طرح ایک ماں کے دل میں اپنے اکلوتے بیٹے کی محبت ہو۔ اور اسی محبت کے نام پر ان کی کنیت "ام عبداللہ" پڑی۔ ہشام بن عروہ کا کہنا ہے کہ "میں نے عائشہؓ کو ابن زبیر کے حق میں جتنی دعا کرتے سنی ویسی کبھی کسی دوسرے کے لئے نہیں سنی"۔

ابن عساکر لکھتے ہیں کہ "ایک بار عائشہؓ بیمار تھیں تو عبداللہ ان کی عیادت کو آئے اور بے تحاشہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ عائشہؓ بھی ان کی گریہ وزاری سے مضمحل و مضطرب ہو کر خود بھی رو پڑیں اور کہنے لگیں کہ اے عبداللہ! دنیا میں مجھے تم سے بڑھ کر کوئی بھی عزیز نہیں ہے۔ مورخ آگے یہ بھی لکھتا ہے کہ۔

"جنگ جمل کے دوران مالک اشتر نے جب انکو "ہلکان وادھ مرا" کر کے چھوڑ دیا کہ (شاید وہ زخموں کی تاب نہ لا کر بچ نہ سکیں) تو عائشہؓ کو اس خبر نے سخت کرب و ہیجان میں مبتلا کر دیا اور وہ بہت بے قرار تھیں جب تک کہ ان کو عبداللہ کے زندہ بچ جانے کی خبر نہ ملی۔ عائشہؓ نے اس خوشخبری سنانے والے کو کہا جاتا ہے کہ دس ہزار درہم بطور انعام بھی دیئے"۔ ("تہذیب" ابن عامر جلد ۴ ص ۴۰۰ تا ۴۰۲)۔

حضرت عائشہؓ نے انہیں (عبداللہ ابن زبیر) کو اپنے حجرہ میں دفن کرنے کی بھی وصیت کی تھی یاد رہے کہ یہ وہی حجرہ رسولؐ تھا جس میں فرزند رسول امام حسنؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ کو عائشہؓ نے دفن نہ ہونے دیا تھا (ہنگام دفن نعش امام مظلوم پر ستر تیر پیوست تھے)۔

چونکہ عبداللہ بن زبیر کی پرورش و عہد طفلی مخالفت و عداوت اہلبیت کے گندے ماحول میں ہوئی تھی اور آنکھ کھول کر انہوں نے اپنے خاندان کو حضرت علیؑ کا مخالف پایا لہذا بڑے ہو کر یہ خود بھی بنی ہاشم و آل محمد کے ازلی دشمن بنے رہے اور اپنی کاوشوں و کوششوں کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے باپ زبیر بن العوام کو بھی حضرت علیؑ کا دشمن بنا دیا جبکہ زبیر کا شروع کا موقف علیؑ کے حق میں اس قدر مخالفانہ نہ تھا جتنا کہ اپنے اس بیٹے کی جوانی پر ہو گیا تھا۔

جناب امیرؑ حضرت علیؑ کا خود ارشاد ہے کہ "زبیر ہم اہلبیت کے ہمدرد و بہی خواہ رہے جب تک کہ ان کا یہ بدبخت و منحوس بیٹا جوان نہ ہو گیا"۔ (مروج الذہب مسعودی بر حاشیہ تاریخ کامل ج ۵ ص ۶۴-۱۶۳)۔

ان ہی کے کارنامے تھے جن کے باعث انہوں نے اپنے والد کے خیالات کو پراگندہ کر کے دشمنی علیؑ پر آمادہ کیا۔ اور علیؑ سے نکث بیعت کرائی اور جنگ جمل پر مجبور کیا۔ طلحہ و مروان وغیرہ سے ساز باز کرتے رہے اور سب نے مل کر عائشہؓ کو بھی میدان کار زار میں بطور کمانڈر ورغلا کر لا کھڑا کیا۔ وادی حواب میں کتوں کے بھونکنے پر جب عائشہؓ کو پیغمبر اسلام کی حدیث یاد آگئی اور انہوں نے حواب سے آگے نہ بڑھنے کے بجائے مدینہ واپسی کا قصد کیا تو ان ہی ابن زبیر نے ام المومنینؓ کو جھوٹی تسلی، دلاسا، اطمینان و یقین دلایا کہ جس نے بھی اس مقام کو حواب بتایا ہے وہ جھوٹا ہے اور اس امر میں پچاس حضرات گرد و نواح کو رشوت دیکر بطور گواہ پیش کیا گیا جنہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہاں یہ وادی حواب نہیں ہے جن میں کچھ لوگ بنی کلاب کے بھی تھے۔ (اسلام کی یہ پہلی جھوٹی گواہی تھی جو رائج و قائم کی گئی) چنانچہ عائشہؓ اپنے ہمشیر زادہ کی محبت و رفاقت کی خاطر حدیث رسولؐ کو جلد فراموش کر بیٹھیں اور خروج علیؑ کے لئے راہ جمل اختیار کی۔ کیونکہ عائشہؓ کے دل میں عداوت و کدورت اہبیتؑ تو پہلے ہی سے بھری ہوئی تھی ان کے بھانجے کی ترغیب آگ پر تیل کا کام کر

گئی اور خالہ صاحبہ کو جنگ و قتال کے علاوہ اور کچھ سوجھائی نہ دیا۔ بھانجہ کی عیاری، مسلسل ضد و اسرار نے جھوٹ کو سچ میں بدل دیا۔ ابن زبیر بخوبی جانتے تھے کہ خواہ کچھ ہو عائشہؓ ان کی خالہ ان کے کسی بھی کہنے و اسرار کو ٹال نہیں سکتی تھیں۔ چنانچہ جب لشکر کے کوچ سے پہلے مکہ میں جناب ام سلمہ نے عائشہؓ کو سمجھا بجھا کر جنگ سے باز رہنے کی ترغیب دی اور عائشہؓ پر انکی پند و نصائح کا اثر بھی ہوا کہ وہ اپنا ارادہ بدلنے پر نیم رضا مند ہو چکی تھیں کہ دوران گفتگو ہی یہ صاحب بری طرح حائل اور بضد ہوئے کہ خالہ کا دل پسیج گیا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ یہ اگر صحیح اسلامی اسپرٹ سے کام لیتے تو اپنی خالہ عائشہؓ کو بہ آسانی جنگ سے باز رکھ سکتے تھے اور عائشہؓ بوجہ الفت عمیق ان کا کہا کسی داموں ٹال نہیں سکتی تھیں اور اسلام ایک بھیانک و خون آشام جنگ سے بچ جاتا۔

لہذا ان تمام شواہد و مواد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک محقق۔ اسلامیات کا اسکالر یا مورخ یہ نتیجہ اخذ کیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جنگ جمل کے بانیاں و اس چنگاری کو شعلہ ور کرنے اور ہوا دینے میں عبداللہ ابن زبیر نے کلیدی رول ادا کیا۔

" مروان نے حجاج کی سرکردگی میں ابن زبیر سے مقابلہ کے لئے ایک لشکر بھیجا کہ جس نے محاصرہ کر کے انہیں قتل کیا اور حرم میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔ اس طرح عبداللہ ابن زبیر کا قصہ تمام ہوا جیسا کہ اس سے قبل ان کے باپ کا حشر ہوا تھا دونوں ہی دنیا کے بندے۔ عقبا سے غافل حکومت و امارت کے حریص تھے اور اپنی بیعت کرا کر خلافت کے حقدار بننا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے جنگ کی خون کی ہولی کھیلی۔ لوگوں کو ہلاک کیا۔ خود بھی ہلاک ہوئے لیکن اپنے مقصد میں کامیابی نصیب نہ ہوئی "۔ (" اہل ذکر " مولف تیجانی سماوی مطبوعہ ایران ص ۳۲۲)۔

مروان، طلحہ و زبیر میں باہمی جھگڑا بابت امامت دوران جمل:۔

عائشہؓ کا لشکری قافلہ مکہ معظمہ سے نکل کر جانب بصرہ کوچ کرتا ہوا کئی فرسخ نکل گیا کہ نماز کا وقت آیا اور یہ قافلہ برائے نماز ٹھہرا۔ مروان بن الحکم نے اذان دی تو طلحہؓ و زبیرؓ عائشہؓ کے پاس آئے اور پوچھا کہ خلافت کا سلام کس کو کیا جائے۔ نماز کی امامت کون کرے گا۔ عبداللہ بن زبیرؓ بولے امامت میرے والد کریں گے۔ محمد بن طلحہؓ بولے میرے والد امامت کریں گے۔ مروان بولا اذان جب میں نے دی تو امامت بھی میں ہی کروں گا۔ اس پر باہی تکرار بڑھ گئی طلحہؓ و زبیرؓ میں سے ہر ایک دوسرے کو پیچھے ہٹا دیتا تھا اور خود امامت کے لئے آگے بڑھتا تاکہ یہ فضیلت اس کو مل جائے حتیٰ کہ نماز قضا ہو گئی اور صفیں منتشر ہو گئیں۔ لوگوں نے غل مچایا کہ اے اصحاب رسولؐ کچھ تو نماز کا احترام و خیال رکھو۔

معاملہ برائے فیصلہ حضرت عائشہؓ تک پہونچا۔ پس آپ نے بطور سالار لشکر یہ فیصلہ کیا کہ تم دونوں کے بجائے ایک دن محمد بن طلحہؓ جماعت پڑھائے اور ایک دن عبداللہ بن زبیرؓ جماعت پڑھائے۔ اس طرح دونوں کے ما بین پیش نمازی کے لئے صلح ہو گئی۔ حضرت عائشہؓ نے مروان بن الحکم کو بلوا کر کہا کہ تم ہمارے آپس میں پھوٹ ڈلوانا چاہتے ہو اور وہ بھی نماز کا حیلہ بنا کر۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عبدالرحمن ابن عتاب ابن السید امام مقرر ہوئے اور تا وقت شہادت وہی امامت کرتے رہے۔ (تاریخ یعقوبی۔ ذکر جمل ص ۱۷۰ (عربی)۔

طلحہؓ، زبیرؓ و مروان کا پیش نمازی کے لئے اس طرح جھگڑا کرنا وہ بھی خانہ خدا کے اندر محض اس لئے تھا کہ یہ فضیلت ان کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے میں آگے چل کر معاون ہو سکے۔ اگر جنگ میں علیؑ کو شکست ہو جائے تو خلافت کے دعویداروں میں ان کا پلڑا بھاری رہے اس طرح یہ بات اور ثابت ہو جاتی ہے کہ ان حضرات کا اصل منشاء و مقصد حکومت و اقتدار خلافت پر قبضہ جما لینا تھا نہ کہ قصاص قتل عثمانؓ کا یا حضرت عائشہؓ کے اصلاح المسلمین کا جس کا چرچا عام کر کے

بذریعہ مہم خاص حضرت علیؑ کے خلاف منافرت پھیلا کر عوام کو ورغلا کر دھوکہ میں رکھ کر جدال و قتال پر ابھارنا تھا۔ اور اس حد تک یہ مہم کامیاب ضرور ہوئی ۔ مگر انجام بد و بدتر ہوا۔

"یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود"

ابو ایوب انصاری و محنف ابن سلیم کی باہمی گفتگو بابت جنگ:۔

جنگ جمل میں جناب امیر کے مخالف گروہ کا نام "ناکثین" رکھا گیا ۔ نکث کے معنی ہیں عہد توڑنا ۔ طلحہؓ و زبیرؓ و مروان وغیرہم اولاً بیعت علیؑ کر چکے تھے پھر نکث بیعت کر کے ان پر خروج کیا۔ کنزالعمل میں محنف ابن سلیم سے مروی ہے کہ ان کے پاس ابو ایوب انصاری تشریف لائے (یہ دونوں حضرات جناب امیر کے لشکر میں تھے اور یہ باہمی گفتگو ان کے مابین دوران جمل ہوئی تھی) ابن سلیم نے پوچھا کہ آنحضرت کے زمانے میں آپ نے ان کے ہمراہ مشرکین سے جہاد کیا ۔ اب آپ مسلمانوں سے قتال کر رہے ہیں ۔ انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت نے مجھے تین گروہوں سے جنگ کرنے کو فرمایا تھا اور وہ تینوں گروہ (۱) ناکثین (۲) قاسطین (۳) مارقین ہیں ۔ ناکثین سے جنگ کر چکا ۔ اب انشاء اللہ قاسطین و مارقین سے جنگ کروں گا ۔ (جن سے مراد اہل صفین و اہل نہروان ہے) آپ برابر حضرت علیؑ کے ساتھ رہے ۔ جنگ صفین میں شریک لشکر رہے ۔ ابو ایوب انصاری کی ایک روایت کے مطابق بوجہ کبر سنی و علالت جنگ نہروان میں شریک نہ ہو سکے تھے ۔

اس جنگ کے متعلق بہت کچھ بحث و مباحثہ ہیں جو فریقین یعنی حضرات اہلسنت و اہل تشیع کی کتب میں مذکور ہیں ۔ ایک فرقہ اس جنگ کی وجہ سے اصحاب جمل یعنی عائشہؓ ، طلحہؓ ، زبیرؓ و مروان و معاویہ پر لعن طعن (تبرا) بھی کرتے ہیں جس سے اہلسنت حضرات کی دل شکنی ہوتی ہے ۔ بہ ایں وجہ وہ لوگ جواباً مدح صحابہ بڑھتے ہیں جس میں ان مذکور حضرات جمل کی بھی تعریف و مدح سرائی ہوتی ہے جو

شیعہ حضرات کے لے باعث دل شکنی ہوتی ہے۔اس طرح نفاق کا شگاف وسیع ہوتا ہے۔لازم ہے کہ ہر دو اپنے اپنے طریقوں کو بڑھاوا دینے سے پرہیز کریں تاکہ امت مسلمہ ایک جھنڈے تلے ایک پلیٹ فارم پر متحد و متفق ہو کر اور ایک عظیم قوت بن کر پھر ابھر سکیں اور دشمنان اسلام کے نحس و مکروہ پلانوں کو یکلخت ناکارہ بنا دیں کہ اسلام کا بول بالا رہے۔انشاء اللہ و آمین۔

شعبی نے مسلم ابن ابی بکر سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جب طلحہؓ و زبیرؓ مع لشکر وارد بصرہ ہوئے جس کی کمان عائشہؓ خود سنبھالے ہوئے تھیں اور میں نے ان دونوں کی مدد کی غرض سے اپنی تلواریں حمائل کر لی تھیں پس جب حضرت عائشہؓ پاس پہونچا تو دیکھا کہ وہ حکم چلا رہی تھیں اور کچھ باتوں سے روک رہی تھیں جیسے لشکر کی کل سرداری ان ہی کے سر ہو تو یہاں مجھے رسولؐ اسلام کی ایک حدیث شریف یاد آگئی جو میں نے خود آنحضرت سے سنی تھی کہ۔

"وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جسکے امور کی باگ دوڑ کسی عورت کے ہاتھ میں ہو"

پس میں نے ارادہ بدلا اور واپس آگیا۔

بخاری نے بھی مسلم ابن ابی بکر سے روایت کی ہے کہ انکا قول ہے کہ جنگ جمل کے دوران مجھے ایک کلمہ کے ذریعہ فائدہ پہونچا کہ جب رسول اکرمؐ کو یہ معلوم ہوا کہ فارس میں کسریٰ کی بیٹی حکومت کر رہی ہے تو آپ نے فرمایا" (وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس کے امور کی باگ دوڑ عورت کے ہاتھ میں ہو")

۱۔کتاب "اہل ذکر" ترجمہ ڈاکٹر تیجانی سماوی مطبوعہ قم ایران ص ۴۔۱۶۳

۲۔"صحیح بخاری" جلد ۸ ص ۹۷ باب الفتن

۳۔حاکم "مستدرک جلد ۴ ص ۵۲۵

۴۔و نسائی جلد ۴ ص ۳۰۵

اس طرح یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ عائشہؓ نے جنگ جمل کے لشکر کی

قیادت و کمانڈری پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ عالم اسلام کی قیادت کی طمع میں پھنس کر خدا و رسولؐ کے احکام کے خلاف گھر سے نکل پڑیں کبھی وہ طلحہؓ و زبیرؓ پر حکم چلاتی تھیں تو کبھی عمال و حکام کو بذریعہ خطوط بحر امداد طلب کرتیں اور ہر طرح کی طمع و لالچ دے کر ان کو علیؑ کے خلاف بھڑکا کر آمادہ جنگ کرتیں اور ان ہی امور ناگفتہ بہہ کی بدولت انکا مرتبہ بنی امیہ میں بلند ہوا۔ خوب شہرت پائی اور سادہ لوح عوام صرف ام المومنین و زوجہ رسولؐ ہونے کے ناطے انکی عزت کرتے اور ان کے ہر فعل کو مستجب و احسن قرار دیتے انکے جھنڈے تلے جمع ہونے کو بھی باعث فخر سمجھتے جبکہ ان کو معاملے کی نوعیت و اہمیت کا بھی ذرا پتہ نہ تھا۔ اور پھر علیؑ کے مقابلہ میں انکا لشکر کشی کرنا سونے پر سہاگے کا کام کر گیا۔ کیونکہ حضرت علیؑ ایسے جری بہادر و شیر دل صف شکن و غیر فرار سے ٹکرانا بڑے بڑے نامور سورماؤں کے بس کی بات نہ تھی اور ابھی تو فتح بدر خیبر و حنین کی یاد دلوں میں نقش تھی کہ "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار" کی فلکی شہادت بھی اپنی دھاک بٹھائے ہوئے تھی مگر افسوس عائشہؓ نے حضرت علیؑ کی یہ سب فضیلتوں کو بالائے طاق نسیان کر کے محض معاویہ مروان، طلحہؓ و زبیرؓ کی جھوٹی تسلیوں و بھڑکائے میں آکر جوش میں ہوش کھو بیٹھیں۔ اور میدان جنگ کی راہ اختیار کی جو ان پر کسی طرح زیب نہ دیتا تھا۔

جب ہی تو عقل انسانی موعوف و متحیر نظر آتی ہے کہ یہ سب کیا اور کیوں ہوا۔ مورخین اسلام و ریسرچ اسکالر بھی انگشت بدندان نظر آئے ہیں جو "جنگ جمل صغرا" میں یعنی (حضرت علیؑ کی آمد بصرہ سے قبل) ان کے موقف کو سمجھ چکے ہیں اور جنگ جمل کبرا یعنی (علیؑ کی آمد کے بعد) عائشہؓ کو لوگوں نے اور خود عائشہؓ نے لوگوں کو کتاب خدا و قول رسولؐ کی طرف متوجہ کیا اور "اسلام خطرہ میں ہے" کی دہائی دیکر اپنی مدد کے لئے دعوت دینا شروع کی۔ جبکہ اسلام حقیقی کو نہ کبھی کوئی خطرہ لاحق تھا نہ ہے ہاں ان کی ریشہ دوانیوں کی بدولت خود انکی فطرتی و فرضی مہم

برائے خروج بر علیؑ کو ضرور خطرہ لاحق ہو چکا تھا جس کی نقاب کشائی میں زیادہ دیر باقی نہ تھی۔ حقیقت تو صرف وہ بغض و عناد و عداوت تھی جو اہل جمل حضرات کو اہلبیت رسول وان فرزندگان توحید و مخلصان حیدر کرارؑ سے ان کے دلوں میں چھپی دبی ہوئی چنگاری تھی جو جلد ہی جنگل کی آگ کی طرح شولہ ور ہوئی اور حرمین اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ جنگ پر آمادہ اور علیؑ صلح و دفع شر پر سربستہ رہئے۔ عائشہؓ نے جس لشکر نامراد کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھی اس کا انجام سخت قتال و جدال ہوا۔ شکست فاش ہوئی یہ تو ہونا ہی تھا کہ قول رسولؐ تھا جو پورا ہو کر رہا۔ اگر اسکے برعکس ہوتا تو (خاکم بدہن) قول رسولؐ جھوٹا ہو جاتا اور نہ جانے اسلام کا کیا حشر ہوتا۔

جب حضرت علیؑ کو عثمان بن حنیف و دیگر معتبر اصحاب کی معرفت لشکر عائشہؓ کی بصرہ کی قریب آمد و خیمہ زنی کی خبر ملی تو آپ نے مدینہ سے جانب بصرہ کوچ کرنے سے قبل سہل ابن حنیف انصاری کو مدینہ کا اور قثم ابن عباس کو مکہ معظمہ کا والی اور اپنا قائم مقام مقرر کیا اور اس مہم کو سر کرنے کے لئے علاوہ عام لشکریوں کے ستر بدری و چار سو بیت الرضوان کے شریک صحابہ کبار کی ہمراہی میں جانب بصرہ کوچ کیا۔ بصرہ سے کچھ دور پر وادی ذی قار پر منزل فرمائی اور جنگ کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام حسینؑ و عمار یار کو کوفہ روانہ کیا تاکہ لوگوں کو حالات حاضرہ سے باخبر کر کے آمادہ جہاد کریں۔ ان حضرات نے کوفہ پہونچکر امیر المومنین حضرت علیؑ کا پیغام سنایا تو ابو موسیٰ اشعری والئ کوفہ جو پہلے ہی سے معاویہ سے در پردہ علیؑ کے خلاف ساز باز کئے ہوئے تھا دوبارہ مخل ہوا۔ بار اول وہ بھی علیؑ کی بیعت کاملہ ہو جانے کے بعد عائشہؓ طلحہؓ مروان و زبیرؓ کا ہمنوا بن کر خفیہ طور پر ان کی مدد کرنے پر طلوع تھا اور ساتھ ہی ساتھ حضرت علیؑ کی خیر خواہی بھی دکھاتا تھا۔ اس طرح یہ تھالی کا بیگن دو گھوڑوں کی سواری کر رہا تھا۔ اس بوڑھے کم عقل کو یہ خبر نہ

تھی کہ یہ دورخی پالیسی جلد ہی اس کو منہ کے بل گرادیگی۔

اس نے علیؑ کی مخالفت و معاویہ کی چمچہ گیری میں عوام میں یہ لہر دوڑا دی کہ یہ سب کچھ ایک فتنہ و شر ہے عوام کو اس سے قطعی گریز و پرہیز کرنا چاہیئے۔ یہ تو محض اقتدار و ہوس کی جنگ ہے جہاد نہیں ہے۔ جو دنیا کا طالب ہوگا وہ شرکت کرے گا اور جسکو عقبا عزیز ہوگی وہ کنارہ کش ہو کر اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھے گا۔ باہر نکلنے یا ہتھیار اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابو موسیٰ اشعری کی ان رخنہ اندازیوں کی متواتر خبر پا کر امیر المومنین علیؑ نے مالک اشتر نخعی اور ابن عباس کو بھی کوفہ روانہ کیا کہ وہ اس کو اپنی رخنہ اندازیوں و نازیبا حرکات سے باز رکھنے کی تلقین کریں۔ تاکہ اصلاح المسلمین ممکن ہو سکے۔ مگر وہ بولا کہ میں نے خود رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ " عنقریب ایک فتنہ ہوگا جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا سوار ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۱۷)۔

پھر بولا " آخر طلحہؓ، زبیرؓ و مروان بھی تو کوئی غیر نہیں بلکہ اپنے ہی بھائی بند ہیں اور عائشہؓ تو ام المومنین بھی ہیں ان کا خون نہ ہمارے لئے مباح ہے اور نہ ان کا مال و متاع لوٹنا ہمارے لئے جائز ہے " اس پر عمار یاسر نے بگڑ کر کہا " بیشک تمہارا گوشہ نشینی ہی اختیار کرنا مناسب و بہتر ہے "۔ زبانی تکرار بڑھی اور موسیٰ یہی رٹ لگائے رہا کہ یہ ایک فتنہ ہے اور کنارہ کشی ہی سب کے حق میں مفید ہے "۔

یہ باہمی کشمکش ابھی جاری تھی کہ زید بن صوحان نے عائشہؓ کی طرف سے ابو موسیٰ کے نام لکھے گئے دو خط حاضرین کو پڑھ کر سنائے جن میں تاکید تھی کہ اے موسیٰ تم جلد میری مدد کو آؤ اور اگر کوئی اہم مجبوری درپیش ہو تو تم کم از کم اہل کوفہ کو علیؑ کی مدد کرنے سے روکو اور ان کے خلاف مہم کو تیز کرو۔ پھر ابو موسیٰ سے مخاطب ہو کر زید نے کہا۔ " تم دریا کے سیلاب کو روک نہیں سکتے لہذا جو بات

تمہارے اختیار سے باہر ہے اس میں دخل اندازی مت کرو اور لوگوں کو علیؑ کے خلاف ورغلانے سے تمہاری گوشہ نشینی بہتر ہے"۔ مگر اس پر کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور یہی رٹ لگائے رہا کہ یہ ایک فتنہ ہے ہم کو اس سے بچنا چاہیئے۔

امام حسینؑ ابھی مسجد ہی میں تھے آپ نے موسیٰ کی یہ ہٹ دھرمی دیکھی تو اسکو لعنت ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہماری مسجد سے نکل جا تجھ میں تو بغاوت کی بو آرہی ہے جہاں تیرا دل چاہے چلا جا ہم کو تیری ضرورت بالکل نہیں"۔ (اخبار الطوال ص ۱۴۵)۔

مندرجہ بالا خطوط پڑھنے کے بعد زید بن صوحان نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"عائشہؓ ام المومنین کو حکم ہے کہ وہ گھر میں بیٹھیں اور ہم کو یہ حکم ہے کہ ہم جہاد کریں جنگ و جدال و قتال کریں تاکہ فتنہ کھڑا نہ ہوسکے لیکن جس امر کا ان کو حکم دیا گیا ہے اس کو تو وہ ہم پر عائد کر رہی ہیں اور جس بات کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اس پر وہ خود عمل کر رہی ہیں"۔

پھر آپ نے منبر سے ایک فصیح و پر اثر تقریر فرمائی کہ اہل کوفہ اسی شب جوق در جوق حضرت علیؑ کی نصرت پر دل و جان سے آمادہ ہو کر آپ کے جھنڈے تلے آجمع ہوئے کہا جاتا ہے کہ یہ تعداد ہزار سے زائد کی ہو گئی تھی مالک اشتر نے دارالامارہ پر قبضہ کر لیا اور ابو موسیٰ اشعری کو قصر میں داخل تک نہ ہونے دیا گیا۔ اس نے ایکشب کی مہلت مانگی تو بمشکل تمام نصف دن کی مہلت دی گئی۔ چنانچہ وہ شام کی جانب نکل گیا۔ یہ فاتح لشکر مالک اشتر کی سرکردگی میں ذی قار واپس آکر لشکر حیدری میں آملا۔

ابو ایوب انصاری سے مروی ہے کہ رسولؐ اسلام نے حضرت علیؑ کو حکم دیا تھا کہ وہ نکث بیعت کرنے والوں ناکثین یعنی "اہلِ جمل" و بے راہ گمراہوں قاسطین

"اہل صفین" اور بے دینوں مارقین یعنی خوارج "اہل نہروان" سے جنگ کریں گے لہٰذا امیر المومنین حضرت علیؑ کا یہ اقدام عین حکم رسولؐ پاک کے مطابق مستحسن تھا۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۳۹)

پھر بھی حضرت علیؑ نے تمامیٔ حجت و راہ راست پر لانے کے لئے خود ابو موسیٰ اشعری کو بطور تنبیہ و ہدایت امام حسینؑ و عمار یاسرؓ کے ہاتھ ایک مکتوب گرامی نیز زبانی پیغام بھی کہلا بھیجا کہ شاید وہ اپنی مکروہ حرکات سے باز آوے اور روبہ اصلاح ہو سکے۔

حضرت علیؑ کا ابو موسیٰ اشعری کے نام تنبیہ نامہ:۔

جب حضرت علیؑ کو برابر اطلاعات ملتی رہیں کہ والی کوفہ عبداللہ ابن قیس (ابو موسیٰ اشعری) اہل کوفہ کو جبکہ آپ نے انہیں جنگ جمل میں شرکت کے لئے طلب فرمایا تھا روک رہا ہے تو یہ مکتوب بطور تنبیہ اس کے نام جاری فرمایا اور ساتھ زبانی پیغام بھی کہلا بھیجا جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

"مجھے تمہاری طرف سے ایسی خبریں مل رہی ہیں جو تمہارے حق میں اور مخالف بھی ہو سکتی ہیں۔ جب میرا قاصد تمہارے پاس پہونچے تو جہاد کے لئے کمر کس لو اور اپنے بل سے باہر نکل آؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی جہاد کے لے دعوت دو اور اگر حق تمہارے نزدیک ثابت ہے تو کھڑے ہو جاؤ کیونکہ یہ حق و باطل کی جنگ ہے اور اگر بوداپن ہی دکھانا ہے تو ہماری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ خدا کی قسم تم گھیر گھار کر لائے جاؤ گے خواہ کہیں بھی ہو چھوڑے نہ جاؤ گے۔ تم اپنی دو عملی و دو رخی کیوجہ سے بوکھلا اٹھو گے اور تمہارا سارا تانا بانا۔ مکر و دوغلاپن بکھر جائیگا اور پھر تم کو اطمینان نہیں ہے بلکہ ایک کٹھن منزل اور بڑی مصیبت ہے جس کے اونٹ پر بہر حال تم

کو سوار ہونا پڑے گا اور اسکی دشواریوں کو بھی ہموار کیا جائیگا اور اس پہاڑ کو سر کیا جائیگا لہذا اپنی بوڑھی عقل کو ٹھکانے پر لاو اپنے حالات پر قابو پاؤ اور اپنی حیثیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرو۔ اگر یہ ناقابل قبول ہے تو پھر ادھر دفان ہو جہاں تمہارے لئے نہ امان ہے نہ آؤ بھگت ہے اور نہ چھٹکارے کی کوئی گنجائش۔ لہذا اب یہی مناسب ہے کہ تمہیں بے ضرورت سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ مزے سے سوئے پڑے رہو۔ کوئی یہ بھی نہ پوچھے گا کہ فلاں ہے کہاں۔ خدا کی قسم یہ حق پرست کا صحیح اقدام ہے اور ہمیں بے دینوں کے کرتوتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہو سکتی"۔ والسلام (مکتوب نمبر ۶۳ نہج البلاغہ۔ ص ۷۸۴)

جب جناب امیرؑ نے اہل بصرہ کی فتنہ انگیز شورش کو دبانا چاہا تو اہل کوفہ کو بھی برائے مدد شریک جہاد کے لئے طلب کرنا چاہا تو عامل کوفہ موسیٰ اشعری جو پہلے ہی سے معاویہ بن ابو سفیان والی شام سے خفیہ و درپردہ طور پر ساز باز کئے ہوئے تھے رخنہ انداز ہوتا چنانچہ امیر المومنین حضرت علیؑ نے مندرجہ بالا مکتوب و زبانی پیغام بھی ابو موسیٰ اشعری کے نام امام حسینؑ۔ مالک اشتر۔ ابن عباس و عمار یاسر کی معرفت روانہ کیا جس میں اس کی دو رنگی و متضاد روش پر تہدید و تنبیہ و سرزنش کرتے ہوئے آمادہ جہاد و شریک لشکر کرانا چاہا ہے کیونکہ وہ اپنی دورخی پالیسی اپنائے ہوئے تھا ایک طرف تو یہ کہتا تھا کہ علیؑ مولا ہیں۔ امیر المومنین ہیں۔ برحق ہیں۔ ان کی بیعت صحیح و حق بجانب ہے اور دوسری طرف یہ کہتا پھرتا تھا کہ ان کا ساتھ دیکر اہل قبلہ سے جنگ کرنا درست نہیں ہے بلکہ یہ ایک بلا ہے۔ ایک فتنہ ہے اس سے الگ تھلگ ہی رہنا بہتر ہے۔ چنانچہ اس کے ان متضاد و باہمی ٹکراؤ والے قول و نظریہ کی اصلاح کی طرف حضرت علیؑ نے "ھولک و علیک" سے اشارہ کیا ہے جس

کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ حضرت کو امام برحق سمجھتا ہے۔ امیر المومنین کہتا ہے انکی بیعت کیئے ہوئے ہے تو پھر ان کیساتھ ہو کر ان کے دشمنوں سے جنگ کرنا کس طرح غلط ہے اور یہ فتنہ یا بلا کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور اگر آپ کی ہمراہی میں جنگ وجہاد کرنا صحیح نہیں ہے تو پھر آپ کو امام اور خلیفہ برحق کہنا اور ان کی بیعت کرنا چہ معنی دارد؟ آخر یہ دوغلی و دورنگی باتیں کیوں اور کس لئے ہیں؟۔

بہر حال اس جنگ میں قدم قدم پر رخنہ اندازیاں پیدا کرنا اور لوگوں کو حضرت کی مدد سے باز رکھنے کی جملہ کوششیں ہیچ ثابت ہوئیں۔ مخالفین کو منہ کی کھانی پڑی۔ اہل کوفہ کثیر تعداد میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ تلواریں سونت لیں اور جناب امیرؑ کے لشکر ظفریاب میں شامل ہو کر جنگ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اہل بصرہ کو شکست فاش دیکر فتنہ کے شعلے کو گل کرتے ہوئے حق کا بول بالا رکھا کہ پھر آیندہ فتنہ انگیزی کے لئے ان میں کوئی سکت و ہمت باقی نہ رہی ابو موسیٰ اشعر کو سخت ندامت کیساتھ معزول ہونا پڑا جس کا بدلہ اس نے یوں لیا کہ امان و پناہ کے لئے وہ معاویہ سے جا ملا۔ مگر وہاں اس کے پلے کچھ نہ پڑا سوائے طوق ملامت و ناکامی۔ آخرش گوشہ نشین ہو کر گمنامی کی موت نصیب ہوئی۔

باب ششم

ابو موسیٰ اشعری کی سرکشی و معزول کیا جانا

حضرت علیؑ کو عائشہؓ طلحہ، زبیر و مروان وغیرہم کی روانگی بسمت بصرہ بصورت خروج کی اطلاعات برابر فراہم ہوتی رہیں اور وہاں کے بیت المال کی اہمیت کے باعث خانہ جنگی کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے خود بھی ہمراہ لشکر مدینہ سے روانہ ہوئے کہ اس فتنہ کو ان حضرات کے بصرہ پہونچنے سے پہلے ہی فرد کیا جاسکے اور اسطرح بصرہ پر مکمل کنٹرول قائم کیا جاسکے۔ ادھر ابن سبا بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ علیؑ کیساتھ بصرہ روانہ ہوا۔ حضرت علیؑ نے ۔موسیٰ اشعری والی کوفہ کو کمک روانہ کرنے کا حکم دیا۔ مگر مصلحتاً انہوں نے اپنے علاقے کے رضا کاروں کو باہر جانے نہ دیا اور امیر المومنینؑ کے حکم سے روگردانی کی اور کسی قسم کی فوجی امداد حضرت علیؑ کو روانہ نہ کی۔ حتیٰ کہ جب امام حسینؑ نے خود جامع مسجد میں آکر بعد نماز و خطبہ لوگوں کو ساتھ چلنے کو کہا تو بھی وہ لوگ رضامند نہ ہوئے حضرت علیؑ کو یہ بھی متواتر اطلاعات مل رہی تھیں کہ ابو موسیٰ اشعری معاویہ حاکم شام سے علیؑ کے خلاف خفیہ ساز باز کیئے ہے چنانچہ جناب امیرؑ نے فوراً موسیٰ اشعری کو معزول کر دیا۔ جبکہ قبل ازیں ان کو دوبارہ تنبیہ و ہدایت جاری کی جا چکی تھی کہ وہ اپنی دورخی مکروہ پالیسی و طرز عمل کی اصلاح کر کے صحیح راہ اختیار کریں جس کا کوئی اثر ان پر نہ ہوا مالکؓ اشتر بھی معلومات کر کے ان کے خلاف رپورٹ علیؑ کو دے چکے تھے اور امام حسنؑ و محمد بنؓ ابی بکر بھی ان کے خلاف مواد اکھٹا کر کے حضرت علیؑ کو پیش کر چکے تھے۔ انہوں نے اولاً کوئی مخالفت نہ کی بلکہ خاموشی سے گوشہ نشین ہو گئے۔

مگر یہی ابو موسیٰ نے موقع کی گھات لگا کر علیؑ سے منحرف ہو کر تھالی کے بیگن کی مثال جنگ صفین کے موقع پر حکم کی تقرری کیوقت معاویہ سے درپردہ ساز

باز کر کے عمرو بن العاص کے حسب اشارہ و منشاء معاویہ کی موافقت کر کے اپنی معزولی کا بدلہ چکایا۔ اپنا دامن کردار داغدار بنایا اور خود باغیوں میں شمار کئے جانے لگے نکث بیعت کے بھی سزاوار ہوئے اور معاویہ نے پھر تجویز و تقرری حکم کے بعد ان سے کنارہ کشی کر لی اور بدلہ میں ان کے ہاتھ کچھ نہ لگا سوائے طوق ملامت ۔ آخر ش گوشہ نشینی اختیار کر لی اور گمنامی کی موت نصیب ہوئی ۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

حضرت علیؑ کی روانگی برائے وادی ذیقار جانب بصرہ:۔

یہیں (ریذہ) سے حضرت علیؑ نے محمد بن ابیؓ بکر، محمدؑ ابنؓ جعفر و محمدؑ بن حنیفہؓ کو اور ایک دیگر روایت کے مطابق امام حسنؑ و عمار بن یاسرؓ کو بطلب کمک کوفہ روانہ کیا (جو اپنی اچھی چھاونی و فوجی بھرتی کیلئے مشہور تھا) ۔ اور اہل کوفہ کے نام یہ خط لکھا۔

"میں تم کو دیگر اہل بلاد پر ترجیح دیتا ہوں ۔ جب مجھے تمہاری ضرورت پڑے اور مدد چاہوں تب تم میرا ساتھ دو اور خدا کے دین کے مددگار بن کر جلد آنا۔ میری نیت اصلاح امت ہے تاکہ جنگ و باہمی نزاع و فساد مسلمانوں کے درمیان سے رفع ہو اور پہلے کی طرح آپس میں بھائی چارہ پیدا ہو یہ شعلہ آتش جو حضرت عائشہؓ نے طلحہ زبیر و مروان کے ورغلانے و بھڑکانے میں آکر قصاص قتل عثمانؓ کا بہانہ لیکر بصورت خروج روشن کیا ہے خدانہ کردہ خرمن اسلام کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بھی کر سکتا ہے ۔ جسکی ابھی انکو خبر نہیں کاش وہ عقل کو دخل دیں ۔"

پھر یہیں سے آپ نے مزید سامان حرب و ضرب مدینہ سے منگوا کر مہیا کیا اور

کھڑے ہو کر حسب ذیل خطبہ پڑھا۔ (ترجمہ)

"اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے جو عزت بخشی ہے اور مرتبہ بلند کیا۔ ہم کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ اسی کی بدولت ذلت و قلت کے بعد ہم کو فرت و کثرت عطا فرمائی۔ ہم سے باہمی بغض و کینہ کو دور کیا۔ جتنک خدا نے چاہا اس کے بندے نیک راہ پر چلتے رہے۔ اسلام ان کا دین رہا حق ان کے اندر رہا اور کتاب اللہ ان کی رہبر رہی۔ مابعد مفسدین نے بہ اغوائے شیطان حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ آگاہ ہو کہ اب اختلاف کا وقت آگیا ہے۔ اب اسلام کے کئی فرقہ ہو جائیں گے ہم خدا سے ایسے برے وقت سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس امت میں کتنے فرقہ ہوں گے اور ان میں سے سب سے بدتر وہ ہو گا جو اپنے آپ کو میری طرف منسوب کرے گا اور اس کے اعمال میرے اعمال کے برخلاف ہوں گے میں نے ایسے لوگوں کو خود دیکھا ہے۔ تم لوگ اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑو۔ میری راہ پر چلو کیونکہ یہ بھی راہ تمہارے نبیؐ کی ہے۔ اس طریقہ کو اپناؤ کہ جو امر مشکل نظر آئے اس کو کلام الہیٰ پر پیش کرو جس کو قرآن بتائے اس پر عمل کرو جس کو وہ انکار کرے اس کو چھوڑ دو اللہ تمہارا ہمیشہ معاون و مددگار ہو گا"۔

اس موقع پر کئی حضرات نے تقاریر کیں، زید بن صوحانؓ عمار یاسرؓ امام حسنؓ و محمد بن بکر سب نے ہی امیرالمومنینؑ کی حمایت و نصرت کے لئے آواز بلند کی۔ اب ہیثم بن مجمع عامری مجمع سے اٹھا کر کہا اے لوگو! امیرالمومنین ہم کو طلب فرماتے ہیں اور اپنے فرزند دلبند کو ہماری طلبی کے لئے بھیجا ہے۔ ہم کو انکا حکم ماننا چاہئے۔ لازم ہے کہ بہت جلد ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو جائیں۔ جو کچھ جس کو کہنا۔ کرنا ہے وہ بیان کرے الغرض اہل کوفہ نے امام حسن عمار یاسر و ہیثم کا کہنا مان لیا اور جنگ کے لئے ہمہ تن تیار ہو گئے کچھ تو دریا کے راستے اور کچھ خشکی کے راستے چل پڑے۔ حضرت علیؑ نے بھی آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ اب تعداد لشکر بڑھ کر ۱۵ ہزار ہو گئی۔ اثناء راہ میں اور بھی جنگجو قسم کے لوگ شریک لشکر ہوتے گئے۔ اور یہ

ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر بنا لشکر ۲۰ ہزار تک کا ہو گیا۔ (تاریخ اعثم کوفی۔ ص ۲۱۱۔ ناشر علی پبلیکیشرز۔ جنازگاہ۔ مزنگ لاہور۔ پاکستان)۔

خطبہ سے فارغ ہو کر امیر المومنین نے حکم ابن سلام و مالک بن حنیف کو حضرت طلحہ و زبیر کے پاس ایک بار اور بھیجا اور کہلایا کہ اگر تم لوگ اس امر پر قائم رہو جو قعقع کی زبانی معلوم ہوا ہے تو تصفیہ ہونے تک توقف کیا جائے پھر احنف بن قیس و بکر ابن وائل بھی ساتھ ہوں گے اور وہ علیؑ کے ساتھ ہو گئے۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ جس طرف یہ ہوئے اسی کا غلبہ ہوگا کیونکہ وہ خود بھی بہت جری تھے اور ان کے ساتھی بھی جو جوانمرد و نبرد آزما اہل شمشیر و مرد میدان جانے مانے جاتے تھے۔

جب صبح کو جناب امیر نے وادی ذیقار سے آگے کوچ کیا تو تمام لشکر ساتھ ہوا۔ آپ پہلے عبدالقیس پر پہونچے تو یہ قبیلہ بھی ساتھ ہوا۔ پھر زاویہ میں قیام کر کے بصرہ کی راہ اختیار کی۔ ادھر حضرت عائشہؓ، طلحہ زبیر و مروان بھی اسی طرف بہ ارادہ جنگ روانہ ہوئے۔ وسط ماہ جمادی الاخر ۳۶ھ میں دونوں فریق بمقام قصر عبداللہ ابن زیاد ٹھہرے اور تین دن تک رمزگاہ یعنی مقام خریبہ میں بلا کسی جنگ و جدال کے ٹھہرے رہے اور اس عرصہ میں جناب امیرؑ بار بار آخر برابر صلح و آشتی و اتفاق باہمی کیلئے خواہاں و کوشاں رہے مگر زبیر (جو جناب امیرؑ کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے) کے ہمراہیوں نے جنگ چھیڑ دینے کی رائے دی بعض نے شب خون مارنے کو بھی کہا کہ اگر شب کو غفلت میں صرف ایک ہزار سواروں سے حملہ کر دیا جائے تو علیؑ کے سارے لشکر کا کام تمام ہو جائیگا کیونکہ ابھی ان کے لشکر کی تعداد بھی کم ہے اور ہماری زیادہ ہے۔ موقع غنیمت ہے۔ زبیر بولے! امور جنگ سے ہم خوب واقف ہیں جناب امیر اور ہم ایک ہیں اور سب مسلمان ہیں اختلاف محض اتفاقیہ ہے جس کی وجہ سے دو گروہ پیدا ہو گئے۔ ان کا قاصد ہمارے پاس سے کل ہی تو واپس گیا ہے۔ ہم کو صلح ہو جانے کی بھی امید ہے۔ لڑائی میں عجلت نہ کیجائے بلکہ ذرا صبر سے بھی کام لینا چاہیئے۔ صبرہ بن شیمان جو زبیر کے مشیروں میں تھے اس رائے سے متفق

ہوئے اور تائید کی چنانچہ جنگ کچھ وقفہ کے لئے مزید ٹل گئی۔

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے کہا جس حادثہ ناگاہ سے اس وقت ہم دوچار ہیں حضور معظمؐ کے زمانہ میں ایسا کوئی حادثہ پیش نہیں آیا کہ جس کا حوالہ حکم قرآن و حدیث سے ملتا اور ہم اس پر عمل کرتے۔ اب اسکا فیصلہ رائے و اجتہاد ہی پر منحصر ہے۔ اجتہاد بھی لوگوں کا مختلف ہے۔ علیؑ کا منشاء ہے کہ ابھی قصاص قتل عثمان کے بارے میں عجلت مناسب نہیں اور ہم کہتے ہیں تاخیر مناسب نہیں۔ مفسدوں نے ہر دو جانب زہر اگلا۔ ایک طرف حضرت عائشہؓ طلحہ و زبیر کو جنگ کے لئے خوب بھڑکایا تو دوسری طرف حضرت علیؑ کے بھی کان بھرے۔ فریقین بھی سمجھ چکے تھے کہ ہر دو طرف بہکانے والے موجود ہیں جسکا اپنا مقصد صرف لوٹ مار قتل و غارتگری اور منافرت پھیلانا ہی تھا۔ اس قماش کے لوگوں کا غلبہ عائشہؓ کے لشکر میں زیادہ تھا۔

عورا بن بنان کا مطمئن ہونا:۔

عورا بن بنان مقری نے جناب امیرؑ سے بصرہ آنے کی وجہ پوچھی اور یہ بھی پوچھا کہ قصاص عثمانؓ میں تاخیر کی کیا دلیل ان کے پاس ہے جس کی وجہ سے اسلام میں یہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ہے اس امر میں عجلت کیوں نہ کی جائے؟ آپ نے فرمایا "ہاں غور سے سنو اور سمجھو کہ جب کوئی امر مشتبہ پیش آئے اور کسی کو ایک جانب کوئی صاف دلیل اور ٹھوس ثبوت فراہم نہ ہو اور اس کا حکم دریافت کرنا دشوار ہو تو ایسی حالت میں نہایت احتیاط و غور و فکر و عدل و انصاف کے لئے دیر کرنا مناسب ہے اور احتیاط ہی کا طریقہ بہتر ہے کہ تاخیر کرے جلدی نہ کرے جو نقصان و صدمہ کا باعث ہو سکتا ہے۔ معاملہ قتل عثمانؓ و اسکا قصاص بھی کچھ ایسی ہی نوعیت و صورت حال سے مشابہ ہے لہذا ہم کو احتیاط لازم ہے نا کہ عجلت"۔ عودا بن بنان مقری مطمئن ہو گئے۔

(احسان الانتخاب فی ذکر ابو اتراب" نواب عبدالکریم خان صاحب تعلقدار باسط نگر ضلع ہردوئی (شاہ آباد۔ یوپی۔ انڈیا) مطبوعہ رحمانی پریس تھوئی ٹولہ لکھنؤ۔ انڈیا۔

صفحہ ۲۵۱ تا ۲۵۴ ۔ طبع ۱۹۳۲ء

یہ کلمات از زبان حق بیان مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سنکر عورابن بنان مقری نے مطمئن ہو کر اپنے قبیلہ والوں کو بھی جنگ میں یکطرفہ فیصلہ کر کے کود پڑنے سے منع کیا اور باز رکھا) ۔ "آپ نے قرآن کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ۔" کہ جس نے اپنے بھائی کے لئے کنواں کھودا وہ خود اس میں منہ کے بل گرتا ہے برائی مت کر تیرا ہی برا ہوگا ۔ دنیا میں چار آدمی چار باتوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتے اور وہ چاروں میرے خلاف ہو کر عداوت و سرکشی پر کمر بستہ ہیں ۔ ان میں ایک زبیر بن عوام جس سے بہادر شہسوار کوئی نہیں ہے اور دوسرا طلحہ بن عبداللہ جس سے زیادہ مکار و ریاکار دنیا میں کسی نے نہ دیکھا ہوگا ۔ تیری عائشہؓ ہیں دنیا میں کسی شخص کی ایسی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کی گئی جیسی کہ بوجہ ہونے زوجہ رسولؐ صلعم عائشہؓ کی ہوئی ۔ چوتھا یعلیٰ بن منیہ ہے جس کے پاس اسقدر دنیاوی مال و زر موجود ہے کہ ان علاقوں میں کسی دوسرے پاس نہیں ہوا اور یہ تین اس سے جسقدر مال و زر طلب کرتے ہیں کہ میری مخالفت میں لشکر کشی پر خرچ کریں وہ ان کے حوالہ کر دیتا ہے اور یہ ذرا کمی نہیں کرتے ۔ یہ سب و زر بیت المال ہی کی لوٹ کھسوٹ سے حاصل کیا ہوا ہے ۔ خدائے واحد کی قسم اگر وہ میرے ہتھے چڑھ گیا تو اس کے مال و زر و فرزندوں کو جو اس کے ہم رائے ۔ ہم خیال معاون و مددگار ہیں ان کو مسلمانوں کی لوٹ قرار دوں گا اور اسکا تمام سیم و زر خزانہ عامرہ میں داخل کروں گا ۔ جس پر عام مسلمانوں کا مساوی حق ہوگا" ۔

حضرت علیؑ کے اس ارشاد گرامی کے بعد خزیمہ ابن ثابت نے اٹھ کر کہا کہ آپ کا ارشاد عالی بالکل درست اور حق بجانب ہے کہ یہ لوگ آپ کے حاسد ہیں ۔ بیوفا بھی اور بداندیش بھی ۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ ان سب سے کہیں زیادہ افضل و بالا ہیں ۔ یہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے آپ کو تائید غیبی حاصل ہے اور فتح و نصرت آپ کے ہی قدم چومے گی ۔ انشاء اللہ جس پر علیؑ کے تمامی حجت کے لئے طلحہ و زبیر کو ایک اور موقع دیا اور ایک خط برائے صلح روانہ کیا (تاریخ اعثم کوفی ص ۲۱۴) ۔

کلیب جری کا مشرف با بیعت ہونا۔

جب امیر المومنینؑ بصرہ کے قریب پہونچے تو وہاں کی ایک جماعت نے کلیب جری نامی ایک شخص کو بھیجا کہ وہ اہل جمل کے بارے میں حضرت کے موقف کو دریافت کرے تاکہ ان کے دلوں سے شکوک مٹ جائیں چنانچہ آپ نے اس کے سامنے اہل جمل کیساتھ اپنے رویہ اور طرز عمل کو واضح کر دیا جس سے اس کو معلوم ہو گیا کہ حضرت علیؑ حق پر ہیں اور اہل جمل غدار و گمراہ ہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ جب حق و ناحق سب کچھ تم پر عیاں ہو گیا ہے تو اب تم کو میری بیعت کرنی چاہیئے۔ اس نے جواب دیا کہ فی الحال میں ایک قوم کا قاصد بن کر آیا ہوں اور جب تک میں پلٹ کر ان کے پاس نہ جاؤں کوئی نیا قدم نہیں اٹھا سکتا۔

جناب امیر نے پھر فرمایا کہ دیکھو اور سمجھو کہ اگر وہی لوگ جو تمہارے پیچھے ہیں جس کے تم قاصد بنکر آئے ہو اس مقصد سے تمہیں کہیں پیش رو بنا کر بھیجیں کہ تم ان کے لئے ایسی جگہ تلاش کرو جہاں بارش ہوئی ہو اور تم بعد تلاش ان کے پاس واپس جاؤ اور ان کو خبر دو کہ وہاں سبزہ بھی ہے اور پانی بھی ہے اور وہ تمہاری مخالفت کرتے رہیں اور پھر خشک و ویران جگہ کا رخ کریں تو تم اس موقع پر کیا کرو گے۔ "جواب دیا میں انکا ساتھ چھوڑ دوں گا اور انکی خلاف ورزی کرتا ہوا گھاس، سبزہ اور پانی کی طرف چل دوں گا"۔ تو حضرت نے فرمایا کہ جب ایسا ہی کرتا ہے تو پھر بیعت کے لئے ہاتھ بڑھاؤ میں بھی تم کو گمراہی سے دور کرنا چاہتا ہوں۔

وہ شخص کہتا ہے کہ واللہ حجت قائم ہو جانے کے بعد میرے بس میں میرا دل و دماغ نہ تھا کہ میں پھر حضرت کی بیعت نہ کرتا، چنانچہ میں نے بہ رضا و رغبت آپ کی بیعت کر لی۔ یہ شخص کلیب جبری کے نام سے موسوم ہے۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۸ ص ۴۴۷)۔

اویس قرنی کی حضرت علیؑ سے ملاقات و بیعت کرنا:-

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ وادی ذی قار کے قریب لوگوں نے دیکھا کہ ایک ضعیف شخص اپنی پیٹھ پر زاد راہ باندھے اور گلے میں پانی کی چھاگل لٹکائے پیادہ پا چلا آرہا ہے تو لوگ ان بزرگ کو حضرت علیؑ کے پاس لائے ۔ رسم آداب ملاقات ادا ہونے کے بعد ان بزرگ سے نام، قبیلہ و منشاء پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کے میں اویس قرنی ہوں اور منشاء شرف بیعت امیرالمومنینؑ حاصل کرنا ہے ۔ پھر کہا کہ اے امیرالمومنین اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کی بیعت کی سعادت حاصل کر سکوں ۔ جناب امیر نے پوچھا آخر تم کس بات پر میری بیعت کروگے ۔ جواب دیا کہ اس بات پر تمہاری بیعت کروں گا کہ تمہاری مدد و نصرت کرکے اس جہاد کے موقع پر اپنا سر آپ کے قدموں پر نثار کر سکوں کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک باغی گروہ نے آپ پر خروج کیا ہے۔

۱۔ " روضۃ الاحباب " جلد ۳ ص ۳۵۔
۲۔ تاریخ احمدی تنظیم المکاتب ص ۱۹۲ گولہ گنج لکھنو۔

نوٹ ۔ حضرت اویس قرنی سچے بزرگ صحابی رسول تھے کہ آپ نے محبت رسول پاک و احترام اہلبیت کے ثبوت میں خود اپنے کل دانت توڑ ڈالے تھے ۔ عمر مبارک ۹۰ نوے سال تھی بعد بیعت حضرت علیؑ کے لشکر میں شامل ہوئے اور جنگ جمل و صفین میں شریک رہے جنگ صفین میں شہادت پائی ۔ یہ واقعہ سیرت جلبیہ جلد ۲ ص ۲۹۵ پر بھی درج ہے) ۔ اللہ کے حبیب رسولؐ اکرم نے اویس قرنی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ۔ " اگر یہ خدا کی قسم کھالیں تو خدا کبھی ان کی قسم کو جھوٹا نہ ہونے دیگا " اصابہ " میں ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ ان سے کہو کہ یہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں ۔ یہ حضرت امیرالمومنینؑ کے ہمراہ لشکر میں جنگ جمل و جنگ صفین میں شریک رہے ۔ دیکھئے کتاب " میثم تمار " مؤلفہ حجۃ الاسلام محمد حسین المظفری ۔ مترجمہ محمد باقر النقوی مولوی فاضل صدر الفاضل مدیر

رسالہ "اصلاح" کھجوا (بہار) انڈیا ص ۱۷ حاشیہ۔

قعقاع کا مشرف با بیعت ہونا:۔

قعقاع ابن عمر بصرہ میں بہت ذی اثر شخص تھے۔ بغرض اصلاح پہلے عائشہؓ پاس گئے۔ پوچھا "آپ مدینہ چھوڑ کر یہاں کیوں تشریف لائی ہیں؟" بولیں خون عثمانؓ کا قصاص اور مسلمانوں کی اصلاح مقصود ہے۔ یہ جواب سن کر پھر وہ طلحہؓ و زبیرؓ سے بھی ملے۔ یہاں بھی وہی جواب ملا قعقاع نے کہا دونوں باتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جب قصاص لیا جائیگا تو ایک کی جگہ دس اور دس کی جگہ سو طرفدار کھڑے ہو جائیں گے۔ خونریزی ہو جائیگی اصلاح کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔ پھر آپ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا علیؑ آپ نے بصرہ آنے کی کیوں تکلیف کی اور آپ کا مدعا کیا ہے؟ فرمایا "کہ میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں میں جنگ و جدال و خون و خرابہ نہ ہو صلح ہو کر امن بحال رہے"۔ یہ سنکر قعقاع ابن عمر مطمئن ہوئے اور مع ایک ہزار سوار حضرت علیؑ سے مشرف با بیعت ہو گئے۔ لشکر علیؑ میں شریک ہو کر جنگ جمل میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

جناب امیرؑ نے ترتیب لشکر کے بعد اسطرح دو خطبہ ہدایت جاری فرمائے اور ان پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی تاکید کی گئی۔ پہلا خطبہ آپ نے اپنے بہادر فرزند ارجمند محمد بن حنفیہ کو جنگ جمل میں علم لشکر دیتے ہوئے فرمایا۔

خطبہ اول۔ "پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اپنے دانتوں کو بھینچ لینا کہ اس سے تلوار کی دھار سر سے اچٹ جاتی ہے۔ اپنا کاسہ سر اللہ کو عاریت دیدو لہذا جان سے بے نیاز ہو کر لڑو اپنے قدم زمین میں گاڑ دینا کہ ڈگمگانے نہ پائیں کیونکہ قدموں کی لغزش سے دشمن کی ہمت بڑھ جاتی ہے۔ لشکر کی آخری صفوں پر بھی اپنی نظر رکھنا تاکہ دشمن کی صفوں کو چیر کر نکل جانے میں تم کو سہولت ہو سکے دشمن کی کثرت و طاقت سے اپنی آنکھیں بند کر لینا ورنہ حوصلہ پست اور ہمت ٹوٹ جائے گی اور یقین رکھنا کہ فتح و مدد اللہ ہی کی جانب سے عطا ہوتی ہے۔ پھر تم پر کوئی غالب

نہیں ہو سکتا۔ (خطبہ نمبر ۱۱ نہج البلاغہ ص ۱۱۵)۔

پھر کلمہ نصر من اللہ فتح قریب پڑھا۔ ادھر طبل جنگ پر چوٹ پڑی اور اعلان جنگ ہوا تو جناب امیرؑ نے چند دیگر اصول جنگ مطابق دستور عرب و عجم ارشاد فرمائے تاکہ دوران جنگ یا بعد جنگ ان کے اہل لشکر سے کوئی ناقص و غیر شرعی فعل خلاف اصول سرزد نہ ہو جائے جو تاریخ اسلام یا خود ان کے سپاہیانہ کردار پر بد نما دھبہ بن کر باعث ننگ وعار ہو آپ نے اہل لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

خطبہ دوم۔ "اے ایہا الناس! اگر تم فوج مخالف کو شکست دو تو زخمیوں و قیدیوں کو نہ مارو۔ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو۔ کسی شخص کو برہنہ اور کسی مقتول کو مثلہ نہ کرو اور اس کے اموال کے قریب نہ جاؤ۔ سوائے از قسم اسلحہ جو تم کو میدان جنگ میں پڑا ملے اس کو اپنے امیر یا سردار کے پاس جمع کر دو تاکہ وقت ضرورت پر کام آسکے۔ غلہ یا ہری کھیتی اگر قریب میں ہو تو اس کو برباد نہ کرو۔ قریب کی آبادی پر ظلم نہ کرو۔ عورتوں کی حیا و ناموس کا پورا خیال رکھو۔ یہی ایک سچے فاتح کی نشانی ہے"۔

صلح کی متواتر کوشش منجانب حضرت علیؑ:۔

تین دن مسلسل صلح کی گفتگو میں گزرے اور حضرت علیؑ برابر جنگ کو ہر امکانی طور پر ٹالنا چاہتے رہے۔ مگر جب کوئی نتیجہ امید افزا نہ نکلا تو چوتھے دن آپ میدان جمل سے باہر نکلے اور طلحہ و زبیر کو للکار کر کہا کہ وہ میرے سامنے آئیں کچھ کہنا ہے۔ پہلے زبیر ہتھیار سجائے آتے دکھائی پڑے تو لوگوں نے کہا یا جناب امیرؑ نے آپ سے فرمایا تھا کہ یہ ایسے شخص ہیں کہ ان کو خوف خدا یاد دلانے کا اثر ہوگا پھر طلحہ بھی آگئے۔ آپ دونوں سے مخاطب ہوئے کہ تم لوگ میری عداوت پر ناحق تلے ہوئے ہو میرے پاس تم سے لڑنے کی کوئی وجہ نہیں اور نہ تمہارے پاس مجھ سے لڑنے کی کوئی معقول حجت ہے۔ ہم تم آپس میں دینی بھائی و رشتہ دار بھی ہیں۔ میرا خون تم پر اور تمہارا خون مجھ پر حرام ہے تم دونوں نے مدینہ میں بہ رضا و رغبت مجھ سے بیعت

بھی کی ہے ۔اب کیا وجہ ہوئی کہ تم نے از خود اسکو توڑ کر میرے خلاف ہو کر میرے خون کو حلال سمجھے ہو۔ طلحہ بولے آپ نے حضرت عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو ورغلا کر جمع کیا اور بذریعہ یورش عوامی ان کو قتل کرایا۔یہی وہ قصور ہے جسکا ہم بدلہ چکانا چاہتے ہیں خون کا بدلہ خون جائز ہے۔

حضرت علی نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اپنا دین پورا کرے گا۔ اسلام اسکا پسندیدہ مذہب ہے۔وہ منصف و حاکم و عالم حقیقی ہے اے طلحہ تم قصاص خون عثمانؓ کے طالب ہو اور مجھ پر بہتان رکھتے ہو۔دراصل اس میں تمہارا ذاتی مفاد کا پہلو بھی کار فرما تھا۔کیونکہ اپنی بیوی کو گھر میں پردہ میں بٹھلا آئے ہو اور آنحضرتؐ کی بی بی محترمہؓ کو تیر و تلوار کے بیچ میدان جنگ میں لا کھڑا کیا ہے قاتلان عثمانؓ پر لعنت خدا کی ہو۔ تم نے ناموس رسولؐ اکرم کا بھی پاس نہ کیا۔یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ قتل عثمانؓ کے متعلق یوں فیصلہ کرو کہ ہم تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیکر کھڑے ہو کر خدائے عزوجل سے دعا کریں کہ الٰہیٰ جس نے ان کو قتل کیا یا کروایا یا اس سے خوش ہوا ہو یا کوئی ذاتی مفاد وابستہ رکھا ہو اس پر اپنی لعنت و آفت بھیج ۔اپنا قہر نازل فرما۔ پھر دیکھیں کس پر قہر و عتاب خداوندی نازل ہوتا ہے اور کس کو سزا ملتی ہے یہ سنکر طلحہ چپ ہو رہے۔سوچ میں پڑ گئے کچھ جواب نہ بن پڑا۔

زبیر کو جب رسول کی یاد دلائی گئی تو ان پر اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ اس جنگ سے بدظن ہو کر علیؑ سے نہ لڑنے کی قسم کھا کر الٹے پاؤں لشکر میں لوٹ آئے اور اپنا ارادہ عائشہؓ پر ظاہر کر دیا جس پر عائشہؓ کو سخت تعجب و حیرانی ہوئی۔ ہر چند زبیر کو دلاسا و تسلی دی گئی۔مگر زبیر نے صاف کہدیا کہ اب اس جنگ میں شرکت کرنے کو میرا دل و دماغ و ضمیر گواہی نہیں دیتا ہے اور میں نے علیؑ سے نہ لڑنے کا عہد و قسم کھائی ہے اور یہ بھی کہا کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اور اس کے قبل جس موقع و مہم پر گیا اس کا انجام سوچ لیا مگر اس موقع پر بلا سوچے سمجھے چلا آیا میری ہمت پست ہے اور عقل کام نہیں کر رہی ہے۔میرا ارادہ جنگ سے کنارہ کشی کا ہے۔

عبداللہ بن زبیر جو وہاں موجود تھے سنکر بولے کہ جب دونوں فریق کو جمع کر کے آمادہ پیکار و ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا اور کچھ خون خرابہ بھی کرا ڈالا تو اب ساتھ چھوڑنے کی ٹھان لی اور جنگ سے کترا رہے ہو معلوم ہوتا ہے کہ علیؑ کے علموں و کشادہ جھنڈوں سے ڈر غالب ہوا ہے ۔ موت کا خوف آگیا اور تمام دم خم جاتے رہے اور لشکر علیؑ کے مقابلہ میں بزدلی چھا گئی ۔ طلحہ و مروان نے بھی بہت اونچا نیچا کیا ۔ اور پوچھا کہ کیا جنگ نہ کرنے کی قسم کھالی ہے ۔ زبیر بولے ہاں میں نے علیؑ سے جنگ نہ کرنے کی قسم کھائی ہے ۔ اس پر عبداللہ و طلحہ بولے کہ اپنی قسم کے کفارہ میں اپنے ایک غلام مکحول کو آزاد کر دو جو کافی کمزور و ضعیف بھی ہو چکا ہے مگر زبیر اس پر راضی نہ ہوئے ۔ ادھر حضرت علیؑ نے اپنے لشکر میں اعلان کر دیا کہ زبیر اب ہم لوگوں سے جنگ نہ کریں گے اور لشکر عائشہ سے نکل جائیں گے اور ہوا بھی ایسا ہی کہ زبیر نے تو نکث بیعت کے بعد راہ اصلاح اختیار کر لی اور جنگ سے دست بردار ہو گئے مگر طلحہ نے نکث بیعت کیا اور اس کو آخر وقت تک قائم رکھا حتیٰ کہ مروان بن الحکیم نے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا ۔

بیعت کرنے اور پھر اس کو توڑ دینے والوں کے لئے کتاب الہیٰ میں سورہ فتح آیت ۴ پر یوں ارشاد ہوا ہے ۔

" بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کی بیعت کرتے ہیں اور انکے ہاتھوں کے اوپر اللہ ہی کا ہاتھ ہے ۔ اما بعد جو بیعت توڑے گا وہ اپنا ہی نقصان کریگا " ۔

(طلحہ و زبیر ہر دو نے اولاً پیش پیش ہو کر علیؑ سے بیعت کی پھر جلد ہی توڑ ڈالی انجام بد ہوا کہ ہر دو بڑی بیدردی سے دوران جنگ قتل ہوئے) ۔

اس جنگ میں اہل بصرہ کے تین گروہ ہو گئے ۔ (۱) طلحہ زبیر و مروان کے ہمراہی (۲) جناب امیر کے ہمراہی (۳) دونوں سے الگ جن میں احنیف بن قیس و عمران بن حصین بھی شامل تھے ۔ طلحہ کا قیام مسجد خدان قبیلہ ازدمن تھا جس کے

سرادر صبرہ ابن یثمان تھے ۔ کعب ابن سور نے ان کو یہ صلاح دی تھی کہ وہ بھی کسی کے طرفدار نہ ہوں کیونکہ صلح کے آثار نظر نہیں آتے اور قتال کیلئے ہر دو طرف یکساں جوش و خروش تھا عائشہؓ کی طرف بلوائی و فسادی لوگ کافی تعداد میں شامل تھے جو جنگ کے خواہاں تھے اور موقع کی گھات میں لگے ہوئے تھے ۔ کعب ابن سور کی رائے پر صبرہ ابن یثمان نے عمل نہ کیا اور عائشہؓ کے لشکر میں جا ملے ۔ بعض مؤرخین نے عائشہؓ کے لشکر کی تعداد ۲۰ تا ۲۵ ہزار بتائی ہے اور حضرت علیؑ کے لشکر کی تعداد ۱۵ تا ۲۰ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے ۔ مصر، ربیعہ، یمن کے لوگ دونوں لشکروں میں موجود تھے ۔ اس طرح خاندان دونوں طرف کے مابین بٹ گئے تھے جو ایک دوسرے سے بلا تکلف ملتے جلتے تھے ۔ عائشہؓ کے لشکر میں قریب ۱۵ ۔ ۱۶ قبائل شریک تھے ۔

(احسن انتخاب فی ذکر ابی ترابؑ صفحہ ۵۳ ۔ ۲۵۱ طبع ۱۹۳۲ ، رحمانی پریس تھوی لکھنو) ۔

صلح کی آخری کوشش :۔

معرکہ جمل سے قبل عبداللہ بن عباس نے دونوں لشکروں کے بیچ کھڑے ہو کر حضرت علیؑ کی طرف سے پھر پیغام صلح سنایا ۔ فریق مخالف نے غور و مشورہ کے لئے شب بھر کی مہلت مانگی ۔ عبداللہ ابن عباس نے خود بھی حضرت طلحہ و زبیر پاس جاکر بابت صلح تبادلہ خیال کیا دوسری جانب محمد ابن طلحہؓ بھی حضرت علیؑ کے پاس آئے چنانچہ بہت کچھ امور و شرائط طے پاگئے اور صبح کو صلحنامہ و معاہدہ کی تحریر و تکمیل ہونا قرار پایا ۔ سب لوگ بخیریت اپنے اپنے لشکروں میں واپس آگئے فضا ہموار ہو گئی ۔ سرداروں کو صلح کی خوشخبری سنائی گئی لوگ مطمئن و خوش تھے ۔ مگر جو بلوائی لڑائی پر قطعی آمادہ تھے وہ ضرور بدحواس و پریشان تھے اور صلح کو اپنے حق میں زہر ہلاکت سمجھا جب خیال آجاتا علیؑ کے خوف سے موت سامنے کھڑی نظر آتی ۔ لہٰذا ان بلوائیوں نے

باہمی صلاح و مشورہ کر کے قبل صبح بصورت شبخون علیؑ کے لشکر پر حملہ آور ہونے کی تیاری بھی کر لی۔ حضرت عائشہؓ بھی ان اقدام صلح کے حق میں نہ تھیں اور یہ جو کچھ ہوا اور ہو رہا تھا انکی مرضی و منشا کے بر عکس تھا۔ مروان نے بھی صلح کی مخالفت کی اور عائشہؓ سے کہا ہمارا لشکر تو جنگ فتح کرنے کے لئے بالکل تیار کھڑا ہے اور صلح کو پسند نہیں کر رہا ہے جبکہ طلحہؓ و زبیرؓ و ابن طلحہ نے صلح کی گفتگو کر کے ہماری امنگوں و حوصلوں کو پست کرنے کی کوشش کی ہے یہ تو سراسر بزدلی ہے اور عثمانؓ کے قاتلوں کی ہمت افزائی بھی۔ ہم بصرہ صلح کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ جنگ اور قصاص خون عثمانؓ ہمارا واحد مقصد ہے۔ اس طرح عائشہؓ کو پھر ورغلایا و ابھارا گیا اور وہ کہنے سنے میں آکر کہنے لگیں "ہاں ہم کو بھی صلح نہیں بلکہ جنگ اور فیصلہ کن جنگ کی طلب ہے جو صبح ہوتے ہوئے بالاعلان چھیڑ دی جائے۔

احنف بن قیس کی فریقین سے ملاقات اور معاملہ فہمی:۔

بعد شہادت عثمانؓ احنف بن قیس حضرت علیؑ سے مشرف با بیعت ہو چکے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جن دنوں عثمانؓ عوامی یورش کے ہاتھوں گھرے ہوئے تھے اور گروہ باغی نے ان کے محل کا محاصرہ کر رکھا تھا تو وہ حج ادا کرنے مکہ جا رہے تھے کہ مدینہ ہی میں ان کی ملاقات حضرت عائشہؓ، طلحہ و زبیر سے ہوئی۔ احنفؓ بولے کہ حضرت عثمانؓ کا ان برے حالات میں قتل ہو جانے کا اغلب امکان ہے تو ان کے بعد کس کی بیعت کی جائے سب بالاتفاق بولے کہ علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت واجب ہو گی جب حج سے واپسی ہوئی تو عثمانؓ قتل کیئے جا چکے تھے پس انہوں نے با رضا و رغبت جناب امیرؑ سے بیعت کر لی تھی۔ مدینہ میں ہر طرح کا امن ہو چکا تھا اور خلافت علیؑ کامل ہو چکی تھی اور وہ (احنف) مع اہل و ایال اپنے وطن بصرہ چلے آئے تھے۔

اسی دوران حضرت عائشہؓ طلحہ، زبیر و مروان بھی بصرہ بغرض خروج بر علیؑ داخل ہو چکے تھے جس کی انہیں بالکل خبر نہ تھی۔ پھر معلوم ہوا کہ یہ لوگ مع لشکر

مقام غریبہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور ان کو بلا رہے ہیں۔ وجہ دریافت کرنے پر کہ یہ لوگ کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں یہ لشکر کس لئے ساتھ ہے اور ان کو کیوں بلایا گیا ہے معلوم ہوا کہ جناب امیرؑ سے لڑنے اور ان کی مدد کے طالب ہیں اور قصاص خون عثمانؓ ان کا منشا بتایا جاتا ہے۔ احنف کو اس بات پر شک گزرا اور وہ حیرانی و تشویش میں پڑ گئے۔ سوچا کہ کیا کیا جائے۔ ان حضرات کی مخالفت کرنا بھی مشکل ہے اور جناب امیرؑ سے جنگ کرنا اور بھی دشوار امر ہے۔ ان ہی لوگوں کے کہنے پر تو علیؑ سے بیعت کی تھی اور اب یہی حضرات حضرت علیؑ سے خلاف آمادہ جنگ ہو رہے ہیں اور ان کے خلاف میری مدد کے طالب ہیں۔ پہلے تو طلحہ و زبیر بھی ان کی بیعت کر چکے تھے اب نکث بیعت کر کے کشت و خون پر تلے ہوئے ہیں۔ احنف اس ادھیڑ بن میں الجھے ہوئے خود ان حضرات پاس گئے اور ہمت کر کے ان سے کہا کہ پہلے تو آپ سب لوگ حضرت علیؑ کے موافق تھے اور آپ ہی کے کہنے پر میں نے بھی علیؑ سے بیعت کی تھی کہ نہیں؟ جواب ملا ہاں۔ درست ہے۔ اس وقت اجازت ضروری تھی صورت حال کچھ اور ہی تھی اور اب کچھ اور ہے۔ کیونکہ وہ اب اپنے قول سے پھر گئے ہیں اور قصاص عثمانؓ لینے میں تاخیر و حیلے حوالے پیش کرتے ہیں۔

یہ سنکر احنف ابن قیس بولے خدا کی قسم میں نہ آپ سے لڑوں گا نہ جناب امیرؑ سے آپ ہی کے کہنے پر میں نے بیعت کی ہے، آپ ہی اجازت دیں کہ میں فریقین سے کنارہ کش ہو کر گھر بیٹھوں۔ چنانچہ وہ بصرہ چھوڑ کر ہمراہ اپنے چار ہزار آدمیوں کے بمقام جلچاء مقیم ہو گئے۔ ان کی اس کنارہ کشی سے عائشہؓ طلحہ و زبیر کو بڑی مایوسی ہوئی۔

معاملہ فہمی:۔

جس وقت جناب امیر وارد بصرہ ہوئے تو احنف ابن قیس ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور کہا کہ ہماری قوم اور اہل بصرہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر جنگ

میں آپ ان پر غالب ہوں گے تو ان کے مردوں کو بیگناہ قتل کر کے عورتوں کو کنیزو لونڈیاں بنائیں گے ۔آپ کے لشکری لوٹ مار کریں گے ۔ عورتوں کی بے حرمتی ہوگی"۔

آپ نے فرمایا" اے احنف تم مجھ سے ایسے قبیحہ و ممنوعہ حرکات کی امید کیسے رکھتے ہو ۔ہم کو صرف اس شخص کا خون مباح ہے جو مسلمان نہ ہو مرتد ہو جائے ۔یہ سب لوگ تو مسلمان ہیں ۔ان کا خون حرام ہے جبھی تو میں امید صلح رکھتا ہوں ۔ اور اسی اصلاح کے لئے یہاں آیا ہوں نا کہ برائے جنگ" احنف نے عرض کیا! یا علیؑ آپ دو باتوں میں سے جو پسند کریں ہم وہی اختیار کریں ۔ یا میں ان کے ہمراہ ہو کر ان کے مخالفین سے شمشیر بکف ہوں یا دس ہزار تلواریں آپ سے روکوں ۔ میں نے اپنے ہم راہیوں کو اسی لئے روکے رکھا ہے کہ یہ میرا عہد ہے کہ کفار و مشرکین سے مقابلہ کے لئے نکلا جائے" حضرت نے فرمایا اچھا تم دس ہزار تلواروں سے روکے رکھو احنف واپس ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو جنگ سے الگ تھلگ رہنے کی ہدایت کی چنانچہ آل خندق ، آل تمیم ،آل سعد سب نکل کر ساتھ ہوئے اور تا ختم جنگ تو کسی طرف نہ ہوئے مگر انکا میلان طبع جنگ میں علیؑ کے حق میں ضرور تھا جنگ میں فتح علیؑ سے خوش ہو کر وہ علیؑ کے ساتھ ہو گئے اور پھر ہر طرح آپ کے مطیع و فرمانبردار رہے

لشکر علیؑ پر شبخون مارا جانا و صلح کی خلاف ورزی:۔

لشکر عائشہؓ میں شریک شر پسند بلوائیوں نے حضرت عائشہؓ کا میلان طبع برائے جنگ جان کر صبح ہونے سے قبل ہی لشکر علیؑ پر غفلت میں شبخون مارا جو ہنوز جنگ سے بے خبر صلح ہو جانے کی قوی امید میں محو خواب تھا ۔اس ناگاہ حملے سے لشکر مخالف کے بلوائیوں کا مفاد اسی میں تھا کہ اس بہانے انکی شرارت آمیز حرکات پر پردہ پڑا رہے اور کسی طرح معاہدہ صلح ناکام ہو جائے ۔ کوئی عذر لنگ ہاتھ آجائے تو کام بنے۔

چنانچہ ادھر حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کو بھی غلط فہمی ہوئی کہ جناب امیرؑ کے لشکر نے چھاپا مارا اور معاہدہ کے خلاف ورزی کی گئی اور جنابؑ امیر بھی یہ سمجھے کہ اہل جمل نے شب خون مارا جو خلاف اصول و ضابطہ جنگ تھا ۔ اس طرح جنگ کی پھر ابتدا ہوئی اور دبی ہوئی آگ ان بلوائیوں و شر پسندوں کی مکارانہ کارگزاریوں کی بدولت بھڑک اٹھی فریقین نے ایک دوسرے کو بنا بر غلط فہمی مورد الزام ٹھہرایا اور اس ہنگامہ میں اپنے اپنے لشکروں کی درستی و صف بندی کا حکم دیدیا ۔ طلحہ و زبیر بولے افسوس کہ جناب امیرؑ بغیر خون خرابہ کرائے نہ مانیں گے تو ہم بھی قتال کریں گے ۔ ادھر جناب امیر کہنے لگے کہ افسوس طلحہ و زبیر نے میرا کہنا نہ مانا اور صلح کی خلاف ورزی کر کے شبخوں پر اتر آئے ۔ اب جنگ کا بگل بج چکا تھا اور فرقہ سبائیہ اہل جمل سے لڑ رہا تھا ۔ اس وقت بھی جناب امیرؑ جنگ کو روکتے رہے مگر کسی نے نہ سنی ۔

عائشہؓ معاویہ مروان طلحہؓ و زبیرؓ کا یہ اقدام بصورت جنگ جمل بغاوت سرکشی و نکث بیعت ہی کا نتیجہ تھا اور سرکش باغی کے ظلم و عدول حکمی کو روکنے کے لئے تلوار اٹھانا جائز ہے اور اصول امن پسندی و آشتی کے عین مطابق تھی بلکہ یہ مظلوم کا حق ہے ، اور اس حق کی محرومی کے معنی ظلم و استبداد کی ہمت افزائی کہلائے گی اور حقوق انسانیت کا گلا گھونٹنا ہوگا ۔ اسی لئے قدرت نے ظالم اور باغی کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دی ہے ، فان بغبت احداھما علی الاحزی تما تلوالتی تبغی حقی تفی الی امر اللہ (ترجمہ ۔ " ان میں سے اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر ظلم و زیادتی کرے تو تم اس زیادتی کرنے والی جماعت سے لڑو تاکہ وہ حکم خدا کی طرف لوٹ آئے ") ۔

تاہم حضرت علیؑ نے اپنی فوج کو ہاتھ اٹھانے اور لڑائی میں پہل کرنے سے روکے رکھا اور صرف دفاع کی صورت میں تلوار اٹھانے کا حکم دیا ۔ چنانچہ جب آپ کی صلح و امن قائم کرنے کی تمام کوششوں کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور دشمن کے قدم

جنگ میں متواتر بڑھنے لگے ۔ تب آپ بھی آمادہ بہ جنگ ہوئے ۔ لہذا کسی جارحانہ اقدام کا الزام آپ پر عائد نہیں کیا جا سکتا ۔ بلکہ ظلم و بغاوت و ناانصافی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا ایک فریضہ و حق تھا جو انجام پذیر ہونا تھا جسکی اجازت اللہ تعالیٰ نے کھلے الفاظ میں دے رکھی ہے ۔ " فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدای و اتقوالله و اعلمون الله مع المیقین " ۔ ترجمہ " جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی کہ اس نے کی ہے اور اللہ سے ڈرو اور اس کی بات کو جانے رہو کہ اللہ پرہیزگاروں کا ساتھی ہے " ۔

اللہ رسولؐ و علیؑ سے جنگ کرنے کی سزا :-

اس کے علاوہ علیؑ سے صف آرا ہونا پیغمبر اسلام سے صف آرا ہونا ہوتا ہے جیسا کہ حدیث نبوی شاہد ہے " یا علی! حربک حربی " اے علی تم سے جنگ کرنا مجھ سے جنگ کرنا ہے ۔ لہذا جو سزا پیغمبر اسلام سے جنگ و جدال کرنے والے کے لئے ہوگی وہی سزا امیر المومنین علیؑ سے جنگ و قتال کرنے والے کے لئے بلا ترمیم و تخصیص مقرر ہوئی اور یہ پیغمبر سے محاذ جنگ قائم کرنے والے کی سزا بھی قدرت نے تجویز فرمادی ہے ۔ (ہدایت نمبر ۱۴ ۔ نہج البلاغہ ص ۶۵۸، ۶۵۹)

" جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ پر آمادہ ہوں اور زمین پر فساد پھیلانے کے لئے تگ و دو کرتے ہوں انکی سزا یہ ہے کہ یا تو قتل کر دیئے جائیں ۔ یا ان کو سولی دیجائے یا انکا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے ۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور عاقبت میں تو بڑا ہی عذاب ہے " ۔ (نہج البلاغہ ہدایت ۱۴ ص ۶۵۸)

مولا علیؑ کے ساتھ جنگ کرنے والے فاسق ہیں :-

" حضرت علامہ جلال الدین المحلی شرح جمع الجوامع ، مین عدالت صحابہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں (وقیل انهم عدول ایکی من قاتل علیا فانهم فساق

لخی وجھم علی الامام الحق) اکثر علماء کا یہ مسلک ہے کہ تمام صحابہ ثقہ اور عدول ہیں سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے حضور علی مرتضیٰ سے جنگ کی ہے۔ پس وہ لوگ فاسق ہیں امام برحق پر خروج یا چڑھائی کرنے کی وجہ سے"۔

لہذا جب مولا سے جنگ کرنے والے فاسق ٹھہرے تو پھر حضرات عائشہؓ، طلحہؓ زبیرؓ و مروان وغیرہم جو اس جنگ جمل و خروج کے بانی تھی وہ کس فہرست میں گنے جائیں اور رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے۔" اذا مدح الفاسق غضب الرب فاھه لزالک العرش" یعنی۔ فاسق کی جب مدح اور تعریف کی جاتی ہے تو خداوند عالم غضبناک ہو جاتا ہے اور عرش الہیٰ ہلنے لگتا ہے۔(اقتباس)۔

(دیکھئے برائے حوالہ کتاب" معاویہ پر جواز لعنت کے شرعی دلائل" از مؤلف علامہ حاجی سید بابا خلیل احمد صاحب چشتی، صابری، امجدی فاصل علوم مشرقی و مغربی بنارس۔ صفحہ ۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-و صفحہ ۶۰ تا ۵۶) ناشر ادارہ حق و تحقیق بنارس انڈیا

امام برحق پر خروج کرنا فعل حرام ہے:۔

۱)۔ عبدالکریم شہرستانی کتاب" الملل والنحل" ص ۵۳ پر تحریر کرتے ہیں کہ" جو شخص امام برحق پر خروج کرے جس پر جماعت نے اتفاق و بیعت کر لیا ہو وہ خارجی کہلائے گا۔ چاہے یہ خروج صحابہ کے دور میں آئمہ معصومین پر ہو چاہے ان کے بعد تابعین پر"

" حکومت کے معاملات میں فرمانرواؤں سے ٹکر نہ لو اور نہ ان پر اعتراض کرو"۔ البتہ ان میں کوئی ایسی چیز نظر آئے جو پایہ ثبوت تک پہونچ چکی ہو (محض شبہ پر مبنی ہو) اور تم جانتے ہو کہ وہ اصول اسلام کے خلاف ہے تو اسے ان کے لئے برا سمجھو اور جہاں بھی تم ہو صحیح بات کہو۔ لیکن ان پر خروج کرنا اور ان سے جنگ کرنا با جماع مسلمین فعل حرام ہے"۔

۲)۔ کوکب دری۔ صفحہ ۱۸۶ منقبت علی میں درج ہے کہ" علیؑ پر خروج کرنے والا کافر ہے"۔

۳)۔ علامہ ابن اثیر (نہائیہ) میں لکھتے ہیں کہ ناکثین سے اہل جمل اور قاسطین سے اہل صفین اور مارقین سے اہل نہروان یعنی خوارج مرد اہیں۔ ان تینوں گروہوں نے علیؑ سے بھرپور جنگیں کیں ہر جنگ میں شکست خوردہ ہو کر عذاب الہیٰ کے سزاوار ہو گئے۔

۴)۔ سیوطی کی (کنزالمدفون) ص ۳۶ پر حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں عائشہؓ کے پاس گیا اور علیؑ کے بارے میں پوچھا تو وہ کچھ دیر سر جھکائے خاموش رہ کر ایک شعر پڑھا جس کا مطلب تھا کہ سونا کسوٹی پر کسے جانے کے بعد اپنا حال و شناخت بتاتا ہے۔ جنگ جمل کے بعد مجھے بھی کھوٹے کھرے کی تمیز ہوئی اور علیؑ ہی ہمارے حق میں وہ کسوٹی ہیں۔

۵)۔ ینابیع المودۃ جلد ۲ ص اطبع بیروت میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ "جو علی پر خروج کرے گا وہ جہنمی ہو گا"۔

کسی نے عائشہؓ سے سوال کیا تو پھر آپ نے علیؑ پر خروج کیوں کیا۔ جواب دیا کہ میں یہ حدیث بھول گئی تھی جب یاد آئی ہے توبہ استغفار کرتی ہوں۔ اللہ و رسولؐ دونوں مجھے معاف فرمائیں۔

۶)۔ "مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۱۵۲ میں ہے کہ جناب عائشہؓ نے فرمایا" علی کا ذکر عبادت ہے"۔

۷)۔ عطا سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ علیؑ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے جواب دیا "وہ خیر البشر اور تمام انسانوں سے بہتر و افضل ہیں۔ جو اس میں شک کرے وہ کافر ہے"۔ (ینابیع المودۃ ص ۲۴۶)

۸)۔ کفایتہ الطالب ص ۱۸۴ پر عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "خدا نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو رسول اللہؐ کی نظر میں علی ابن ابی طالبؑ سے زیادہ محبوب ہو

نوٹ: ۔جہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کا علیؑ کے خلاف موقف و انحراف کا تعلق ہے تو اس کی بظاہر وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ یہ ان کی نا تجربہ کاری بوجہ کم عمری ہو سکتی ہے جبکہ ان کو ورغلانے وبہکانے والوں کی ٹولی جس میں معاویہ، مروان، طلحہ و زبیر ایسے کہنہ مشق و سیاست کے پٹے مہرے شامل تھے ۔ دوسرے یہ کہ وہ عادتاً جلد باز واقع ہوئی تھیں اور جوش میں ہوش سے کام لینے میں کم زیرک تھیں جب ہی تو شکست جمل کے بعد اپنی غلط فہمیوں کا کھلے ذہن سے اعتراف کیا۔ حضرت علیؑ سے بغض و عناد کی ایک وجہ فطری طور پر یہ ہے کہ وہ ان کی سوت جناب خدیجہ الکبریٰ کے داماد تھے جبکہ آپ لاولد رہیں ۔ اولاد کی خواہش ہر بیاہتا عورت کو فطری طور پر ہوتی ہے اور چونکہ ان کی یہ تمنا قضا و قدر کے ہاتھوں پوری نہ ہو سکی لہذا وہ امام حسنؑ و حسینؑ کے حق میں بھی کٹھور رہیں جبکہ رسول اسلامؐ نے ان کو اپنا بیٹا فرمایا اور سمجھا علاوہ ازیں خلافت اسلامیہ کا رخ بنی امیہ کی جانب واپس موڑنا بھی منشائے اولیٰ تھا کیونکہ خلافت فی الحال بنی الهاشم کے زیر اقتدار آچکی تھی جو ان کو منظور نہ تھی، اور اس امر میں بھی ان کو کافی الناسید حا بہکایا و بھڑکایا گیا کہ جلد ہی وہ اس دام فریب کا شکار ہو گئیں ۔

مسلم ابن عبداللہ مجاشعی کی شہادت: ۔

حضرت علیؑ جب طلحہ و زبیر پر اتمام حجت کر چکے اور وہ ہر دو لپنے اقدام خروج کا کوئی معقول جواز پیش نہ کر سکے طلحہ تو خاموش سب کچھ سنتے رہے اور چپ رہے کوئی جواب نہ بن پڑا البتہ زبیر پر امیر المومنین کی حقیقت افروز باتوں کا یہ اثر ضرور پڑا کہ وہ جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی راہ تلاش کرنے لگے ۔ انکا پچھلا جوش و خروش ماند پڑ گیا اور کوئی خاصی دلچسپی باقی نہ رہی تھی ۔ نیز اپنا ارادہ عائشہؓ سے بھی ظاہر کر دیا تھا جس پر وہ بہت تعجب و حیرانی میں پڑ گئیں اور ان کے کچھ بنائے نہ بنی ۔

اس اتمام حجت کے بعد حضرت علیؑ لپنے لشکر میں واپس آئے اور قرآن کو

ہاتھوں پر بلند کر کے اہل لشکر سے مخاطب ہوئے۔اور فرمایا۔" تم میں سے کون مرد مجاہد ہے جو یہ مصحف کاملہ کو لیکر دشمنوں کی صفوں میں جاکر انہیں کتاب خدا پر عمل کرنے کی تبلیغ کرے اور اسکا واسطہ دیکر ان کو شرانگیزی و فتنہ پردازی سے باز رکھنے کی سعی کرے۔یہ ایک دشوار گزار منزل ہوگی اور وہ یہ سمجھ لے کہ اس کی شہادت کا امکان زیادہ ہے اور بخیریت واپسی کی امید کم ہے"۔

یہ کلام امام سنکر کوفہ کا ایک دلیر اور حق پرست نوجوان مسلم ابن عبداللہ مجاشی اٹھ کھڑا ہوا اور جناب امیرؑ سے درخواست کی کہ یہ خدمت کا موقع اس کے سپرد کر دیا جائے۔حضرت نے جزاک اللہ دعائے خیر دیکر قرآن اس کے حوالہ کیا۔اس نے قرآن کو بوسہ دیا۔سر پر رکھا پھر ہاتھوں پر بلند کئے ہوئے دشمنوں کی صفوں کی جانب روانہ ہوا اور انکو کتاب الہی پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی اور اس کا واسطہ دیکر اس شرانگیز جنگ سے گریز کرنے کو کہا۔لیکن کسی نے کوئی توجہ نہ دی۔وہ برابر جدال و قتال کو منع کرتا رہا مگر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کے مانند شور و غوغہ کے آگے اس کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی اور اس کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ عائشہؓ کے ایک غلام نے بڑھ کر تلوار کا وار کر کے اس کے دونوں ہاتھ قطع کر ڈالے مگر اس جیالے حق شناس مرد مجاہد نے احترام قرآن اس طرح کیا کہ زمین پر گرنے سے قبل قرآن پاک کو سینہ سے لگایا۔مگر تقدس قرآن دشمنوں کے ہاتھوں پائمال ہوا کہ اس قدر تیر برسائے گئے کہ مصحف آسمانی کے اوراق چھلنی چھلنی ہو گئے اور کچھ تیر اس جانباز سرفروش کے جسم میں بھی پیوست ہو گئے اور اسکی شہادت ہو گئی۔امیر المومنین نے یہ اسلام سوز و دلدوز منظر دیکھا تو مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی اور فرمایا۔

"اب ان لوگوں سے جنگ کرنے میں کوئی شبہ باقی نہیں ہے"۔(تاریخ طبری جلد ۳ ص ۵۲۲)

مسلم مجاشی کی اس مجاہدانہ قربانی نے لشکر علیؑ میں ایک امنگ و تازہ روح

پھونک دی حضرت عمار ابن یاسر بھی سرفروشانہ عزم کی ساتھ دشمن کی صفوں کے قریب آکر تلخ و ترش لہجہ میں للکارنے لگے کہ:

"اے دشمنان دین محمدی تم نے اپنی عورتوں کو گھروں کے اندر پردہ میں بٹھا رکھا ہے اور رسول اسلام کی بیوی کو نیزوں، تیر و تبر کے بیچ لا کھڑا کیا ہے۔ اگر انکو کچھ گزند پہونچا تو بہت برا ہوگا۔ گو کہ تم کو بخوبی علم ہے کہ عثمانؓ کے قاتل کون تھے۔ وہ تو تم ہی میں سے ہیں اور قتل عثمانؓ کی ذمہ داری کن کن لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ تم خود اس الزام سے بری نہیں ہو سکتے۔ (یعقوبی جلد ۳ ص ۱۶۲)

حضرت عمار یاسرؓ ابھی اپنا کلام ختم کرنے بھی نہ پائے تھے کہ تیروں کی باڑھ نے ان کو واپس ہونے پر مجبور کر دیا۔ آپ نے جناب امیر سے آکر عرض کی کہ اب انتظار یا امید صلح عبث ہے۔ سوائے جنگ اب انکو کچھ چاہئے نہیں۔ ہماری صلح پسندی، صبر و خاموشی نے انکو غلط فہمی میں ہتلا کر دیا ہے اور ان کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے کہ وہ ہم پر تیر اندازی سے پیش آرہے ہیں جس سے ہمارے کئی سپاہی جان بحق ہو چکے ہیں اور بہتیرے زخموں سے نڈھال پڑے ہیں۔ مولا اب پیمانہ صبر چھلک رہا ہے آپ بھی جنگ کا حکم دیں۔ دشمن تو جنگ چھیڑ ہی چکا ہے"۔

اسی اثنا ایک اور زخمی کو حضرت کے سامنے لایا گیا جو زخموں سے چور تھا جان بلب تھا اور کچھ ہی دیر میں وہ بھی انتقال کر گیا۔ جناب امیر نے یہ منظر دیکھا تو غیض سے چہرہ تمتما اٹھا پیشانی پر بل پڑ رہے ہے۔ ذوالفقار کے دستے پر ہاتھ ڈالا اور فرمایا۔

"انا للہ و انا الیہ راجعون" اب اتمام حجت بھی ہو چکی۔ صلح کے آثار نا امیدی میں بدل چکے ہیں اور دشمن کی طرف سے جنگ کی ابتدا ہو چکی ہے۔ ہمارے لئے سوائے جوابی جنگ اور کوئی چارہ نہیں۔ (کامل ج ۳ ص ۱۱۰)۔

زبیر بنؓ العوام کا نکث بیعت کے سلسلہ میں حیلے حوالے تلاش کرنا:۔

جب زبیر نے بعد قتل عثمانؓ حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے بعد

اس کو توڑ ڈالا اور اپنے اس فعل ناقص کے بچاؤ کیلئے وہ جملہ عذر لنگ تلاش کرتے مگر کچھ بن نہ پڑی۔ کبھی یہ عذر پیش کرتے کہ مجھے خوف شمشیر مجبوراً بیعت کرنا پڑی جو صدق دل سے نہ تھی اور مجبوری کی بیعت کوئی معنی نہیں رکھتی بلکہ کھوکھلی ہوتی ہے۔ کبھی کہتے کہ یہ تو محض فرضی و دکھاوے کی بیعت تھی میرا دل کبھی اس کے حق میں نہ تھا۔ یہ تو صرف ہاتھ کا کرشمہ تھا۔ نہ کہ دل کا۔ کبھی کہتے کہ طلحہ و معاویہ مروان و عائشہؓ کے اثر و رسوخ و صورت حال کا تقاضہ سمجھ کر یہ میرا فرضی عمل تھا جسکی حقیقت کچھ نہ تھی۔ گویا کہ خود ہی اپنے ظاہر و باطن کے اختلاف کا اقرار و اعتراف کر لیا کرتے۔

-کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

لیکن ان جملہ عذر ہائے لنگ کی نوعیت صرف ایسی ہی سمجھی جا سکتی ہے جیسے کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے منکر و منحرف ہو جائے اور سزا سے بچنے کے لئے یہ کہے کہ میں مسلمان ہوا ہی کب تھا۔ میں نے اسلام صرف زبانی طور پر قبول کیا تھا۔ دل سے قطعی نہیں مانا تھا۔ تو ایسے عذر ہائے، بیجا و بے ثبات سے اس کے اس تقیہ والے جرم کی معافی کس طرح بھی نہ ہوگی اور وہ سزا کا مستحق بہ ہر صورت رہے گا۔ بچ نہیں سکتا۔

اگر زبیر کو یہ شک و شبہ تھا کہ عثمانؓ کے قتل میں حضرت علیؑ کا اشارۃ یا غائبانہ ہاتھ تھا تو یہ شبہ اس وقت کیوں اور کہاں کافور ہو گیا تھا کہ جب بیعت مولا علیؑ کے حق میں حلف برداری ہو رہی تھی اور جوق در جوق ہزاروں ہاتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے اور اس وقت زبیر پیش پیش نظر آرہے تھے بلکہ سب پر سبقت کئے ہوئے تھے۔ یا یوں کیوں نہ سمجھا جائے کہ اب ان کو اپنے مضموم توقعات کیجانب نا امیدی نظر آئی اور گروہ مخالف میں شریک ہونے سے ان امیدوں کی جھلکیاں روشن نظر آنے لگیں اور خود بھی خلیفۃ المسلمین بن جانے کا سنہرا خواب دیکھنے لگے یا پھر

والیٔ بصرہ، عراق یا کوفہ ہو جانے کا خیال یقین میں بدل گیا ہوگا جس نے انکو علیؑ سے منحرف کر کے عائشہؓ کے جنگی پرچم تلے آجانے پر ابھارا اور وہ حضرت علی سے شرف بیعت اللہ حاصل کرنے کا بہانہ لیکر عمرہ ادا کرنے کی اجازت چاہی ۔ حضرت علی نے بھی ان کی اس دورخی پالیسی بلکہ دروغ گوئی کو بخوبی تاڑ لیا تھا اور فرمایا۔

"اے زبیر مجھے تمہارے قصد کا بخوبی علم ہے تمہارا ارادہ بیعت اللہ کی آستانہ بوسی کا نہیں ہے بلکہ میرے خلاف شر و غدر کرنے کا ہے ۔ میں تم کو روک تو نہیں سکتا جہاں چاہے چلے جاؤ"۔

اور ہوا بھی کچھ ایسا ہی کہ وہ بجائے طواف کعبہ عائشہؓ کے پرچم تلے چکر لگانے لگے اور خروج بر علیؑ کی ناپاک مہم کو ہوا دی ۔ جناب عائشہؓ کو اس درجہ ابھارا اور ورغلایا گیا کہ انہوں نے ایک لشکر جمع کر کے حضرت علیؑ کے خلاف محاذ جنگ کھول دیا اور بطور کمانڈر اس لشکر کی باگ دوڑ خود سنبھال لی ۔ خانہ رسول کے باہر حکم الہیٰ و قول رسول کی نافرمانی کرتے ہوئے قدم نکالے ۔

اس موقع پر حضرت علیؑ نے زبیر بن العوام کے متعلق ارشاد فرمایا۔

" وہ ایسا ظاہر کرتا ہے کہ اس نے بیعت ہاتھ سے کر لی تھی مگر دل اس کا ہمنوا نہیں تھا ۔ بہر صورت اس نے خود بیعت کرنے کا تو اقرار کر ہی لیا اور اب اس سے منکر ہو گیا ہے ۔ لیکن اس کا یہ ادعا کہ اسکے دل میں کھوٹ تھی تو اسے چاہیٔے کہ اس دعویٰ کے لئے کوئی دلیل واضح پیش کرے ورنہ جس بیعت سے منکر و منحرف ہوا ہے ادھر پھر واپس آئے "۔ (خطبہ نمبر ۸ نہج البلاغہ ص ۱۱۳)

جب زبیر کو یقین ہو گیا کہ علیؑ مجھے بصرہ، عراق یا کوفہ کا گورنر نہیں بنائیں گے اور نہ ہی دوسروں پر مجھے ترجیح دیں گے جیسا کہ عمر و عثمان کے دور میں ان کے ساتھ ہوتا رہا بلکہ اس کے برخلاف ان اموال کی بابت باز پرس ہوگی جو بلا زحمت جمع کر لیا تھا تو وہ اپنے دوست دیرینہ طلحہ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عمرہ

بجالانے کی اجازت برائے سفر مکہ طلب کی۔ حضرت علیؑ نے جو انکے ارادوں اور راز نہانی کو تاڑ چکے تھے فرمایا۔ کہ قسم بخدا تمہارا ارادہ عمرہ بجالانے کا نہیں ہے بلکہ عذر کا ہے ویسے اس بہانے بھی میں تم کو روکتا نہیں چاہتا جہاں چاہو چلے جاؤ۔ وہی ہوا جس کا احتمال تھا یعنی بجائے عمرہ گمراہ ہو کر عائشہؓ سے جا ملے اور جنگ جمل میں پہلے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مگر آثار شکست نمایاں پا کر علیؑ کی حجت تمام کرنے سے متاثر ہو کر میدان جنگ سے گریز کیا عائشہؓ کو تنہا چھوڑ کر گھر کی راہ لی۔ انجام کار اثناء راہ میں بیدردی سے قتل کر ڈالے گئے۔ (ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی "اہل ذکر" ص ۲۴۹)

باب ہفتم

روانگی جناب امیرؑ برائے بصرہ ملاقات ام سلمہؓ

جب اہل مکہ کا قصد جناب امیرؑ کو بلاشک وشبہ معلوم ہوگیا اور طلحہ، زبیر، مروان و عائشہؓ کی لشکر کشی و خروج کی خبر ملی تو آپ نے پہلے اکابرین مدینہؓ کو جمع کر کے فرمایا کہ ان لوگوں کی حالت درست ہوتے دکھائی نہیں پڑتی ۔ لہذا سب لوگ خدائے کریم سے مدد کے لئے دست بدعا ہوں ۔ وہی قادر مطلق ہے وہی سب کو روبہ اصلاح کر دیگا ۔ چنانچہ جب حضرت علیؑ کا بھی جنگ کا جواب جنگ سے دینے کا ارادہ دیکھا تو اولاً ان کو حضرات کا خروج کرنا سخت ناگوار گزرا اور کچھ لوگ بد دل و سست سے نظر آئے کہ وہ ام المومنین، طلحہ و زبیر وغیرہم سے کیوں نبرد آزما ہوں ۔ یہ تو گھر کی لڑائی معلوم ہوتی ہے گھر ہی میں طے ہو جائیگی بلاوجہ خون خرابہ میں کیوں الجھا جائے ۔ بہت ممکن ہے کہ مابین حضرات صلح پر آمادہ ہو جائیں ۔

زیاد بن حنظلہ تمیمی نے یہ کیفیت دیکھ کر سب سے پہلے اپنی خدمات پیش کیں اور بولے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ کچھ لوگوں کو مقابلہ کرنا ناگوار معلوم ہو رہا ہے تو کیا ہوا میں جان فدا کرنے کو تیار ہوں ۔ ان کے اٹھتے ہی دو اصحاب ذی وقار جو انصار میں کافی معتمد و ہردلعزیز شمار ہوتے تھے ابو لہیثم ابن تیہان بدری، حذیمہ بن ثابت حضرت علیؑ کی رفاقت پر تیار ہو گئے ۔

بعض روایت کے مطابق ابو قتادہ انصاری بھی موجود تھے جنہوں نے حضرت سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ۔ "آنحضرت رسول اللہ نے خود اپنے دست مبارک سے یہ تلوار میرے گلے میں حمائل کی تھی جس کو میں عرصہ تک میان میں رکھے رہا ہوں اب اس کے میان سے باہر نکلنے کا اس سے اچھا اور کون سا موقع ملے گا ۔ اب تو یہ آپ کے دشمنوں پر چمکے گی اور اپنے جوہر دکھائے گی ۔ آپ پہلے مجھ کو مورچہ پر روانہ

کریں"۔ چنانچہ آپ کو پہلے ہی سے جانب بصرہ روانہ کر دیا گیا۔ بقول شعبی اس جنگ میں چھ اصحاب بدر شریک ہوئے۔ سعید ابن زید کا قول ہے کہ "کوئی عمل خیر ایسا نہیں جس کو چار اصحاب آنحضرت علی اللہ مل کر کریں اور اس میں جناب امیر شریک نہ ہوں"۔ (تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۱۳)

حضرت علیؑ کی جناب ام سلمیٰؓ سے ملاقات:۔

حضرت علیؑ نے بصرہ کوچ کرنے سے قبل حضرت ام سلمہؓ سے بھی الوداعی ملاقات کی اور رخصت کے لئے دعائے خیر و عافیت چاہی۔ حضرت ام سلمہؓ نے آپ کو نیک خواہشات کے ساتھ "بسم اللہ فی حفظ اللہ" کہہ کر رخصت کیا اور کہا خدا کی قسم تم حق پر ہو اور حق تمہارے ساتھ ہے اور فتح حق ہی کی ہوتی ہے۔ عمرہ بنت عبدالرحمن سے روایت ہے کہ اگر خدا اور رسول کا یہ حکم نہ ہوتا کہ ازواج رسول اپنے گھروں میں قیام کریں تو یقیناً میں تمہارے ہمراہ چلتی۔ میرے ہمراہ چلنے میں خدا و رسول کے احکام کی نافرمانی کا خوف ہے اور شاید تم کو بھی میرے ساتھ چلنے پر انکار ہو۔ میں نے عائشہؓ کو بھی تم پر خروج کے قبل مکہ ہی میں کافی سمجھایا اور کل نشیب و فراز سے آگاہ کیا تھا کہ وہ اپنے اس نازیبا ارادے سے باز رہیں مگر طلحہ زبیر و ابن زبیر نے انکو گمراہ کیا۔ اسرار کیا مجبور کیا اور وہ یہ غلط قدم اٹھا بیٹھیں۔ وہ ورغلانے اور بہکانے میں آگئیں۔ عقل و ہوش کھو بیٹھیں اور اسلام میں تفرقہ، منافرت و خون خرابہ کو ہوا دی۔ میری جگہ میرا فرزند عمر ابو سلمہ جو مجھ کو دل و جان سے زیادہ عزیز ہے تمہارے ساتھ جائیگا اور لڑے گا۔ اس کو میں آپ کے حوالے کرتی ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ وہ فیصلہ کرے جو کرنے والا ہے"۔

اس طرح ام سلمیٰ نے اپنے عزیز بیٹے کو جنگ میں علیؑ کے ساتھ شریک لشکر کر کے فتح کی دعا کی۔ پھر حضرت علیؑ سب سے رخصت ہو کر مع اپنے ہمراہیاں بنی ہاشم، انصار و مہاجرین بسمت بصرہ روانہ ہو کر ماہ ربیع الاول ۳۶ ہجری میں ذی قار میں

وارد ہوئے۔

۱۔حاکم "مستدرک" جلد ۳ طبع دکن (فضائل علیؑ)

۲۔(نصاب الاشراف ج ۱ ص ۴۳)

۳۔("احسن الانتخاب" فی ذکر ابو تراب ص ۲۳۱) طبع رحمانی پریس تھونی ٹولہ لکھنو ۱۹۳۲ء)۔

۴۔("حضرت عائشہ کی تاریخی حیثیت" مؤلف۔فروغ کاظمی ص ۱۲۴۔ادارہ تہذیب ادب میدان ایلچ خان لکھنو ۳۔یو پی۔انڈیا)۔

حضرت علیؑ کے لشکر کا جمع ہونا:۔

عثمانؓ بن حنیف نے جب مدینہ پہونچکر اپنی اسیری و اپنے ساتھیوں و حکیم بن جبلہ کی دلیری و بے جگری کی جنگ کرنے کے بعد شہید ہو جانے کا حال جناب امیر کو بتائے تو آپ نے بصرہ کی روانگی کی ٹھان لی کہ اہل بصرہ کو اہل مکہ کی شورش و چیرہ دستیوں سے نجات دلا کر امن بحال کرا سکیں۔لشکر کو اکٹھا و آراستہ کر کے صف بندی شروع کر دی لشکر میں ستر بدری صحابہ، چار سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے اصحاب پیغمبر اسلام آپ کے ہمراہ بسمت بصرہ روانہ ہوئے جب یہ سپاہ حیدری کو بصرہ کے قریب وادی ذی قار میں قیام پذیر ہوتے دیکھا تو لشکر عائشہؓ میں سراسیمگی سی محسوس ہوئی چہ می گوئیاں شروع ہو گئیں کہ حضرت لتنے جلدی اتنا بڑا لشکر لیکر خلاف امید کیسے آ گئے۔

قریب بصرہ پہونچکر لشکر کی تعداد بڑھنی لگی اور دیکھتے دیکھتے لشکر ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر کی مانند موجزن ہو گیا۔امیر المومنین کے جھنڈے تلے مختلف قبائل، جنگجو سردار، معزز اکابرین بصرہ، بنی ہاشم، انصار و مہاجرین کے دستے لگاتار آنا شروع ہو گئے سب سے پہلے انصار کا ایک دستہ وارد ہوا جس کے پرچم بردار ابو ایوب انصاری تھے اس کے بعد ایک ہزار سوار خزیمہ بن ثابت انصاری کی قیادت میں شامل لشکر ہوا۔

پھر ایک اور دستہ جو نیزہ بردار تھا نظر آیا جس کا علم ابو قتادہ بن ربعی بلند کئے ہوئے تھے۔ پھر ایک ہزار بوڑھے و نوجوان مرد میدان آ جمع ہوئے جو کفن بردوش تھے چہروں سے جلال و جوانمردی ٹپک رہی تھی جن کا سردار سر پر عمامہ رکھے سفید لباس پہنے سفید گھوڑے پر سوار بہ آواز بلند تلاوت کلام پاک کے ساتھ رزمیہ اشعار بھی پڑھ رہا تھا قریب آنے پر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ "جذاک اللہ۔ اے عمار یاسر مجھے تم جیسے حق گو کا انتظار تھا"۔ پھر قیس ابن سعد بن عبادہ کا علم مع اپنے جانباز سپاہ کا دکھائی پڑا۔ عبداللہ بن عباس سیاہ عمامہ پہنے اپنے ہمراہ ایک بڑا دستہ لئے آ موجود ہوئے اس کے بعد اصحاب پیغمبر کا ایک دستہ قثم بن عباس کی سرداری میں علم لئے ہوئے ہمرکاب تھا۔ بعد ان کے ایک بڑا مجمع اپنے مختلف پرچموں کے ساتھ نیزے لہراتا ہوا دکھائی پڑا۔ نیزوں کی تعداد بعید از شمار تھی کہ آپس ہی میں جڑے گھتے دکھائی پڑ رہے تھے۔ ان سب کے پیچھے عظمت و حشمت جاہ و جلال۔ دلیری و جوانمردی کا پیکر ایک بلند امتیازی علم لئے ہوئے نمودار ہوا یہ تھے مولا علیؑ شان یزداں قوت پروردگار صاحب ذوالفقار ہمرکاب آپ کے تھے امام حسنؑ امام حسینؑ اور ان کے آگے فتح و کامرانی کا جھنڈا بلند کئے ہوئے جناب محمد بن حنیفہ اور اس کے پیچھے جوانان بنی ہاشم، اصحاب بدر اور عبداللہ بن جعفر تھے۔

تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ حضرت علیؑ کا بصرہ کے قریب آجانے پر کوفہ کی ایک جماعت تو آپ کے پاس حاضر ہو کر شریک لشکر ہوئی اور ایک گروہ اہل کوفہ کا حضرت عائشہؓ کے لشکر میں داخل ہوا۔ پھر ہر دو فریقین کے لشکر مقام خربیہ پر باہم مقابل و صف آرا ہو گئے۔ بعد ہو جانے تصدیق کہ حضرات عائشہؓ طلحہ زبیر و مروان نے ان پر خروج کیا ہے اور لشکر کی کمانڈ خود عائشہؓ نے سنبھال رکھی ہے اور ان پر قتل عثمانؓ کی تہمت بھی عائد کی جا رہی ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ بھی مدینہ سے چار ہزار سوار و ایک ہزار پیادہ سپاہی لیکر اس طرف روانہ ہوئے۔ ان لشکریوں میں آٹھ سو انصار چار سو دیگر افراد جو شرف بیعت علیؑ پا چکے تھے۔ اثنائے راہ میں کچھ اور اہل

قبائل مجاہدین و مہاجرین شریک لشکر ہو کر علیؑ کی نصرت پر آمادہ ہو گئے۔ اب لشکر کی تعداد چھ ہزار ہو چکی تھی (تعداد لشکر میں راویوں میں اختلاف ہے۔ بعض اٹھ ہزار اور بعض دس ہزار بتاتے ہیں)۔

ترتیب لشکر اس طرح کی گئی کہ لشکر کا علمدار محمد بن حنیفہ کو مقرر کیا گیا۔ میمنہ پر امام حسنؑ میسرہ پر امام حسینؑ۔ سواروں پر عمار یاسر۔ پیادوں پر محمد بن ابی بکر (برادر عائشہؓ جو ہمیشہ حضرت علی کے فدائی تھے) مقرر ہوئے۔ عقب لشکر عبداللہ بن عباس کو سپرد ہوا اور قلب لشکر پر خود موجود رہے)۔ (تاریخ ابو الفدا جلد ۳ ص ۱۷۳)

جب لشکر شمالی بصرہ کے قریب مقام "زوایہ" پر پہونچا تو وقت عصر تھا۔ جناب امیر گھوڑے سے اترے ہمراہ لشکر نماز ادا کی سربسجود ہو کر دست بدعا ہوئے کہ اے عرش و فروش کے مالک یہ بصرہ ہے اسکی بھلائی مجھے منظور ہے نا کہ تباہی۔ اس کی بھلائی سے ہمارا دامن مراد بھر دے اور اسکے شر سے ہم کو محفوظ رکھ۔ پھر یہیں سے آپ نے قاصدوں کی معرفت چند خطوط عائشہؓ طلحہؓ و زبیرؓ کے پاس بھیجے اور ان کو جنگ نہ کرنے واس خانہ جنگی کو رفع کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر کوئی راضی بہ صلح و آشتی نہ ہوا اور ہر ایک اپنی ضد وہٹ دھرمی پر اڑا رہا۔

صلح کی متواتر کوشش منجانب حضرت علیؑ و تمامیٔ حجت:۔

حرورہ مازنی سے مروی ہے کہ میں نے علیؑ کو زبیر سے یہ کہتے سنا تھا کہ "اے زبیر تم کو قسم ہے رب کی سچ بتادو کہ رسول اسلام نے نہیں کہا تھا کہ ایک روز تم علی سے ظالمانہ قتال کرو گے جب وہ حق پر ہوں گے" زبیر نے کہا ہاں یہ سچ ہے مگر میں اس بات کو بھول گیا تھا اور اب تو میں عائشہؓ کے ساتھ ہوں میری مجبوری ہے۔ اگر پہلے یاد دلا دیا جاتا تو میں ہرگز یہاں نہ آتا"۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۶۷ معرفتہ الصحابہ۔ ذکر زبیر)

۳۶ ھ کے ذکر میں دیگر مستند کتب تاریخ میں بھی اس گفتگو کا سلسلہ کچھ الفاظ کے ردو بدل کے ساتھ اس طرح درج ہے کہ حضرت علیؑ نے زبیر سے یہ بھی کہا کہ جب کہ آپ میدان جمل میں وارد ہو چکے تھے اور مقام زاویہ سے آگے بڑھ کر غنیم کے لشکر کے مقابل پڑاؤ ڈال دیا تھا تو زبیر کو گھوڑے سے اتر کر للکار کر کہا کہ "کہاں ہیں زبیر سامنے آئیں" زبیر بمشکل تمام کچھ سوچ سمجھ کر زرہ بکتر و آلات حرب و ضرب کو زیب تن کر کے کچھ سہمے سہمے سے حضرت علیؑ کے قریب آئے۔ علیؑ اس وقت بھی غیر مسلح تھے مگر زبیر پر نہ جانے کیوں اس قدر ہیبت سوار تھی کہ انکو علیؑ کے روبرو آنے میں بھی تامل تھا۔ آپ نے زبیر سے فرمایا کہ اے زبیرؓ آخر تم لوگوں کا کیا منشا ہے اور بصرہ میں یہ کشت وخون کیوں کیا گیا۔ زبیرؓ نے جھجکتے ہوئے کہا۔ خون عثمانؓ کا عیوض مقصود ہے۔

آپ نے فرمایا "مجھے تم لوگوں کی اس چیرہ دستی پر حیرت اور افسوس بھی ہے کہ تم لوگ مجھسے عثمانؓ کے خون کا قصاص چاہتے ہو جبکہ تم ہی لوگوں نے ان کو قتل کیا۔ خدا ان لوگوں پر موت غالب کرے جو عثمانؓ کو سختی و تشدد میں گھیرے ہوئے تھے"۔ (طبری جلد ۳ ص ۵۲۰)

ابھی سلسلہ گفتگو ختم نہ ہوا تھا کہ زبیرؓ کی نگاہ عمار یاسرؓ پر پڑی جو جناب امیرؑ کے لشکر میں سواروں کے سردار کی حیثیت سے معمور تھے اور جن کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "اے عمارؓ تم کو ایک گروہ باغی قتل کرے گا اور تمہاری آخری غذا پانی ملا دودھ ہوگا"۔ دراصل یہیں سے زبیرؓ نے جنگ سے منہ موڑ کر بیزاری کی تھی اور علیؑ سے نہ لڑنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ اگرچہ جنگ میں شریک رہے بھی تو بادل نخواستہ اور پژمردگی، بیزاری و عدم دلچسپی کا اظہار خود عائشہؓ سے بھی کر دیا اور کہ دیا کہ اس جنگ میں میری عقل بصیرت و حواس خامسہ میرا ساتھ نہیں دے رہے۔ علیؑ کے خلاف جنگ کرنے کو اب میرا دل نہیں قبول کر رہا۔ لہذا جنگ سے علیحدگی چاہتا ہوں۔ زبیر کی یہ مزاجی کیفیت میں یکایک تبدیلی

دیکھ کر عائشہؓ خود متفکر ہو کر بولیں "اے زبیرؓ! یہ تم کو عین وقت پر کیا ہو گیا جو ایسی بے محل اور اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہو کیا تم اولاد عبدالمطلب اور علی بن ابی طالبؑ کی تلواروں، نیزوں اور پھریروں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو کہ تم کو نہ اپنی نہ میری نہ اس بڑے لشکر کے نام و ناموس کا پاس رہا۔ تم سے یہ امید ہرگز نہ تھی ہمت باندھو اور تلوار سنبھالو"۔

حضرت علیؑ و حضرت طلحہ و زبیرؓ کی گفتگو قبل از جنگ برائے تمامی حجت و رفع شر منجانب امیر المومنینؑ دیگر کتب میں اس طرح درج ہے کہ "حضرت علیؑ نے زبیرؓ کو میدان جمل میں بلوا کر (قبل از جنگ) کہا "اے زبیرؓ! تم کو یاد ہو گا کہ ایک دن رسول مقبولؐ کیساتھ میرا گزر بنی غنم میں ہوا۔ آنحضرت نے مجھے دیکھکر تبسم فرمایا اور تم نے میرے ہنسنے پر اعتراض کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ تبسم بیجا و بے معنی نہیں ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ایک روز علیؑ سے قتال کرو گے اور اس طرح ان کے حق میں ظلم کرو گے جبکہ وہ حق پر ہوں گے"۔ زبیرؓ بولے ہاں مجھے وہ بات یاد آ گئی۔ اگر پہلے سے اس کا خیال ہو جاتا تو میں ہرگز یہاں نہ آتا اور اب آ گیا ہوں تو مجبوری ہے"۔

("تاریخ احمدی" تنظیم المکاتب۔ گولہ گنج لکھنو ص ۱۶۴ (۲) تاریخ ابو الفدا جلد ۱ ص ۱۷۳)

اس کے بعد تمامیٔ حجت کے لئے امیر المومنین طلحہؓ سے بھی مخاطب ہوئے اور فرمایا:
"اے طلحہ تم رسولؐ کی زوجہ کو جنگ و قتال کے لئے بصرہ تک لے آئے ہو لیکن اپنی بی بی کو گھر میں پردہ نشین چھوڑ آئے ہو۔ کتنے شرم کی بات ہے اور کیا تم نے مدینہ میں میری بیعت علانیہ نہیں کی تھی۔ طلحہ سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور اپنے لشکر کو واپس ہو گئے۔ تاریخ ابن جریر طبری جلد ۵ ص ۲۰۲ حالات ۳۶ھ)

حضرت علیؑ کا ابن عباسؓ کو زبیرؓ پاس بھیجنا:۔

جنگ جمل شروع ہونے سے قبل حضرت علیؓ نے ابن عباس کو زبیرؓ کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں جنگ سے باز رہنے کی تلقین کریں اور اطاعت کی طرف رجوع کریں کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے میری بیعت کی تھی پھر طلحہ نے اور اب وہ ہر دو بیعت سے منحرف ہو کر آمادہ بہ جنگ ہیں۔ اس موقع پر ان سے یہ ارشاد فرمایا۔

"طلحہؓ سے ملاقات نہ کرنا۔ اگر تم اس سے ملے تو تم اس کو ایک ایسا سرکش بیل پاؤ گے جس کے سینگ کانوں کیطرف مڑے ہوں۔ وہ منہ زور سواری پر سوار ہوتا ہے اور پھر کہتا یہ ہے کہ یہ قابو کی ہوئی سواری ہے بلکہ تم زبیرؓ سے ملنا اس لئے کہ وہ بمقابلہ طلحہ نرم طبیعت ہے اور اس سے یہ کہنا کہ تمہارے بھائی (علیؓ) نے کہا ہے کہ تم حجاز میں تو مجھ سے جان پہچان۔ راہ رسم و میل جول رکھتے تھے اور اب عراق آکر بالکل اجنبی بن گئے۔ آخر اس اچانک تبدیلی کا سبب کیا ہے؟"۔

ترجمہ (خطبہ نمبر ۳۱ نہج البلاغہ ص ۱۹۸ اضافہ شدہ اڈیشن از حجۃ الاسلام مفتی جعفر حسین)

مدینہ منورہ سے جانب بصرہ کوچ کرتے وقت اہل کوفہ کے نام حضرت علیؓ نے ایک مختصر مضمون کا مکتوب گرامی روانہ کیا۔

"بعد حمدہ وصلوٰۃ واضح ہو کہ اس وقت دو ہی صورتیں ہیں یا تو میں اپنی قوم و قبیلے کے شہر سے باہر نکلا ہوں ظالمانہ حیثیت سے یا مظلومانہ حیثیت سے، میں باغی ہوں یا دوسروں نے میرے خلاف بغاوت و سرکشی کی ہے۔ بہر صورت جن جن کے پاس میرا یہ خط و پیغام پہونچے ان کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور اگر میں صحیح راہ پر ہوں تو میری مدد کریں اور اگر غلط راہ پر ہوں تو مجھے اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش کریں (یعنی اصلاح کر دیں)"۔

اس مکتوب کا خاصا اثر ہوا اور کوفہ کی ایک بڑی جماعت حضرت علیؓ کی مدد و نصرت کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ لشکر میں شریک ہو کر جنگ جمل میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور ظفریاب ہوئے۔ ترجمہ (مکتوب نمبر ۵۷ نہج البلاغہ مذکور صفحہ

۲۲۶)۔

حضرت علیؑ کا اہل بصرہ سے جنگ کے لئے نکلنا۔

امیر المومنین جب اہل بصرہ سے برائے جنگ نکلے تو عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں مقام ذی قار میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنی پاپوش خود ٹانک رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا اے ابن عباس اس پاپوش کی کیا قیمت ہوگی؟ میں بولا اب تو اس کی کچھ بھی قیمت نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پیش نظر حق کا قائم کرنا اور باطل کو مٹانا نہ ہو تو تم لوگوں پر حکومت کرنے سے یہ جوتا مجھے زیادہ عزیز ہے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو یہ خطبہ دیا۔

ترجمہ " اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت بھیجا جب عربوں میں نہ کوئی کتاب آسمانی کا پڑھنے والا تھا نہ کوئی نبوت کا دعویدار۔ آپ نے ان لوگوں کو صحیح مقام پر اتارا اور نجات کی منزل پر پہونچایا حتیٰ کہ ان کے سارے خم جاتے رہے اور حالات محکم و استوار ہو گئے۔ خدا کی قسم میں بھی ان لوگوں میں تھا جو اس صورت حال میں انقلاب اسلامی پیدا کر رہے تھے یہاں تک کہ انقلاب مکمل ہو گیا۔ میں نے اس کام میں نہ کمزوری دکھائی نہ بزدلی سے کام لیا۔ اب بھی میرا یہ اقدام ویسے ہی مقصد کے لئے ہے۔ تو سی جو میں باطل کو چیر کر حق اس کے پہلو سے نکال لوں۔ مجھ سے قریش سے وجہ نزاع اور کیا ہے۔ خدا کی قسم میں نے تو ان سے جنگ کی جبکہ وہ کافر تھے اور اب بھی جنگ کروں گا جبکہ وہ باطل کے ورغلانے میں آچکے ہیں اور گمراہ ہو رہے ہیں۔۔ اور جس شان سے میں کل انکا مد مقابل تھا ویسا ہی آج ثابت ہوں گا۔ (خطبہ نمبر ۳۳ نہج البلاغہ ص ۱۷۱ مؤلف علامہ جعفر حسین صاحب)۔

حضرت علیؓ نے مدینہ سے بصرہ کی جانب اپنی روانگی کے وقت اہل کوفہ کے نام یہ مکتوب تحریر فرمایا۔

ترجمہ "خدا کے بندے علیؓ امیر المومنین کی طرف سے اہل کوفہ کے نام جو مددگاروں میں سربرآوردہ اور قوم عرب میں بھی بلند مقام رکھتے ہیں۔ میں عثمانؓ کے بارے میں تمہیں اسطرح آگاہ کئے دیتا ہوں کہ سننے اور دیکھنے میں کوئی فرق باقی نہ رہے۔ لوگوں نے ان پر اعتراضات کئے تو مہاجرین میں سے ایک میں ایسا تھا جو زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا تھا کہ ان کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہو، اور شکوہ شکایت بہت کم کرتا تھا۔

البتہ ان کے بارے میں طلحہؓ و زبیرؓ کی ہلکی سے ہلکی رفتار بھی تند و تیز تھی اور نرم سے نرم آواز بھی سختی و درشتی لئے ہوئے تھی، اور ان پر عائشہؓ کو بھی بے تحاشہ غصہ تھا۔ چنانچہ ایک گروہ آمادہ ہو گیا اور اس نے انہیں قتل کر دیا۔ اور لوگوں نے میری بیعت کر لی۔ اسطرح کہ ان پر نہ کوئی زبردستی تھی اور نہ انہیں کسی طرح مجبور کیا گیا تھا۔ بلکہ انہوں نے بہ رضا و رغبت و اختیار سے ایسا کیا۔

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دار الہجرت (مدینہ) اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گیا ہے اور اس کے باشندوں کے قدم وہاں سے اکھڑ چکے ہیں اور وہ دیگ کی طرح ابل رہا ہے اور فتنہ کی چکی چلنے لگی ہے۔ لہذا اپنے امیر کی طرف تیزی سے بڑھو اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرنے کے لئے جلدی سے نکل کھڑے ہو"۔ (مکتوب (۱) باب تحریرات۔ نہج البلاغہ ص ۶۳۶)

۱۔ امیر المومنینؑ نے بصرہ کی طرف جاتے ہوئے مقام ذی قار میں یہ خطبہ ارشاد

فرمایا جسکا ذکر واقدی نے کتاب الجمل میں کیا ہے۔

ترجمہ "رسول کو جو حکم تھا اسے آپ نے کھول کر بیان کر دیا اور اللہ کے پیغامات پہونچا دیئے اللہ نے آپ کے ذریعہ بکھرے ہوئے افراد کی شیرازہ بندی کی۔ سینوں میں بھری ہوئی سخت عداوتوں اور دلوں میں بھڑک اٹھنے والے کینوں کے بعد خویش و اقارب کو آپس میں شیر و شکر کر دیا۔ (خطبہ نمبر ۲۲۸ نہج البلاغہ ص ۶۲۵)

حضرت علیؑ کو طلحہ و زبیرؓ سے جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا جانا:۔

جب امیر المومنین کو طلحہ و زبیر کا پیچھا نہ کرنے وان سے جنگ نہ ٹھان لینے کا مشورہ دوران سفر بصرہ دیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

ترجمہ "خدا کی قسم میں اس بجو کی طرح نہ ہوں گا جو لگاتار کھٹکھٹانے جانے سے اپنے بھٹ میں سوتا ہوا بن جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا طلبگار شکاری اس تک پہونچ جاتا ہے اور گھات لگا کر بیٹھنے والا اس پر اچانک قابو پالیتا ہے۔ بلکہ میں تو حق کی طرف بڑھنے والوں اور گوش بر آواز اطاعت شعاروں کو لیکر ان خطا وار و شک میں پڑنے والوں پر اپنی تلوار چلاتا رہوں گا یہاں تک کہ میری موت کا دن آجائے۔ خدا کی قسم جب سے اللہ نے اپنے رسول کو دنیا سے اٹھالیا برابر دوسروں کو میرے اوپر مقدم کیا گیا اور مجھ کو میرے حق سے محروم رکھا گیا۔ اب تو یہ حق کی جنگ ہوگی۔ میں کب تک اپنے حق کو چھنتا ہوا دیکھتا رہوں گا اور خاموش تماشائی بنا بیٹھا رہوں گا اور دشمنوں کی ہمت افزائی ہوتی رہے گی"۔ (خطبہ نمبر ۶ نہج البلاغہ ص ۱۱۴)

جناب امیرؑ کا ارشاد ہے ان صحابہ کے بارے میں جنہوں نے جنگ جمل کے

موقع پر عائشہؓ کے ساتھ بصرہ کی طرف کوچ کیا تھا جن میں طلحہ وزبیر بھی شامل تھے گو کہ وہ حضرت علیؑ کے ہاتھوں بعد قتل عثمانؓ یہی دونوں حضرات بیعت کرنے والوں میں پیش پیش تھے اور آپ کو خلیفہ برحق مان چکے تھے۔ مگر اس موقع پر امیر المومنین سے روگردانی کرتے ہوئے منحرف نظر آرہے ہیں۔ بی بی عائشہؓ کے ہم رکاب ہو کر انکو ورغلا کر میدان کارزار میں بطور کمانڈر لا کھڑا کیا۔ اور وہ ان کے بہکائے میں جلد آ بھی گئیں۔ یہ ایک طویل خطبہ ہے جسکا ایک جز اہل جمل کے بارے میں اس طرح مرقوم ہے۔

ترجمہ " وہ لوگ مکہ سے بصرہ کا رخ کئے ہوئے اس طرح نکلے کہ رسول اللہ کی حرمت وناموس کو یوں کھینچتے پھرتے جس طرح کسی کنیز کو فروخت کے لئے شہر بہ شہر پھرایا جاتا ہے۔ ان دونوں نے اپنی بیبیوں کو تو گھر میں روک رکھا تھا اور رسول اسلام کی بی بی عائشہؓ ام المومنین کو اپنے اور دوسروں کے سامنے کھلے بندوں لے آئے تھے ایک ایسے لشکر میں جس کا ہر فرد میری اطاعت قبول کئے ہوئے تھا اور بہ رضا و رغبت میری بیعت کر چکا تھا۔ یہ لوگ میرے مقرر کردہ عمال اور مسلمانوں کے بیعت المال کے خزینہ داروں اور وہاں کے دوسرے لوگوں تک جا پہونچے اور کچھ لوگوں کو قید کر کے مار مار کر اور کچھ کو حیلہ و مکر سے شہید کر ڈالا۔ خدا کی قسم اگر وہ مسلمانوں میں سے صرف ایک بیگناہ کو قتل کرتے تو بھی میرے لئے جائز ہوتا کہ میں اس تمام لشکر کو قتل کر دوں کیونکہ وہ موجود تھے اور انہوں نے نہ تو اسے برا سمجھا اور نہ زبان یا ہاتھ سے اسکی روک تھام کی چہ جائیکہ انہوں نے اتنے بیگناہوں کو قتل کر دیا جتنی تعداد اس وقت ان کے لشکر کی تھی جسے لیکر ان پر چڑھ دوڑے تھے "

۱۔ خطبہ نمبر ۱۷۰ نہج البلاغہ ص ۴۴۹) وکتاب ترجمہ اہل الذکر ڈاکٹر

محمد تیجانی سماوی ص ۲۸۰ مطبوعہ قم ۔ ایران ۔

جناب امیر کا قصد تھا کہ اہل مکہ کو حتی امکان ان کے ارادہ جنگ سے باز رکھیں اور جہاں تک بھی ممکن ہو سکے امن و امان قائم رہنے کی ترغیب دیں ۔ مدینہ سے کوچ کے بعد کچھ دور نکل کر عبداللہ بن سلام ملے ۔ انہوں نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور آگے بڑھنے سے روکا اور کہا کہ اے امیر المومنین آپ مدینہ سے نکل کر باہر نہ جائیں ۔ اگر آپ تشریف لے گئے تو شاید مسلمانوں کا گروہ مدینہ واپس نہ لوٹ سکے گا اور مدینہ اجڑ جائے گا ۔ یہ سن کر لوگوں نے عبداللہ ابن سلام کو برا بھلا کہنا شروع کیا ۔ حضرت علیؑ نے سب کو روکا اور کہا یہ تو بھلے آدمی ہیں ۔ صحابی رسول بھی ہیں ہمارے مخالف نہیں ہیں ۔ اس وقت انکو کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے ۔ لہذا لوگ خاموش ہو گئے ۔ جناب امیر نے آگے کوچ کیا اور مقام زبدہ پہونچے ۔

یہاں آپ کو یہ خبر ملی کہ حضرات طلحہؓ و زبیرؓ و مردان عائشہؓ کے ہمراہ لشکر سمیت بصرہ میں بعد کرنے کشت و خون و داخل ہو گئے ہیں ۔ عثمانؓ ابن حنیف و حکیم ابن جبلہ سے معرکہ آرائی اور بیت المال کی لوٹ کھسوٹ بھی ہو چکی ہے اور اہل بصرہ میں ان کے خلاف زہر افشانی ہو رہی ہے ۔ لوگوں میں خوف و ہراس پھیلایا جا رہا ہے

اسی جگہ قیام کر کے کچھ ضروری احکامات جاری کئے ۔ اس دوران امام حسنؑ و مالک اشترؓ بھی آگئے اور کچھ تبادلہ خیال بابت جنگ ہوتا رہا ۔ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا کہ "جب بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا اور اہل مدینہ نے بلا جبر و اکراہ جوق در جوق میری بیعت قبول کی جسمیں طلحہ و زبیر آگے آگے تھے ۔ میں نے اہل مدینہ کے اصرار سے بار خلافت اپنے سر لینا قبول کیا ۔ لہذا اب میں اس شخص سے جو بھی میری مخالفت کرے گا اسکی سرکوبی کے لئے ضرور لڑوں گا ۔ ہاں جنگ میں پہل کبھی نہ کروں گا بلکہ آخرت وقت تک میری کوشش ہوگی کہ رنج شرہ نہ ہے ۔ پھر مجبوراً اپنی دفاع بھی ضروری ہے" ۔

باب ہشتم

لشکر عائشہؓ کا حدود بصرہ میں وارد ہونا (جنگ جمل صغرا):۔

حضرت عائشہؓ کا لشکر چشمہ حواب سے روانہ ہو کر حفین و مربہ ہوتا ہوا چاہ موسٰی پر پہونچا اور شہر میں داخل ہونا چاہا مگر کچھ مقامی دشواری و مخالفت کی بنا پر وہیں قیام کیا۔ حاکم بصرہ عثمان بن حنیف کو عائشہؓ کی ہمراہ لشکر اچانک وارد بصرہ ہونے کی اطلاع ملی تو انہوں نے عمران ابن حصین و ابو الاسود دائلی کو دریافت کے لئے بھیجا کہ بصرہ آنیکی آخر وجہ کیا ہے؟۔

ان حضرات نے پوچھا۔ اے ام المومنین آپ کا مقصد تشریف آوری کیا ہے اور آپ کے ہمراہ یہ لشکر کیوں ہے۔ جواب ملا کہ میں خون عثمانؓ کا بدلہ چاہتی ہوں جن کو بے قصور گھر میں محصور کر کے بیدردی سے قتل کیا گیا۔ ابو الاسود بولے بصرہ میں تو ان کا کوئی قاتل نہیں ہے شاید یہ کسی نے غلط فہمی کی وجہ سے مشہور کر دیا ہے اور آپ کو بھی مغالطہ ہوا ہے۔

عائشہؓ نے کہا کہ ہم اہل بصرہ کی مدد و تعاون سے اس خون ناحق کا انتقام لینا چاہتے ہیں آپ لوگ بھی ہمارا ساتھ دیں ابو الاسود نے کہا، اے مادر گرامی آپ کو تو قرآن و رسول اسلام کا حکم ہے کہ گھر میں قیام کریں نا کہ میدان جنگ میں آنے کا یہ بات تو آپ کی شان والا قدر کے بالکل خلاف ہے کہ گھر کی چار دیواری سے نکل کر جنگ و قتال میں شریک ہوں۔ ہم ہرگز آپ کے ہمنوا نہیں ہو سکتے کہ آپ کا یہ اقدام خلاف کتاب اللہ و حدیث رسول پاکؐ ہے۔ بہتر ہے کہ آپ اپنا ارادہ بدل دیں اس پر حضرت عائشہؓ نے برانگیختہ ہو کر ترش لہجہ میں کہا کہ "ہم سے مقابلہ کی کس کو تاب نہ کسی کی مجال ہے"۔

ابو الاسود نے بھی برملا جواب دیا "ہم لڑیں گے اور دنیا دیکھے گی کہ کیسے لڑا

جاتا ہے حریف کو مار بھگانا ہم جانتے ہیں"۔

تجھسے مقابلے کی کیسے تاب ہے ولے
میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد

چاہ موسیٰ پر تھوڑا قیام کر کے یہ لشکر آگے بڑھا اور حدود بصرہ میں بلا تاخیر و بلا مزاحمت داخل ہو کر جانوروں کی منڈی کے قریب وسیع میدان میں ڈیرہ ڈالدیا۔ ابو الاسود عائشہؓ سے کلام کر کے طلحہ و زبیر سے بھی ملے کیونکہ لشکر کی ترتیب و آراستگی یہی حضرات کرتے دکھائی دیئے۔ ان سے بھی اسی موضوع پر سوال و جواب ہوتے رہے جو عائشہؓ سے کئے جا چکے تھے۔ اور ان حضرات سے بھی وہی لہجہ و جواب ملا جو عائشہؓ دے چکی تھیں۔

ابو الاسود نے تمامیٔ حجت کیلئے ان دونوں حضرات سے پوچھا کہ کیا تم دونوں نے امیر المومنین حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت کر کے ان کو امام و خلیفہ برحق نہیں مانا تھا۔ اگر بیعت کی تھی تو اب نکث بیعت کر کے ان کے خلاف خروج و بغاوت کیسی؟ جواب دیا" ہاں ہمارے ہاتھوں نے کی تھی دل نے نہیں۔ وہ بھی اس صورت میں کہ لوگ۔ مہاجرین، انصار و بنی ہاشم و قریش سب ہی تو جوق در جوق بیعت کرنے آرہے تھے اگر ہم نہ کرتے تو تلواروں کا سایہ ہمارے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ چنانچہ بجز بیعت اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا"۔

ابو الاسود یہ حالات دیکھ کر اور گفت و شنید کر کے بخوبی سمجھ گئے کہ یہ لوگ آمادہ بہ شر ہیں۔ جنگ کرنا ہی ان کا واحد منشا ہے۔ صلح ممکن نہیں مزید بات چیت سے کچھ حاصل نہ ہوگا اور وقت برباد ہوگا لہذا وہ لوٹ آئے اور عثمان بن حنیف کو ان کے ناپاک ارادوں سے باخبر کر کے کہا کہ اب جنگ کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ صف آرائی کرو اور اپنی دفاعی مضبوطی پر توجہ رکھی جائے غنیم کا لشکر تعداد میں بہت زیادہ ہے۔

عائشہؓ کو یہ گھمنڈ لاحق تھا کہ وہ ام المؤمنین اور زوجہ رسول ہونے کے باعث بڑی عزت و توقیر کی ہر جا مستحق و امید وار ہیں پھر طلحہ مروان و زبیر جیسے نبرد آزماہ صاحب ثروت و حشمت ان کے ہمراہ ہیں ۔ یعلیٰ بھی یمن کا کل مال جو اس کی تحویل میں تھا لا کر پیش کر چکا تھا ۔ لشکر بھی سامان حرب و ضرب ، نقل و حمل و رسد سے پوری طرح آراستہ ہے سادہ لوح مسلمان نیز دہقان ، اجڈی بد قماش ، خانہ بدوش بدو ، لڑاکو ، جھگڑالو جاہل سب ہی طرح کے لوگ ان کی آواز پر لبیک کہہ کر شریک لشکر ہوتے جائیں گے ۔ علاوہ ازایں یہ بھی گمان رہا ہوگا کہ حضرت علیؓ تو ابھی مدینہ ہی میں ہیں اور ہمارے خروج و جنگی تیاریوں سے بے خبر ہوں گے ان کے ہمراہ مختصر سا گروہ ہوگا جو مدینہ سے چلتے وقت انکے ہمراہ ہوگا ۔ شام سے کوئی بھی نفر انکی مدد کو نہ آئے گا جہاں معاویہ خود انکا حریف موجود ہے ۔ کوفہ میں ابو موسیٰ کا کافی اثر ہے اور کوفہ جنگجو سپاہیوں کی بھرتی کا گڑھ ہے مگر وہاں سے کمک بند ہوگی پس حضرت علیؓ کی مختصر فوج انکا کچھ نہ بگاڑ سکے گی ۔ بلکہ غیر مشروط طور پر شکست خوردہ ہو کر ہتھیار ڈالدے گی ۔ اسطرح فضا پوری طرح ان کے ہموار ہوگی اور ان کو فتح لازمی ہوگی مگر ان کا اندازہ قطعی غلط نکلا ۔ ہزاروں کی تعداد میں اہل کوفہ ٹڈی دل کی مانند لشکر علیؓ میں آملا کہ میدان کارزار میں تھالی پھینکو تو سر ہی سر جائے ۔ راتوں رات لشکر حیدری کی تعداد دوگنی ہوگئی

جنگ جمل صغیر ، مقابلہ اہل مکہ با اہل بصرہ :-

عثمانؓ بن حنیف بھی اپنے تابعین کے ہمراہ بہ قصد مقابلہ بصرہ سے نکل کر میدان میں صف آرا ہو گئے ۔ اہل بصرہ میں سے بھی کچھ لوگوں نے عائشہؓ طلحہ و زبیر کا ساتھ دینے کے لیے شہر سے نکل کر اہل مکہ یعنی لشکر عائشہؓ میں جا ملے طرفین کا اجتماع [illegible] میں ہوا ۔

[illegible] و زبیرؓ میسرہ کے سردار مقرر ہوئے اور عائشہؓ اپنے سرخ اونٹ

عسکر" نامی پر قلب لشکر پر تعینات رہیں۔ ان حضرات نے بار بار لوگوں کو قصاص قتل عثمانؓ پر ابھارا چنانچہ بہتوں نے ان کی ہم نوائی کی۔ عثمان بن حنیف نے ان کے بیانوں و تقریروں کی تکذیب کی اور کہا کہ آپ حضرات کی بات کی کیا اہمیت سمجھی جائے اور کیا اعتبار کیا جائے۔ مدینہ میں آپ لوگوں نے علیؓ کی بیعت اعلانیہ کی اور اب یہاں ان کی مخالفت میں یہ کہہ رہے ہیں۔ یہ تو سراسر ان کی سازش معلوم ہوتی ہے۔ اس پر طرفین میں سخت کلامی بڑھی پھر گھونسے لاتوں کی نوبت آگئی اور آپس میں ڈھیلے بازی بھی ہوئی اور کچھ لوگ مضروب بھی ہوئے۔

پھر عائشہؓ نے تقریر کی کہ لوگ عثمانؓ کو برا کہتے تھے اور ان کے عمال کو عیب لگاتے تھے اور مدینہ و مکہ میں ہمارے پاس شکایتیں لاتے تھے۔ چنانچہ ہم بھی ان کو جھوٹا، مکار و نااہل سمجھتے تھے جبکہ وہ نیک پرہیزگار منصف، عادل سخی و رحم دل تھے۔ افسوس کہ لوگوں نے ان کے خلاف بغاوت کی اور ایک عوامی شورش برپا کی۔ ان پر غلبہ پاکر بے بسی سے ان کے گھر میں گھس کر شہید کر ڈالا۔ اب سوائے ان کے خون ناحق کا بدلہ لیا جائے اور کوئی صورت باقی نہیں"۔

جاریہ ابن قتادہ یہ کلام سنکر ہمت کر کے بڑھے اور عائشہؓ سے یوں مخاطب ہوئے۔

"اے ام المومنین! خدا کی قسم حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے سے یہ امر زیادہ سخت و مزمت آمیز و معصیت خیز ہے کہ آپ اس ملعون سرخ اونٹ پر بیٹھ کر بغرض جنگ و ہتھیاروں کا نشانہ بننے کے لئے خانہ رسول سے باہر تشریف رکھیں۔ افسوس آپ نے اس پردہ حرمت کی ہتک کی اور خود اس عزت و توقیر کا دامن اپنے ہاتھوں چاک کر ڈالا اور اپنی وقعت خود باقی نہ رکھی۔ جو شخص آپ سے جنگ کو درست رکھتا ہے وہ آپ کو گرتے یا آپ کو قتل ہوتے بھی دیکھے گا اگر آپ اپنی مرضی سے یہاں آئی ہیں تو بہتر ہوگا کہ آپ واپس جائیں اور اگر گھیر کر لائی گئی ہیں تو لانے والوں کے خلاف ہم سے مدد طلب کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں"۔ (طبری ج ۳ ص ۴۸۲)

پھر وہ طلحہ و زبیر و مروان سے بھی مخاطب ہو کر بولے "کہ پہلے تم لوگوں نے بیعت علیؑ کی اب خود خلافت کی طمع میں خون عثمانؓ کے بہانے نکث بیعت کر کے ان پر خروج کئے ہوئے ہو انکی مخالفت پر طلوع اور جنگ پر آمادہ ہو۔ ام المومنین کو ورغلا اور بہکا کر فریب دیکر یہاں لائے ہو اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لائے ہو کہ نہیں"

یہ سنکر سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے اور جب کچھ نہ بن پڑی تو نفی میں جواب دیکر خاموش ہو گئے عائشہؓ نے بھی جاریہ کی باتوں کو سنا اور مصلحتاً خاموش رہیں کیونکہ اس نازک مرحلہ پر انکی ساری توجہ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے اور اپنی قوت بڑھانے پر مرکوز تھی اور اہل بصرہ کو یہ باور کرانے میں منہمک تھیں کہ قتل عثمانؓ میں حضرت علیؑ کا بھی ہاتھ تھا اور چند شر پسند و فتنہ پرور لوگوں کے تعاون سے جبراً اپنی بیعت کرا کے خلیفہ کو مار کر خلیفہ بن بیٹھے ہیں۔ ان کو تائید عامہ یا دیگر صحابائے کرام کا کوئی تعلق یا تعاون نہ حاصل تھا نہ ہے بلکہ مسند خلافت پر زبردستی قابض ہو گئے ہیں۔ لہذا انکو جلد معزول کر کے خلافت کا معاملہ پھر اصحاب شوریٰ کے سپرد کیا جائے۔ اور اس قسم کے غلط و گمراہ کن تاثرات دینے کے لئے حاضرین مجمع کو ہر ایک نے حضرت علیؑ کے خلاف خوب بھڑکایا۔ انجام کار لوگ اختلاف کا شکار ہو کر دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک عائشہؓ طلحہ و زبیر مروان کا حامی ہوا دوسرا علیؑ کی حمایت میں عامل بصرہ عثمان بن الحنیف کا طرفدار بنا اور باہمی تکرار بڑھی نوبت بہ این جارسید کہ جوتے پتھر چلے ہاتھا پائی کی نوبت آگئی لوگ مضروب بھی ہوئے اور خانہ جنگی کی سی صورت نمودار ہونے لگی۔

عائشہؓ، طلحہؓ، مروان و زبیرؓ و عبداللہ ابن زبیر کی فطرتی چالبازیوں میں اہل بصرہ فریب خوردہ ہو کر پھنس چکے تھے اور انکی اکثریت ان لوگوں کے ساتھ ہوتی چلی گئی۔ کیونکہ حضرت علیؑ ابھی وارد بصرہ نہ ہوئے تھے لہذا لشکر عائشہؓ کو یہ فکر ہوئی کہ کس طرح حضرت علیؑ کی آمد سے قبل ہی جو کچھ کرنا ہے کر ڈالیں تاکہ ان کے قدم اور

مضبوط ہو جائیں اور علیؑ مقابلہ کی تاب نہ لا کر غیر مشروط طور پر صلح کرنے پر رضا مند ہو جائیں اور پھر ان کو باآسانی خلافت سے معزول کر دیا جائے۔ چنانچہ بیت المال و شہر بصرہ کو اپنے قبضہ اختیار میں کرنے کی غرض سے جانب شہر رخ کیا۔ حاکم بصرہ عثمانؓ بن حنیف ہتھیار ڈالنے پر ہرگز تیار نہ ہوئے اور مقابلہ کی ٹھان لی گو کہ انکی فوجی طاقت اس باغی لشکر کے مقابلہ میں بہت کم تھی مگر ہمت کم نہ تھی۔ شہر میں داخلے کے تمام راستے محدود و مسدود کر کے دفاعی نظام کی نگرانی کی اور ہر مورچہ پر انکے بہادر سپاہی سد سکندری بن کر ڈٹ جاتے اور ہر حملے کا منھ توڑ جواب دیکر پیچھے دھکیل دیا جاتا۔ حتیٰ کہ عورتیں و بچے تک مکانوں کی چھتوں سے خشت باری کرتیں اور دشمن کے بڑھتے قدم روک دیتیں۔ مگر اس سیلابی لشکر کو یہ مختصر دستہ بھلا کب تک روک سکتا تھا۔ گو کہ کشت و خون کافی ہوا۔

جب عثمان بن الحنیف نے اپنی کمزوری کا احساس کر لیا اور کامیابی کی زیادہ امید نہ رہی تو ایک دستہ ہمراہ لیکر خود طلحہ و زبیر پاس جا کر پوچھا کہ آخر تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ یہ شورش، یہ ہنگامہ یہ لشکر کشی ہمارے شہر پر کیوں ہے؟ کہا گیا کہ ہم خون عثمانؓ کے قصاص کے طلبگار ہیں۔ عثمانؓ نے جواب دیا کہ بدلہ لینے کا یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے بلکہ اس کثیر لشکر سے محاصرہ کرنا حملہ آور ہونا تو یہ بتاتا ہے کہ تم لوگ خلافت و امارت کے لئے جنگ آزما ہو۔ طلحہ نے کہا "ہاں اگر یہ بھی ہے تو کیا ہوا۔ علیؑ ہم سے زیادہ خلافت کے حقدار و اہل نہیں ہیں۔ قتل عثمانؓ سے وہ بری الذمہ بھی نہیں ہیں بلکہ جو کچھ مدینہ میں ہوا ہے ان کی ایما سے ہوا جب ہی تو وہ ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے کترا رہے ہیں۔"

انجام کار جانبین میں تلخی بڑھی، تلواریں میان سے باہر ہوئیں اور جھڑپ چھڑ گئی۔ طرفین کے خاصے لوگ مارے گئے۔ شہر کی فضا خراب ہوئی اور عائشہؓ کے خلاف آواز بلند ہونے لگی تو صورت حال کے پیش نظر بڑی زیرکی سے عائشہؓ نے لڑائی رکوائی اور مابین ایک عارضی صلحنامہ لکھا گیا کہ طرفین کو جنگ بندی کی پابندی

لازم ہوگی تاوقتیکہ حضرت علیؑ خود تشریف نہ لے آئیں اور حکومت کے جملہ امور بدستور قائم رہیں۔ کوئی کسی کے معاملہ میں دخل اندازی نہ کرے جس کو انگریزی میں Statusquo کہتے ہیں۔ اور یہ اس جنگ جمل کی پہلی جھڑپ تھی کہ لشکر حرکت میں لایا گیا۔ مگر منشا پورا نہ ہوسکا۔ نہ شہر پر قبضہ ہوسکا نہ بیت المال ہی ہاتھ لگا۔ عائشہؓ نے وہی پرانا راگ الاپنا شروع کر دیا کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں آئے ہیں بلکہ ہمارا منشا تو اصلاح المسلمین ہے۔ صلح ہو جانا چاہیئے چنانچہ لوگ عارضی صلح پر رضامند ہوگئے جس کو Armistice کہا جاتا ہے۔

دریں اثنا چند شر پسند عناصر نے جو دل سے یہ عارضی صلحنامہ کی موافقت میں نہ تھے پھر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی شام تک دونوں طرف سے قتال جاری رہا۔ رات کو عثمان بن حنیف دار الامارات میں چلے گئے اور اہل مکہ دارلرزق میں آگئے۔ رات کو بھی طرفین میں لوٹ ماری جاری رہی۔ دوسرے دن بھی جھڑپیں ہوتی رہیں خون خرابہ ہوتا رہا شامؔ کو تھک کر دونوں نے لڑائی بند کر دی۔ یہ خونی جھڑپیں (Skirmishes) جنگی اہمیت کی حامل تھیں کہ کوئی ایک دوسرے کو زیر نہ کر سکا ایک چاہتا تھا کہ حضرت علیؑ نہ آنے پائیں اور شہر بصرہ پر اس کا قبضہ ہو جائے۔ دوسرا چاہتا تھا کہ علیؑ جلد تشریف لائیں اور دشمن کا صفایا کر دیں کہ اہل بصرہ کو امن دامان نصیب ہو۔ ہر طرف خلفشار و بے چینی برقرار تھی۔

چنانچہ صلحنامہ میں اتنا اضافہ کیا گیا کہ ایک معتمد و با اثر شخص کو مدینہ بھیجا جائے اور یہ معلوم کرایا جائے کہ طلحہ و زبیر نے حضرت علیؑ کی جبری بیعت کی ہے یا بہ رضا و خوشی۔ اگر انکی بیعت جبراً ثابت ہو جائے تو عثمان بصرہ چھوڑ دیں اور طلحہ و زبیر بصرہ کے مالک و قابض ہو جائیں۔ ورنہ وہ بھی مع اپنے لشکر بصرہ خالی کر دیں۔

کعب ابن ثور کا ثالث مقرر کیا جانا:۔

آپ قاضی بصرہ تھے۔ بطور ثالث برائے تحقیق امر بالا مدینہ روانہ کئے گئے وہ

ہر روز جمعہ مدینہ پہونچے اور لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ بعد نماز انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ وہ اہل مدینہ پاس اہل بصرہ کی جانب سے قاصد و ثالث بن کر آئے ہیں اور یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ طلحہ و زبیر نے حضرت علیؑ کی بیعت بہ رضا و خوشی کی ہے یا بہ حالت جبر و اکراہ و جان کے خوف سے۔ یہ سنکر لوگوں میں چہ می گوئیاں ہونے لگیں۔ کہ یہ کیا ماجرا اب کیوں زیر بحث و تحقیق ہوا جبکہ حضرت علیؑ کو خلیفہ برحق مان لیا جا چکا ہے اور نظم و نسق ان کے تحت چل رہا ہے۔ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔

عثمان بن حنیف کی درگت :۔

موقع کی نزاکت کا اندازہ لگاتے ہوئے سب سے پہلے اسامہ بن زید نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہر دو نے جبراً بیعت کی تھی کیونکہ ایک موقع پر یہ بات ان دونوں نے خود بھی پوشیدہ طور پر ان سے کہی تھی۔ یہ کلام سنتے ہی لوگ اسامہ بن زید پر ٹوٹ پڑے اور کہا یہ جھوٹ ہے۔ اسامہ کو اتنا زدو کوب کیا گیا کہ وہ عنقریب تھے کہ مر جاتے کیونکہ یہ امر سراسر حضرت علیؑ پر تہمت و الزام تراشی کے مترادف تھا لوگوں میں سخت غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی تھی۔

ابوالوث و محمد بن مسلمہ نے کسی طرح اسامہ ابن زید کو بچا لیا اور ان کے گھر تک چھوڑ آئے اور کعب ابن ثور کشمکش کے عالم میں مجمع کے منتشر ہو جانے کے بعد بصرہ لوٹ آئے اور واقعہ کی تفصیل طرفین کو بتا دی۔

اس واقعہ کی اطلاع حضرت علیؑ کو ملی تو آپ نے ایک خط عثمان بن حنیف کو لکھا کہ تم بصرہ ہی میں قیام رکھو تا وقتیکہ میں وہاں پہونچوں۔ حضرات طلحہ و زبیر نے بھی عثمان بن حنیف کو مزید بات چیت کے لئے بلوا بھیجا پھر بصرہ خالی کر دینے کا حکم دیا۔ عثمان نہ تو خود گئے نہ بصرہ ہی خالی کیا بلکہ حضرت علیؑ کا انتظار کرتے رہے اہل مکہ نے سمجھ لیا تھا کہ علیؑ کی آمد پر سارا کھیل چوپٹ ہو جائیگا اور اہل بصرہ پر جی

ہوئی تھوڑی بہت ساکھ بھی ختم ہو جائے گی۔ صلحنامہ کو کالمقدم کرتے ہوئے طلحہ و زبیر نے اپنے ہمراہیوں سمیت ایک شب جبکہ آندھی و طوفان بھی آیا ہوا تھا بعد نماز عشاء شب کی تاریکی و بارش میں شبخون مارا۔ عثمان بن حنیف ابھی نماز سے فارغ ہو کر مسجد ہی میں اپنے چند ساتھیوں سمیت موجود تھے۔ موقع غنیمت سمجھ کر عبدالرحمن بن عتاب نے بحکم طلحہ و زبیر مسجد ہی میں گھس کر ان نمازیوں پر حملہ کر دیا جو بوجہ بارش و طوفان ہنوز مسجد ہی میں موجود تھے۔ مسجد میں اس وقت کل ۴۰ افراد موجود تھے۔ جم کر مقابلہ ہوا اور وہ سب کے سب خانہ خدا کے اندر ہی قتل ہو گئے۔ مسجد مقتل بن گئی۔ در و دیوار خون شہیدان سے رنگین ہو گئے۔ عثمان بن حنیف جو مسجد میں موجود تھے کسی طرح بچکر گھر آ گئے تو سپاہی ان کے گھر کے اندر گھس کر ان کو پکڑ کر طلحہ و زبیر کے پاس لائے۔ ان کے حکم سے ان کی ڈاڑھی، مونچھیں، پلکیں و ابرو تک نوچ ڈالی گئیں اور قید کر لئے گئے۔ ابن اثیر اپنی تاریخ میں اس مکروہ و انسانیت سوز نازیبا حرکت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ابھی دو یا تین ہی دن گزرے ہوں گے کہ انہوں نے بیعت الزرق کے نزدیک ایک مسجد میں عثمان بن الحنیف پر شب کو حملہ کر دیا۔ اور گرفتار کر کے چاہا کہ ان کو قتل کر دیں مگر اس خیال سے ڈر گئے کہ کہیں انصار بپھر نہ جائیں مگر ان کے سر، ڈاڑھی، پلکوں و ابروؤں کے بالوں کو اکھیڑ کر ان کو قید میں ڈال دیا گیا"۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۱۱)

پھر طلحہ و زبیر نے خلیفہ عثمانؓ کے بیٹے آبان کی معرفت عائشہؓ سے معلوم کرایا کہ عثمان بن حنیف کے بارے میں ان کا کیا حکم ہے ان کو قید ہی میں رکھا جائے یا قتل کر دیا جائے۔ حکم ہوا کہ انکو جلد ختم کر دو۔ ایک عورت جو وہاں موجود تھی اس نے چیخ کر عائشہ سے کہا یہ کیا غضب کر رہی ہیں اے ام المومنین یہ تو صحابی رسول ہیں اور تمہارے والد ابو بکرؓ کے دوست بھی ہیں عائشہؓ نے آبان کو پھر بلوایا۔ جب وہ

پلٹ کر آیا تو حکم ہوا کہ فی الحال عثمانؓ کو قتل نہ کیا جائے بلکہ قید ہی میں تا حکم ثانی رکھا جائے۔ ابان بن عثمان نے یہ دوسرا بدلا ہوا حکم سنا تو بولا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ مجھے اس مقصد کے لئے بلایا جارہا ہے تو میں ہر گز پلٹ کر نہ آتا۔

مجاشع ابن مسعود نے کہا ان کو خوب مارو۔ پھر ڈاڑھی، مونچھیں، ابروؤں کے بال نوچکر چالیس درے مار کر چھوڑ دو۔ چنانچہ ان کو اس طرح خستہ حال و بے آبرو کر کے چھوڑ دیا گیا۔ بیت المال پر عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمن بن ابو بکر کو حاکم مقرر کیا گیا۔ (ابن اثیر و ابن خلدون) "احسن الانتخاب" مطبوعہ رحمانی پریس تھوی ٹولہ لکھنو۔ ۱۹۳۲ص۔ ۲۵۔ ۲۲۴")۔

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ "جب عائشہؓ کے ہواخواہوں نے والی بصرہ عثمان بن حنیف پر شب کو چڑھائی کی تو ان کے ہمراہ چالیس بیت المال کے محافظوں کو گرفتار کر لیا گیا اور جب ان قیدیوں کو طلحہ و زبیر کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے ان کو پہلے زدوکوب کیا پھر چالیس درے لگوا کر عائشہؓ کے سامنے پیش کیا تو عائشہؓ نے ان کے قتل کا حکم صادر کیا۔ کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے بصرہ آنے و بیت المال ان کے سپرد کرنے کی مخالفت کی تھی اور بجائے مدد کرنے کے ان کے مد مقابل ہوئے تھے اور لشکر عائشہؓ نے ان جملہ قیدیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح بڑی بیدردی سے قتل کر ڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد ایک سو چالیس (۱۴۰) تھی اور یہ پہلے مسلمان تھے کہ جنکو صبر کرنے کی وجہ سے قتل کیا گیا"

۱۔ تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۷۸)

۲۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۵۰۱)

۳۔ کتاب "اہل ذکر" مؤلف ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی آف ٹیونس (ترجمہ) مطبوعہ قم۔ ایران

جب عثمان بن حنیف و اہل مکہ کے مابین مخاصمت ہوئی تو زید ابن صوحان نے اہل مکہ سے پوچھا کہ عثمان تو تمہارے دوست ہیں ان سے اس ناخوشی کی لئے

ہو۔ بن نے جواب دیا۔ ہم ان کو اہل امارت نہیں پاتے۔ زید بولے انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ جناب امیرؓ کے آنیکی خبر تم کو دوں اور جب تک کہ وہاں سے جواب نہ آجائے میں تمہاری امارت کرتا رہوں اہل مکہ زید بن صوحان سے بھی غیر مطمئن ہو کر باز رہے۔ حضرات طلحہ و زبیر نے جب عثمان بن حنیف کو قید کر لیا تھا تو اہل بصرہ سے کہا" توبہ گناہ کے لئے ہے۔ ہم لوگوں نے چاہا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے بارے میں جو عام لوگوں کو شکایات تھیں ان سے ان کو بری کر دیں مگر اس درمیان باغی و بلوائی گروہ نے شورش برپا کر کے ان کو شہید کر ڈالا"۔

حکیم ابن حبلہ سے معرکہ آرائی:۔

حکیم ابن حبلہ بصرہ کی ایک سربر آوردہ اور ممتاز شخصیت حضرت علیؓ کے طرفداروں میں تھے اور عثمان بن حنیف کے رفقا میں شمار کئے جاتے تھے۔ دلیر و شجاع بھی تھے۔ عثمان کا ماجرا جانکر انکو غم وغصہ شدید تھا بیت المال کی لوٹ کھسوٹ وان کے محافظوں کا سفاکانہ قتل ان سے برداشت نہ ہوا اور تڑپ اٹھے دل ہی دل میں ملول ہو کر سوچتے کہ اگر اس مصیبت کے وقت میں خاموش بیٹھا رہا تو اپنے رب کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ چنانچہ وہ قبیلہ بنی بکر و عبدالقیس کے تین سو آدمی لیکر بیت الرزق کی طرف بڑھے کہ طلحہ و زبیر سے ملاقات اور بالمشافہ گفتگو ہو سکے۔ ان کی ملاقات ابن زبیر سے ہوئی جو لوٹ کا سامان و غلہ اپنے لشکریوں میں بانٹ رہا تھا۔ انہوں نے کہا ہم کچھ غلہ لینے آئے ہیں۔ اور یہ لوٹا ہوا سامان و غلے کی تقسیم بند کیجائے اور عثمان بن حنیف کو رہا کیا جائے اور وہ دارالامارت میں رہیں جب تک حضرت علیؓ تشریف نہ لے آئیں ہمارے آپ کے درمیان کسی قسم کی مزاحمت نہ ہو۔ اگر ہمارے پاس کافی غلہ و سامان خورد و نوش ہوتا تو ہم آپ کی جملہ زیادتیوں پر صبر نہ کرتے۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس میرے یار و مددگار انصار ہوتے تو جس قدر آپ لوگوں نے ہم اہل بصرہ کو دھوکہ دیکر شبخون مار کر مسجد میں ہلاک کیا ہے ہم اس

خونریزی کا بدلہ ضرور لیتے ۔ آخر کس لئے آپ نے ہم مسلمانوں کے حرام خون کو حلال سمجھا۔ ابن زبیر بولا کہ ہم نے قتل عثمان کا بدلہ چکایا ہے ۔

حکیم ابن جبلہ نے جواب دیا " ذرا خوف خدا کرو ۔ جن لوگوں کو تم نے قتل کیا وہ تو حضرت عثمانؓ کے قاتل نہ تے اور نہ ہی اہل بصرہ کسی طرح حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش ہی میں شریک تھے ۔ پھر ہم پر یہ ظلم و ستم کیوں روا رکھا گیا ابن زبیر کو اسکا کوئی معقول جواب نہ بن پڑا اور جھنجھلا کر بولے " تم لوگ چیختے چلاتے رہو ۔ ہم کو جو کرنا ہے کر کے رہیں گے ہم تم کو نہ غلہ دیں گے اور نہ عثمان بن حنیف کو چھوڑا جائیگا تاوقتیکہ علیؑ خلافت نہ چھوڑ دیں اور خود تم لوگ ہمارے ساتھ ملکر علیؑ کے خلاف جنگ کرو " ۔

حکیم اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم مجھے اب ان لوگوں سے لڑنے میں کوئی شک باقی نہیں یہ تو علیؑ سے منحرف و مخالف ہو چکے ہیں جس کسی کو شک کی گنجائش باقی ہو وہ واپس ہو جائے کوئی جبر نہیں ۔ حکیم یہ کہہ کر آگے بڑھے اور جنگ کا ایک دوسرا معرکہ چھڑ گیا ۔ طلحہ و زبیر نے بھی اپنے لشکر کو حرکت دی اور حکیم کے مقابلہ پر آڈٹے ۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۔ ۴۹۱) ۔

حکیم ابن جبلہ کی دلیرانہ موت :۔

حکیم نے اپنے مختصر دستوں پر چار سپہ سالاروں کو اس طرح مقرر کیا اور خود طلحہ کے مقابل ہوئے ۔

ذرلح کو زبیر کے مد مقابل ، ابن المترش کو عبدالرحمن ابن عتاب کے مقابلہ اور حرقوس ابن زبیر کو عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کے مقابلہ میں تعنیات کیا ۔ طلحہ تو یہ صف آرائی دیکھ کر گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ یہ اہل بصرہ جن سے ہم خون کے طالب ہیں ہماری مدد کے بجائے ہمارے مقابلہ پر اتر آئے ہیں ۔ خدایا ان میں سے ایک کو بھی تو زندہ نہ چھوڑنا ۔ پھر لڑائی چھڑی ۔ شدت پیدا ہوئی جب طلحہ

پانچسو آدمیوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے۔

دوران جنگ جب حکیم ابن جبلہ دلیرانہ مقابلہ و سخت قتال کر رہے تھے اور صحبہ کے ساتھی پسپا ہوا چاہتے تھے کہ کسی شخص نے دفعتاً پس پشت ان کے پاؤں پر تلوار کا گہرا وار کیا کہ ان کا ایک پاؤں گھٹنے پر سے کٹ کر گر پڑا اور وہ لڑتے لڑتے منہ کے بل گر پڑے۔ پھر سنبھل کر اپنا کٹا ہوا پاؤں اٹھا کر اس شخص کو تاک کر ایسا مارا کہ وہ گر پڑا اس پر اسی شدید معذوری کے عالم میں جھپٹ کر اس کو بھی اپنی تلوار سے زخمی کر دیا اور پھر حکیم نے اس پر اپنے کٹے پاؤں سمیت اس طرح دبوچ کر تکیہ لگا کر بیٹھ گئے کہ اس کی موت ہو گئی۔ خود بھی اسی عالم میں لڑتے لڑتے مارے گئے۔

اس معرکہ میں بہت سے لوگ مع حکیم ابن جبلہ وان کے بھائی وائل و بیٹے اشرف بن حکیم بھی کھیت رہے ذریح بھی اپنے چند ہمراہیوں کے ہمراہ مارے گئے اور کچھ قید کر دیئے گئے۔ حرقوس کو ابن سعد نے کسی طرح بچا لیا۔

عثمان بن حنیفؓ کی قید سے رہائی:۔

ایک روایت کے مطابق جب لوگوں نے عثمان بن حنیف کو بھی قید سے لا کر قتل کرنا چاہا تو انہوں نے کہا میرے بھائی سہیل ابن حنیف ابھی مدینہ میں موجود ہیں اور صاحب اختیار ہیں۔ میرے قتل کے عیوض وہ تم سے سخت بدلہ لیں گے وہ جری بھی ہیں اور با اثر بھی۔ تب ان کو چھوڑ دیا گیا اور وہ مدینہ چلے گئے تاکہ جناب امیر کو واقعات سے آگاہ کر دیں طلحہ و زبیر کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ سہیل مدینہ کا حاکم ہے انتقام میں ان دونوں کے جملہ عزیز و اقربا کا صفایا کر ڈالیگا۔ اس خطرہ کے پیش نظر ان کی رہائی ہوئی۔ وہ پہلے تو بمشکل تمام مقام ذیقار میں امیر المومنین کا انتظار کرنے پہونچ گئے پھر حضرت علیؓ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو ان کی یہ کیفیت دیکھ کر آپ خود آبدیدہ ہو گئے اور جب حکیم بن جبلہ وان کے بھائی و بیٹوں کی داستان ظلم و جفا سنی تو غیض و غضب سے آپ کا رخ انور مثل تانبہ سرخ ہو گیا۔ پھر عثمان کو

مدینہ روانہ کردیا گیا۔

اس معرکہ کے بعد طلحہ وزبیر نے لوگوں کو بطور حوصلہ افزائی بیت المال سے انعام بھی تقسیم کئے ابن وائل اور بنی عبدالقیس نے بھی بیت المال پر ہاتھ صاف کیا اور لوٹ کا مال لیکر چلتے بنے۔ اہ میں برائے انتظار جناب امیر ٹھہر گئے۔ اہل مکہ نے ایک بار پھر حضرت عائشہ کی جانب سے اہل، کوفہ یمن، شام ومدینہ کو جنگ میں شرکت کرنے کی ترغیب دی جس پر اہل بصرہ کے کچھ لوگوں نے ان کے اثر وخوف سے طلحہ وزبیر کی بیعت بھی کر لی۔ تب زبیر بولے اگر ایک ہزار سوار میرے ساتھ ہوں تو میں آگے بڑھ کر علیؑ پر وہ حملہ کردوں جو ابھی بصرہ نہیں پہونچ سکے ہیں تو ان کو سینے اعائیں اور انکا سارا لشکر تتر بتر ہو کر ان کا ساتھ چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرلے مگر کسی نے ان کی اس خوش فہمی کی داد نہ دی۔ پھر کہنے لگے یہ وہی فتنہ ہے جس کی خبر ہم کو پہلے ہی دی جا چکی تھی۔ اس پر ان کے غلام عطیہ نے کہا کہ "آپ اس کو ہنگامہ کے بجائے فتنہ کہہ رہے ہیں اور پھر جان بوجھ کر اس فتنہ میں شریک بھی ہیں" زبیر بولے "ہم سمجھتے ہیں یہ وقت کی پکار ہے تم چپ رہو"۔

نوٹ۔ عائشہؓ طلحہ وزبیر وغیرہم کا اس طرح علیؑ پر خروج کر کے بصرہ کے باہر میدان میں ہمراہ لشکر خیمہ زن ہو کر شہر میں داخلہ کی کوشش، عثمان بن حنیف کی ذلیل انداز میں درگت کرنا، مسجد میں جمع حضرات پر سخت آندھی وطوفان میں شبخون مار کر سب کو قتل کر دینا۔ بیت المال کے ۱۴۰ محافظوں کو قتل کی تیاری وتدبیر کرنا۔ حکیم کے ساتھ معرکہ آرائی کر کے ان کو مع ان کے بھائی وبیٹے قتل کر دینا۔ بیت المال کے ۱۴۰ محافظوں کو قتل کر کے بیت المال کو لوٹ کر اپنے ساتھیوں میں بطور انعام تقسیم کرنا ان جملہ خونی جھڑپوں اور معرکہ آرائی کو مؤرخین ومصنفین نے جغرافیائی، تاریخی اعتبار سے جنگ جمل صغیر کا نام دیا ہے کیونکہ ابھی حضرت علیؑ و ان کا لشکر اثناء راہ تھا اور اس جنگ میں موجود ہی نہ تھا۔ یہ جنگ ۲۵ ربیع الثانی ۳۶ ھ میں رونما ہوئی۔ اصل معرکہ واسکا عبرت ناک انجام وبتمام بصورت جنگ جمل کبیر ابھی زیر تکمیل ہے۔

باب نہم

جنگ کے بھیانک بھڑکتے شعلے

اس جنگ مغلوبہ میں مالک بن اشتر جو ایک نہایت جری و آزمودہ شمشیر زن مانے جاتے تھے آکر جناب امیر کے لشکر میں شامل ہوئے۔ قبل ازیں وہ کوفہ کے والی موسیٰ اشعری کو ہزیمت دیکر دارالامارہ پر قابض ہو چکے تھے۔ وہ شام کی جانب نکل گیا اور معاویہ کی پناہ میں رہا۔ جناب امیر کو ان پر بڑا بھروسہ تھا اور وہ بھی سخت سیدنا علیؓ کے جان نثاروں میں تھے۔ اب جنگ میں شدت پیدا ہو چکی تھی اور ہر محاذ پر سخت قتال برپا تھا۔ کسی کا پلہ کسی سے کم نظر نہ آتا تھا۔

بی بی عائشہؓ کا میدان کارزار میں بطور کمانڈر وارد ہونا:۔

عین اسوقت کعب بن ثور عائشہؓ پاس جاکر کہنے لگا جنگ کی شدت بڑھ چکی ہے۔ ہر مورچہ پر گھمسان کارن پڑا ہوا ہے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے اور فتح کس کی ہو۔ مالک اشتر و محمد بن ابی بکر و ابو حنفیہ قیامت کا قتال مچائے ہیں اور ہر طرف لاشوں کے انبار لگ رہے ہیں۔ اسوقت لشکر کو آپ کی موجودگی کی سخت ضرورت ہے آپ میدان جنگ میں بذات خود جاکر لشکر کی ہمت افزائی کریں شاید آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کوئی بہتر صورت مہیا کردے۔ چنانچہ آپ رضامند ہو گئیں۔ آپ کی عماری اس "عسکر" نامی سرخ قیمتی اونٹ پر بچ دھج کر رکھی گئی جسکو یعلیٰ نے ایک سو درہم کا خرید کر عائشہؓ کو اسی موقع کے لئے پیش کیا تھا

یہ اونٹ تند آور اونچا، مضبوط، تیز رفتار اور قدرے شریر بھی تھا۔ ایک ہوشیا شتر [illegible] ن کے [illegible] میدان جنگ میں اتارا گیا۔ تاکہ اس پر سوار ہو کر میدان کار زار پر دور تک نظر رکھی جا سکے۔ اس کو زرہیں پہنا کر قلب لشکر میں رکھا گیا۔ لشکر

کے بھاری جسامت سے یہ اونٹ دور سے مثل ایک ٹیلے کے معلوم پڑتا تھا جس کی چیثیت نمایاں کی ہوئی جس میں ام المومنین عائشہؓ خود میدان جنگ میں وارد ہوئیں۔ لشکر کے ہر مورچہ پر نگاہ کرکے سرداران لشکر کو چند ہدایات کے ساتھ کمان لشکر خود سنبھالی اور احکام بابت جنگ جاری کئے۔ مالک اشتر کی نگاہ جب اس اونٹ پر پڑی اور اسپر جناب عائشہؓ کی سجی ہوئی عماری کو دیکھا جو زوجہ رسول ہو کر بجائے خانہ رسول میں قیام پکڑنے کے جیسا قرآن وخود حدیث نبوی کا فرمان تھا بذات خود لشکر کی کمانڈری کر رہی ہیں تو برملا باآواز بلند اشتر کی زبان پر یہ کلمے جاری ہوئے کہ "آج کل شرارت کل شرارت پر سوار ہے اور کل ایمان کے مدمقابل ہے"۔

اب جنگ میں شدت قتال اس حد تک پہونچی کہ ہر دو طرف کافی جانی نقصان ہوا۔ جنگ کیا تھی میدان حشر کا نمونہ تھی ہر طرف خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ گھوڑوں کی بھاگ دوڑ سے ہر طرف خاک دھول کا دھندھلکا چھا گیا اور تیروں کی بارش سے طرفین کو آگے بڑھنے کا موقع نہ ملتا۔ شور ہنگامہ میں تلواروں کی جھنکار اور سروں پر وار پڑنے کی آوازیوں معلوم پڑتی جیسے کہ دھوبی پاٹے پر کپڑوں کی کندی کر رہا ہو۔

"جس عسکر" نامی اونٹ پر سوار ہو کر عائشہؓ لشکر کی کمان خود سنبھالے ہوئے تھیں اس وقت اس اونٹ کے ہوج وجھول پر اس قدر تیر چسپاں تھے کہ وہ خار پشت بن گیا تھا"۔ (تاریخ ابن الوردی جلد ا ص ۱۵۷)

ایک روایت کے مطابق عائشہؓ نے اپنے مشیران جنگ طلحہ زبیر، مروان و یعلی کے مشورے سے ایک نیزے میں اپنے عنابی رنگ کے ایک دو پٹہ نما کپڑے کو باندھ کر اونٹ پر بلند کیا تاکہ لشکر میں جوش وخروش برقرار رہے۔ منادی آواز دیتا کہ یہ جھنڈا ام المومنین کا من پسند لشکر نشان ہے۔ اس کے تلے مرنا عین جہاد و باعث ثواب ہے۔ یہ دیکھ کر دہقان لشکر وجہالان عرب و بصرہ لبیک کہتے ہوئے اونٹ کی مہار یکے بعد دیگر تھامے بے دریغ کٹ مر رہے تھے۔ ایک مجمع عائشہؓ کے اونٹ کو

بغرض حفاظت گھیرے میں لئے ہوئے تھا اور اس فرضی جہاد میں جی توڑ حصہ لے رہا تھا۔ مگر کچھ بن نہ پڑتا۔ بی بی عائشہؓ قلب لشکر سے اپنی فوج کی کمان سنبھالے ہوئے احکام جاری کر رہی تھیں۔ مگر جب ہنگام جنگ ان کو حضرت طلحہ کے قتل کئے جانے اور زبیر کا میدان کارزار سے بچ کر مدینہ نکل جانے کی خبر ملی تو میمنہ و میسرہ کے مورچوں پر سناٹا سا چھا گیا اور ام المومنین کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ وہ سخت مایوس ہوگئیں کیونکہ اب وہ ایک طرح سے اکیلی محسوس کرنے لگیں۔ لشکر کے بھی قدم اکھڑنے لگے اور اکثر صفین درہم برہم ہوگئیں۔ بہتوں نے راہ فرار اختیار کی۔ مگر باقی لشکری پورے عزم و حوصلے سے مورچے سنبھالے رہے اور اونٹ کی جان توڑ حفاظت میں سخت قتال ہوتا رہا۔

زبیر بن العوم کا قتل کیا جانا:۔

زبیر بن العوامؓ کے مقابلہ پر عمار یاسرؓ آئے اور نیزہ سے حملہ کیا اور پے در پے کئی وار کئے جن کو زبیرؓ روکتے رہے اور خود کوئی جوابی حملہ نہ کیا بلکہ صرف دفاعی صورت اختیار کی۔ عمار یاسرؓ کہتے تھے کہ اے زبیر کیا تم مجھ کو قتل کرنے نکلے ہو تو قتل کرو۔ زبیر کہتے کہ میں آپ کو قتل نہ کروں گا اور نہ علیؓ سے جنگ جاری رکھنے کا ارادہ ہے۔ زبیر کو شاید آنحضرت رسول اکرم کا ارشاد گرامی یاد آگیا تھا کہ "اے عمار تم کو گروہ باغی قتل کرے گا اور تمہاری آخری غذا پانی ملا دودھ ہوگا۔ (جو جنگ صفین میں صحیح ثابت ہوا) اور علیؓ سے جنگ نہ کرنے کی قسم بھی یاد آگئی ہو۔ اس واسطے زبیر کو قتل عمارؓ سے احتراز ہوا اور محض بچاؤ کی صورت اختیار کی خود کوئی انتقامی وار نہ کیا اور میدان جنگ سے نکل کر مدینہ جانے کی غرض سے بصرہ سے سات فرسخ کے فاصلہ پر وادی سباع سے۔ گزرتے وقت اخنف بن قیس کا لشکر ملا۔ اخنف بولے اب ان کے الگ ہونے سے کیا ہوتا ہے خون خرابہ تو کرا ہی چکے۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر خود الگ ہو رہے۔ پھر اخنف اپنے ساتھیوں سے بولے

کون ہے جو ان کا پتا کرے اور ان کی خبر لائے"۔

عمرو بن جرموز مجاشی بولا میں جاتا ہوں اور وہ ان کے پیچھے ہو لیا اور زبیر سے بھی ملا۔ زبیر نے کہا کہ تم میرے پیچھے کیوں آرہے ہو۔ زبیر کے غلام عطیہ نے کہا کہ شاید یہ آپ کو ضرر دینا چاہتا ہے۔ زبیر بولے بھلا یہ ایک اکیلے شخص سے کیا ڈرنا۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے۔ اس عرصہ میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ گھوڑے سے اتر کر نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ غلام ذرا غافل ہو گیا کہ جرموز مجاشی نے ان کو پیچھے سے تلوار کا وار کر کے شہید کر ڈالا۔ اور خود ان کا گھوڑا تلوار اور انگشتری لیکر چلتا بنا اور غلام کو چھوڑ دیا جس نے زبیر کو وہیں دفن کر دیا۔ غسل و نماز جنازہ بھی معقول طور پر ممکن نہ ہو سکا پھر لشکر میں جا کر اسی غلام نے قتل زبیر کی خبر دی۔

زبیر کی اس ناگہانی موت کے بارے میں یہ روایت بھی ہے کہ وادی سبا پہونچنے پر نماز ظہر سے فارغ ہو کر کچھ دیر آرام کے لئے آنکھ لگ گئی۔ غلام بھی غافل ہو گیا۔ کچھ غلبہ نیند کا اس پر بھی طاری ہوا کہ موقع پا کر عمرو ابن جرموز نے ان کو اسی حالت میں قتل کر ڈالا اور اخنف سے جا کر قتل کا ماجرا سنایا جس پر وہ بہت ناخوش ہوئے۔ پھر جناب امیر کے لشکر میں آکر دربان سے کہا کہ اطلاع کرو کہ قاتل زبیر حاضری کی اجازت کا طالب ہے۔ جناب امیر نے اجازت دیدی اور اس کو دوزخ کی بشارت دی کیونکہ اس نے ایک سوئے ہوئے صحابی رسول کو قتل کیا تھا۔ ابن جرموز نے زبیر کی تلوار پیش کی جس کو لیکر آپ آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ اس تلوار سے اکثر اوقات زبیر آنحضرت کی حفاظت کرتے تھے۔ پھر یہ تلوار عائشہؓ کو بھیجوادی کہ زبیر کے قتل کی اطلاع سب کو ہو جائے۔ (ابن اثیر)۔

ایضاً

ایک دیگر روایت یہ بھی ہے کہ ابن جرموز زبیر کا سر کاٹ کر حضرت علی کی خدمت میں لایا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تجھ کو دوزخ کی بشارت ہو کیونکہ آنحضرتؐ کا قول تھا کہ زبیر کے قاتل کے لئے دوزخ کی بشارت ہے۔ ابن جرموز حضرت علیؑ سے

رخصت ہو کر کہنے لگا" میں علیؑ پاس زبیر کا سر کاٹ کر لایا جو ان کے سخت دشمن تھے اور میں نے اس کام کو باعث ثواب سمجھا تھا۔ مگر افسوس انہوں نے دوزخ کی بد دعا و بشارت دی۔ تحفہ لانے والے کے لئے یہ بشارت بہت بری ہے۔ اور پھر جھنجھلا کر بولا "اے علی تم امت کے لئے عجیب بلا ہو۔ اگر تمہارا ساتھ دیں اور تمہارے دشمنوں کو ماریں تو ہم کو دوزخی بتاتے ہو۔ اگر تمہارے ساتھ نہ دیں تب بھی دوزخی کہتے ہو"۔

بعض روایت میں قاتل کا نام عمر ابن حرون ہے مگر یہ روایت قوی نہیں ہے اور قاتل کے نام عمرو بن جرموز پر زیادہ تر موؤخین کا اتفاق ہے۔

(۱) حبیب السیر جلد ۱ ص ۵۱ در ذکر حالات جمل (۲) تاریخ احمدی۔ تنظیم المکاتب گولہ گنج لکھنو۔ انڈیا ص ۶۶)

زبیر بن العوام کا مختصر کرداری خاکہ:۔

پچھلے اوراق میں عبداللہ بن زبیر کا جنگ جمل کے سلسلہ میں اہم رول پر روشنی ڈالی جا چکی ہے اب زبیر بن عوام کا مجملاً کرداری تعارف بھی قارئین کی مزید معلومات کے لئے مفید ہو گا۔ جو درج ذیل ہے۔

۱)۔ زبیر ایک بزرگ صحابی رسول اور اولین مہاجرین میں سے ہیں اور رسول اسلام سے انکی قرابت داری بھی ہے کہ یہ صفیہ بنت عبدالمطلب رسول کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ اور اسما بنت ابو بکر عائشہؓ کی بہن بھی ان کی زوجیت میں تھیں اور عمر بن خطاب کی منتخب کردہ اس چھ رکنی کمیٹی کے ممبر بھی ہیں۔ جس کو حضرت علیؑ کے حق خلافت کو رد کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔

۲) ۔ نوٹ ۔ اس کمیٹی کی تشکیل کے بارے میں ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی اپنی مشہور تصنیف "شیعہ ہی اہلسنت ہیں" ناشر رحمت اللہ بک ایجنسی ۔ مقابل بڑا امام باڑہ ، کھارادر ۔ کراچی ۔ پاکستان ص ۲۴۷ میں حسب ذیل عبارت درج ہے ۔" یقیناً عمر بن خطاب اس فکر و مہم کے موجد ہیں اور یہ فکر اپنی جگہ سیاسی زیرکی ہے ، یہ کمیٹی اس

لئے تشکیل کی گئی تھی تاکہ وہ حضرت علی سے مقابلہ کرے کیونکہ جملہ صحابہ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ خلافت حضرت علیؑ ہی کا حق ہے جس کو بنی قریش نے غصب کر لیا تھا۔ اور جب جناب فاطمہؑ الزہرا نے احتجاج کیا تو انہوں نے کہا اگر آپ کے شوہر ہمارے پاس پہلے آجاتے تو ہم کسی اور کو ان پر ترجیح نہ دیتے۔ عمر بن خطاب اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ خلافت اپنے شرعی حقدار تک پہونچے اس لئے انہوں نے مقابلہ کے لئے ایک ایسی کمیٹی بنادی جس سے ہر فرد کے دل میں خلافت کی ہوس و طمع پیدا ہو گئی۔ ان کے دلوں میں رئیس وامیر المومنین بننے کی امیدیں کروٹ لینے لگیں اس طرح انہوں نے اپنے دین کو دنیا کے عیوض بیچ دیا اور اس تجارت نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا")

۳) اہلسنت الجماعت کے عقیدہ کے مطابق یہ بھی ان دس افراد کی فہرست میں شامل ہیں جنکو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

ان کو طلحہ کا جوڑی دار کہنا مناسب ہوگا کہ یہ طلحہ کی صحبت میں زیادہ رہے تھے اور ہر دو کا انداز فکر و فہم بھی کسی حد تک یکساں نظر آتا ہے۔ جب طلحہ کا ذکر ہوتا ہے تو زبیر کا ذکر بھی خواہ مخواہ آجاتا ہے اور جب زبیر کا ذکر ہوتا ہے تو طلحہ بھی ان کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہر دو حضرات جنگ جمل کے موقع پر ایک ہی دن بڑی بیدردی سے ہلاک کئے گئے۔

یہ بھی اسلام میں غائیت درجہ کے دولتمند و صاحب ثروت اشخاص میں سے ایک ہیں جنہوں نے دنیا حاصل کرنے کی ہمیشہ جدوجہد جاری رکھی اور اپنا پیٹ خوب بھرا کہ طبری کی روایت کے بموجب ان کا ترکہ پچاس ہزار دینار ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار غلام تھے اور بصرہ کوفہ مصر میں بھی بہت جائیداد کے مالک تھے اور مدینہ میں بھی ۱۱ مکان تھے۔ ڈاکٹر طہ حسین مصری کہتے ہیں کہ "زبیر کے اس ترکہ میں اختلاف ہے جو وارثوں میں حصہ رسد تقسیم ہوا۔ جو لوگ ترکہ کم بتاتے ہیں کہ وہ تقسیم شدہ ترکہ ۳۵ ملین تھا اور زیادہ بتانے والے ۵۲ ملین بتاتے ہیں اور دیگر

معتدل حضرات کا کہنا ہے کہ چالیس لاکھ تقسیم ہوا۔اور یہ کوئی حیرت و استعجاب کا مقام نہیں ہے کیونکہ فطاط میں، اسکندریہ میں، بصرہ میں اور کوفہ میں بھی کافی اراضیات ان کے تصرف و تقلب میں تھیں ۔اس کے علاوہ اور بہت سی قیمتی اشیاء چھوڑی تھیں ۔(الفتنۃ الکبریٰ جلد ا ص ۱۴۷) لیکن بخاری کی روایت یہ ہے کہ زبیر نے دو لاکھ پچاس ہزار ملین ترکہ چھوڑا تھا۔(صحیح بخاری جلد ۴ ص ۵۳ باب فرض الخمس)۔

۴)۔ حضرت علیؑ نے لوگوں کو سنت نبوی کی طرف جلد لوٹانے میں پہلے بیت المال کو لوگوں میں مساوی طور پر تقسیم کیا اور ہر مسلمان کو تین دینار دیئے خواہ وہ مسلمان عربی ہو یا عجمی اور آنحضرت بھی اپنی پوری حیات میں اس طرح تقسیم کیا کرتے تھے ۔علیؑ نے عمر بن خطاب کی وہ بدعت ختم کر دی جو انہوں نے عربی کو عجمی پر ترجیح و فضیلت دے رکھی تھی اور عربی کو عجمی کے مقابلہ دوہرا حصہ دیا جاتا تھا۔ لہذا وہ علیؑ کے خلاف ہو گئے جو عمر کی بدعتوں کو روا رکھتے تھے اور زبیر بھی اس کے ہمنوا و حامی تھے۔

چونکہ عمر نے قریش کو تمام مسلمانوں پر فضیلت دے رکھی تھی لہذا وہ بھی ان کو علیؑ کے مقابلہ میں زیادہ دوست رکھتے تھے اور ان میں قومی، قبائلی اور طبقاتی غرور و تکبر رچ بس گیا تھا۔پس علیؑ قریش کو سنت رسولؐ پر پلٹانے میں کیسے کامیاب ہو سکتے تھے جس پر بیت المال مساوی طور پر تقسیم ہوتی تھی۔ کیونکہ اب اہل قریش سیم و زر کے بندے ہو چکے تھے ۔چنانچہ بلال حبشی کو نبی کے چچا عباس کے برابر حصہ ملتا تھا اور قریش اس مساوات کے سلسلہ میں رسولؐ پر اعتراض کیا کرتے اور اکثر نبیؐ سے اس تقسیم کے بارے میں جھگڑتے تھے۔

۵)۔اس لئے بھی طلحہ و زبیر نے علیؑ کے خلاف بغاوت کی کہ انہوں نے بڑی [illegible] سے کام لیکر ان کا امارت والا مطالبہ مسترد کر دیا مزید برآں ان ہر دو سے [illegible] کا محاسبہ کر لیا جو انہوں نے سنت نبوی کے خلاف جمع کر رکھا تھا

تاکہ اس ناجائز طور پر مسروقہ اموال کو واپس لیکر غریب و نادار لوگوں میں عبوری راحت کے طور پر تقسیم کر دیں۔

۶) ۔عائشہؓ سے ملحق ہونے والے جنگ جمل میں زبیر ہیں ۔کیونکہ وہ زبیر کی زوجہ کی بہن تھیں ۔چنانچہ طلحہ و زبیر ان کو بہکا و ورغلا کر بصرہ لے آئے اور جب چشمہ حواب کے کتے ان پر بھونکے اور انہوں نے مدینہ پلٹ جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے پچاس افراد سے جھوٹی گواہی دلوائی کہ عائشہؓ اپنے خدا و شوہر کی نافرمانی کر کے ان کے ہمراہ بصراہ چلی جائیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس جنگ میں عائشہؓ کی موجودگی اہم ترین رول ادا کرے گی کہ وہ ام المومنین تھیں۔

۷)۔میدان جنگ میں جب حضرت علیؑ کی زبیر سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کیا تم مجھ سے خون عثمانؓ کا بدلہ لو گے جبکہ تم نے خود ان کو قتل کیا ہے (تاریخ طبری جلد ۵ ص ۲۰۴، تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۰۲) اور مسعودی کی عبارت یہ ہے کہ ۔علیؑ نے فرمایا" خدا ہم میں سے اسے پہلے قتل کرے جس نے عثمانؓ کو قتل کیا ہے"۔

حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے کہ" طلحہ و زبیر بصرہ پہونچے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ وہ بصرہ کیوں آئے ہیں کہا: ہم خون عثمانؓ کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ حسین نے جواب دیا" سبحان اللہ! کیا لوگوں پاس عقل نہیں وہ تو کہتے ہیں کہ خود تم نے انہیں قتل کیا ہے"۔

۸) ۔حالات کا مشاہدہ ہم کو یقین کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ زبیر نے بھی اپنے ساتھی دوست طلحہ کی طرح عثمانؓ کو دھوکہ دیا تھا اور دوران محاصرہ ان کی کوئی مدد نہ کی اور لوگوں کو ان کے قتل پر ابھارا تھا۔ پھر علیؑ کی بیعت رضا و رغبت صف اول میں شریک ہو کر کی تھی پھر توڑ ڈالی اور پھر خون عثمانؓ کے قصاص کا عذر لنگ لیکر علیؑ پر خروج کیا اور عائشہؓ کو ورغلا کر ہمراہ لشکر بصرہ پہونچ گئے۔

۹)۔بصرہ پہونچکر خود بھی ان نازیبا جرائم میں شریک ہو گئے اور بیت المال

کے محافظوں کو قتل کر دیا۔ اور بیت المال کو لوٹ مار کر کے برباد کر ڈالا۔ بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف کو فریب آمیز خط لکھ کر یہ عہد نامہ بھی جاری کیا کہ بصرہ میں حضرت علیؑ کی آمد تک ہر طرح کا امان رہے گا۔ کوئی جنگ نہ چھیڑی جائے گی۔ پھر عہد شکنی کر کے عثمان بن حنیف پر اس وقت شب خون مارا جب وہ مسجد میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز عشاء پڑھ رہے تھے۔ کچھ ساتھیوں کو قتل کیا اور کچھ کو قیدی بنا لیا اور عثمان بن حنیف کو بھی قتل کرنا چاہا مگر ان کے بھائی سہل بن حنیف مدینہ کے گورنر سے ڈر گئے کہ کہیں بھائی کے انتقام میں وہ ان کے پورے خاندان کو تہس نہس نہ کر دیں۔ لہٰذا ان کو بری طرح زدو کوب کر کے ان کی داڑھی، مونچھیں اور بھنویں نچوا دیں اور پھر بیت المال کے بقیہ چالیس محافظین کو قتل کر ڈالا۔

ڈاکٹر طہٰ حسین مصری طلحہ و زبیر کی خیانت و عہد شکنی کے بارے میں اپنی مشہور تصنیف "الفتنۃ الکبریٰ" میں لکھتے ہیں۔ "ان دونوں نے بیعت شکنی ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ اس معاہدہ کی بھی خلاف ورزی کی جس کی رو سے عثمان بن حنیف سے عارضی صلح کر لی تھی اور بہت سے لوگوں کو بیگناہ قتل کیا اور اہل بصرہ میں سے جن افراد نے اس فریب آمیز خط کی مخالفت کی جو عثمان بن حنیف کو لکھا گیا تھا اور بیت المال کی لوٹ و غصب کرنے سے روکا ان سب کو بھی قتل کر دیا"۔ (الفتنۃ الکبریٰ)۔

۴)۔ ایک دن جب حضرت علیؑ و زبیرؓ رسول اللہ کے ہمراہ بنی غنم کے درمیان سے گزر رہے تھے تو آنحضرت نے علیؑ کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا جس پر حضرت بھی مسکرائے۔ زبیر بوجہ رشک و حسد بول اٹھے کہ اے ابن ابی طالب غرور نہ کرو اس پر رسول نے زبیر کو خاموش کرتے ہوئے کہا "یہ غرور نہیں کرتے اور تم ان (علیؑ) سے ضرور جنگ کرو گے اور ان کے حق میں ظالم قرار پاؤ گے" یہ حدیث رسول حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی (تاریخ طبری واقعہ جمل تاریخ مسعودی و تاریخ اعثم کوفی۔

ص ۲۱۸)۔

۱۱)۔ حضرت علیؑ کا ایک خطبہ ابن ابی الحدید نے اس طرح نقل کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔

"خدایا ان دونوں نے میرے حقوق کو سراسر نظر انداز کیا ہے اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے اور میری بیعت توڑ دی ہے اور میرے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے لہذا جو مشکلات انہوں نے کھڑی کی ہیں ان کو تو حل فرما دے اور جو منصوبے انہوں نے بنائے ہیں انہیں کامیاب نہ ہونے دے اور انہیں ان کے کرتوتوں کا مزہ چکھا دے۔ میں نے تو انہیں جنگ چھڑنے سے قبل باز رکھنا چاہا اور جنگ سے پہلے ان کو بیدار کرتا رہا لیکن انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرا دیا۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ا ص ۱۰۱)

اور ان کے نام بھیجے جانے والے خط میں تحریر فرمایا:۔

"بزرگوارو! اپنے اس رویہ سے باز آجاؤ کیونکہ ابھی تمہارے سامنے ننگ وعار ہی کا بڑا مرحلہ ہے۔ اس کے بعد تو ننگ دعار کیساتھ آگ بھی جمع ہو جائیگی۔ والسلام" (نہج البلاغہ۔ شرح محمد عبدہ مصری ص ٦)

۱۲)۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ جب علیؑ نے زبیر کو رسولؐ کی حدیث شریف یاد دلائی تو انہوں نے جنگ سے پلٹ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اور جب زبیر کو معلوم ہوا کہ علیؑ کے لشکر میں عمار یاسرؓ بھی شریک ہیں تو انکے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور انہوں نے اپنے اسلحہ ایک دوسرے سپاہی کو دیدئے تو ایک اور ساتھی نے کہا۔

"میری ماں میرے غم میں بیٹھے یہ وہی زبیر ہے جس کے ساتھ میں نے مرنے و زندہ رہنے کا ارادہ کیا تھا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ راہ زبیر نے ایسے ہی اختیار نہیں کی بلکہ اس بارے میں یا رسولؐ سے کچھ سنا ہے یا دیکھا ہے"۔ (تاریخ طبری جلد ۵ ص ۲۰۵)۔

دریں اثناء ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ کی یہ بدلتی ہوئی

کیفیت دیکھی تو ان کے اس ارادہ کو بزدلی سے تعبیر کیا بس ان پر غیرت و حمیت طاری ہو گئی اور وہ جنگ میں لڑتے ہوئے قتل کئے گئے۔ جبکہ اکثر مورخین نے ان کا قتل جنگ سے پلٹتے ہوئے مدینہ کی راہ میں وادی السباع کے مقام پر ابن جرموز کے ہاتھوں بیان کیا ہے۔ لیکن مورخین کا یہ قول نبی کی خبر سے موافقت نہیں کرتا کیونکہ آنحضرت نے یہ فرمایا تھا" کہ اے زبیر عنقریب تم علیؑ سے جنگ کرو گے اور ان کے حق میں ظالم قرار پاؤ گے"۔

لہذا اگر حدیث رسول پر ہمارا اعتقاد و ایمان ہے تو زبیر ضرور میدان جنگ ہی میں لڑتے ہوئے مارے گئے اور ابن جرموز کے ہاتھوں قتل کئے جانے والی روایت میں کوئی وزن نظر نہیں آتا بجزیہ کہ مورخین و روایان نے حق کو اور زبیر کے باطل کو چھپانے کی اور زبیر کی حرکتوں کی پردہ پوشی کرنے کے لئے کہا کہ ان کو ابن جرموز نے دھوکہ سے سوئے میں قتل کر ڈالا (واللہ عالم بہ ثواب)۔

۱۳)۔ حضرت امام علیؑ نے معرکہ جمل سے قبل بار بار صلح کی کوشش کی اور بالا آخر پھر اہل جمل کو کتاب خدا کی طرف بلایا اور قرآن بھیج کر جنگ نہ کرنے کا پیغام طلحہ و زبیر کو بھیجا۔ مسلم ابن عبداللہ مجاشی نے دشمنوں کی صفوں میں جاکر ہاتھوں پر مصحف کو بلند کئے ہوئے اس کا واسطہ دیکر شرانگیزیوں سے منع کیا مگر طلحہ و زبیر نے اس کی اس دعوت حق کو صدا بصحرا کر دیا اور عائشہؓ کے ایک غلام کو اشارہ کیا جس نے اس مرد مجاہد پر تلوار کا کاری وار کیا کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور مسلم شہید ہوا دشمنوں کی طرف سے اس قدر تیر برسائے گئے کہ کلام پاک چھلنی ہو گیا۔ یہ ماجرا زبیر و طلحہ بچشم خود دیکھا کئے اور کسی کو تیر اندازی کرنے سے منع نہ کیا جبکہ میمنہ و میسرہ ان کے ہی کمان میں تھا۔ امیر المومنین نے جب یہ اسلام سوز منظر دیکھا تو ان سے جنگ کرنے کو مباح قرار دیا۔ لشکر حیدری میں بزن و بکش کا نعرہ بلند ہوا۔

طلحہ کا مروان بن الحکم کے ہاتھوں قتل کیا جانا:۔

جنگ کے شعلے بھڑک چکے تھے اور ہر مورچہ پر گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا۔ طلحہ بھی جنگ میں مصروف تھے کہ یکلیک ان کے زانو میں ایک تیر لگا۔ زخم گہرا تھا۔ جب اس کو دباؤ دیتے خون تھم جاتا۔ چھوڑ دیتے تو جاری ہو جاتا۔ طلحہ کہتے تھے کہ بس یہ خدا کا قہری تیر ہے اور اس کا زخم کاری جان لیوا ہے۔ اسی حالت میں انہوں نے اپنا زخمی پاؤں گھوڑے کی کاٹھی سے دبالیا تاکہ گرنے سے بچے رہیں اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ کے بندوں لڑائی سے باز آؤ اور میری طرف واپس ہو میں اب میدان چھوڑ رہا ہوں اور تم یہ جنگ نہیں جیت سکتے۔ قعقاع نے ان کو زخمی و خون آلود پا کر کہا کہ بہتر ہے کہ آپ آرام کے لئے کہیں چلے جائیں حالت آپ کی ناگفتہ بہ ہو چکی ہے۔ خون برابر جاری تھا کہ موزہ تک تر ہو گیا اور زخم کی ایذا میں شدت ہوئی اور ضعف طاری ہونے لگا اور چہرہ کا رنگ بگڑنے لگا۔ حالت قریب بیہوشی ہو گئی۔ کہتے جاتے تھے " خداوندا حضرت عثمانؓ کے خون کا عیوض مجھ سے لے اور مجھ سے راضی ہو "۔ پھر اپنے غلام سے کہا میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور مجھے گرنے سے سنبھالنا اور جلد مجھے کسی مکان میں اتار دے۔ غلام نے بہ دقت تمام ان کو ایک ویران مقام پر اتارا یہاں ایک شخص وارد ہوا جس کا نام الخفائین ثور مجزاۃ لکھا ہے۔ طلحہ نے پوچھا۔ کیا تم حضرت علیؑ کے اصحاب میں تو نہیں ہو جواب دیا ہاں میں اصحاب علیؑ میں سے ہوں۔ طلحہ بولے سبحان اللہ! اپنا ہاتھ لاؤ۔ میں تم سے علیؑ کی جگہ پھر بیعت کرتا ہوں چنانچہ آپ نے بیعت کی کیونکہ خوف لاحق تھا کہ ایسی حالت میں کہیں دم نہ نکل جائے جو علیؑ سے کھلے دل بیعت نہ کر سکوں لہذا بالواسطہ بیعت کر لی۔ ثور کا بیان ہے کہ بیعت سے قبل طلحہ کے یہ الفاظ تھے۔ " خدایا مجھے معاف کرنا علیؑ سے سب سے پہلے میں نے بیعت کی تھی پھر زبیر نے اور وہ صدق دل سے نہیں کی گئی تھی بلکہ محض دکھاوے کی تھی۔ اب یہ بیعت صدق دل سے کی ہے تو اسکو قبول فرما اور گواہ رہنا۔ مجھے اسی کی یہ سزا ملی ہے۔ حیف مجھ سے زیادہ اپنے خون کا ناحق ضائع کرنے

والا کوئی بوڑھا نہ ہوگا۔

زانو پر یہ مہلک زہر آلود تیر مروان بن الحکم نے جان بوجھ کر مارا تھا۔ زبیر کے میدان چھوڑ جانے کے بعد مروان کہنے لگا کہ زبیر تو جنگ سے کنارہ کش ہو کر چلے گئے۔ طلحہ کا بھی ارادہ ڈھل مل معلوم ہوتا ہے۔ جنگ کا رخ اپنے حق میں بہتر نظر نہیں آتا۔ لشکر کے پاؤں کسی طرح جم نہیں رہے جبکہ علیؑ کے لشکر کا پلڑا ہر مورچہ پر بھاری پڑتا رہا ہے۔ اگر عائشہؓ کی ہار ہو گئی تو اپنا کیا حشر ہوگا مناسب یہی ہے کہ موقع کو غنیمت جانتے ہوئے طلحہ کو یہیں ختم کر دیا جائے اور اپنا راستہ صاف کر لیا جائے چنانچہ اس نے ہفت اندام پر زہر آلود تیر مار کر طلحہ کو شدید زخمی کر دیا (تاریخ ابن اثیر۔ تاریخ ابن خلدون و تاریخ مسعودی)

•••••ایضا•••••

دوران جنگ جب لشکر عائشہؓ میں کمزوری کے علامات نمایاں ہوئے اور علیؑ کے لشکر نے ہر مورچہ پر بھاری یلغار و قتال کیا اسی دوران مروان بن الحکم نے طلحہ کو اپنے زہر آلود تیر کا نشانہ بنا کر قتل کر ڈالا جب وہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے تو دوسرے تیر کو جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ بیدردی سے طلحہ کے حلق میں اتار دیا۔ پہلے زخم سے ان کے زانو پر لگا تھا خون شدت سے جاری تھا حالانکہ طلحہ و مروان ایک ہی لشکر میں عائشہؓ کے جھنڈے تلے علیؑ کے مد مقابل تھے۔ مروان دراصل خود بھی خلافت کا عرصہ سے خواہاں تھا اور اس امر میں وہ معاویہ بن سفیان کے اشارہ پر خفیہ ایجنٹ کا کام کر رہا تھا۔ مگر عائشہؓ کا ذاتی رجحان حضرت طلحہ و زبیر کی جانب پا کر موقع سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے طلحہ کو اپنے راستہ سے صاف کر دیا۔ مگر اس کی امیدوں پر پانی پھر گیا جب لشکر عائشہؓ کو شکست فاش ہوئی اور وہ خود بھی قید کر لیا گیا (تاریخ ابو الفدا جلد ا ص ۳۶۹) (احسن الانتخاب فی ذکر سیدنا ابی تراب ص ۲۵۴ رحمانی پریس تھوی ٹولہ لکھنو ۱۹۳۲ء طبع شد) و (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۶۹) و (تاریخ احمدی۔ راجہ صاحب پریاوان تنظیم۔ المکاتب۔ گولہ گنج لکھنو ص ۱۶۵)۔

چنانچہ مروان بن الحکم نے طلحہ کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ہنگام کارزار موقع نکال ہی لیا کہ اس نے اپنے غلام کی آڑ لیکر ایک زہر آلود تیر ان پر چلایا جو ان کی پنڈلی کو چیرتا ہوا ان کے گھوڑے کے شکم کو بھی زخمی کر گیا۔ گھوڑا زخمی ہو کر میدان سے بھاگ کھڑا ہوا اور ایک خرابہ میں جا رکا۔ طلحہ بھی زخمی حالت میں خود کو سنبھالے گھوڑے کو دونوں زانوں سے دبائے نیم بیہوشی و کسمپرسی کے عالم میں اسی خرابہ میں زمین پر آرہے اور دم توڑ دیا۔ (ابن سعد " طبقات ج ۳ ص ۲۲۲ ") میں کہتے ہیں کہ:

" جمل کے دن مروان بن حکم نے طلحہ کو جو عائشہؓ کے پہلو میں کھڑے تھے ایک تیر مارا جو ان کی پنڈلی میں لگا۔ پھر مروان نے کہا، خدا کی قسم مجھے اب عثمان کے قاتل کی تلاش نہیں رہ گئی "۔

طلحہ کا مجملاً کرداری خاکہ :۔

طلحہؓ جو بڑے صحابہ میں سے ایک ہیں جن کا جنگ جمل میں کلیدی رول رہا ہے جنہوں نے عائشہؓ کو ورغلا و بھڑکا کر حضرت علیؑ کے خلاف قتل عثمانؓ کے قصاص کا عذر لنگ کا سہارا لیکر خروج پر آمادہ کیا۔ پھر ہمراہ لشکر بطور کمانڈر بصرہ میں صف آرا کر دیا اور خود بھی سپہ سالار میمنہ ڈٹے رہے حتیٰ کہ مروان بن الحکم نے ان کو ہنگام ، جنگ زہر آلود تیر کا نشانہ بنا کر قتل کر ڈالا۔ اس اعتبار سے ان کے کردار کا مختصر خاکہ پیش کرنا قارئین کے لئے خالی از معلومات نہ ہوگا۔ جنگ جمل کی ابتدا اور انتہا پر بھی حقائق کی تاریخی روشنی پڑنے میں مزید مفید ثابت ہوگا۔

۱) ۔ یہ حرص و ہوس کے بندے تھے جنہوں نے حصول دنیا کے لئے دین کا سودا کر ڈالا۔ مصر یا بصرہ کی گورنری نہ ملنے وجاہ و منصب سے مایوسی پر خلیفہ برحق حضرت علیؑ سے منحرف ہو کر نکث بیعت کر کے ان پر خروج کی صورت میں عائشہؓ کا ساتھ جنگ جمل میں بطور سپاہ سالار میمنہ دیا اور مارے گئے۔

۲) ۔جب خلیفہ اول ابو بکرؓ نے پروانہ خلافت خلیفہ ثانی عمرؓ کے حق میں لکھدیا تو یہ چراغ پا ہو کر ان کے انتقال سے قبل انکے پاس جا کر کہہ اٹھے: آپ خدا کو کیا جواب دیں گے جبکہ آپ نے ہمارے اوپر ایک سخت و تند مزاج شخص کو مسلط کر دیا ہے جس پر ابو بکر ان سے ناراض ہو کر برا بھلا کہنے لگے ۔(ابن قیتبہ ۔"الامامت و السیاست" فی باب وفات ابو بکرؓ) لیکن بعد میں یہ نئے خلیفہ سے جلد راضی ہو کر ان کے خیر خواہ اور مداح بن گئے کیونکہ اب ان کو خلیفہ ساز چھ رکنی کمیٹی کا رکن بنا دیا گیا تھا۔اور پھر خود ان کو بھی خلافت کی طمع دامنگیر ہونے لگی تھی۔

۳۔ خلافت عثمانیہ میں تو ان کی ہمت اور بڑھ گئی ۔ بیت المال پر قبضہ جمالیا ، پھر خلیفہ وقت کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے میں پیش پیش رہے ۔اور پھر نا خوش ہو کر ان کے قتل کی سازش مجرمانہ میں باغیوں کے دوش بدوش رہے ۔دوران یورش ان کی رسد و پانی تک بند کرا دیا (جس کو بعد میں علیؑ نے باغیوں کو سمجھا بجھا کر دوبارہ جاری کرایا) محاصرہ عثمانؓ میں شریک رہے حتیٰ کہ وہ قتل کر ڈالے گئے اور ان کو بچانے کی ذرا بھی کوشش نہ کی بلکہ ان کی موت کے ہی خواہاں رہے۔

۴) ۔عثمانؓ نے طلحہ کے بارے میں کہا تھا"خدا طلحہ کو غارت کرے میں نے اس کو اتنا سونا چاندی دیا اور وہ اب بھی میرے خون کا پیاسا ہے اور لوگوں کو میرے خلاف اکسا رہا ہے۔پروردگار! وہ اس مال سے فائدہ نہ اٹھاسکے اور اسے اس بغاوت کا مزہ چکھا"۔(بقول ابن الحدید) وڈاکٹر تجانی سماوی در کتاب"شعیہ ہی اہلسنت ہیں" ص ۔۴۰ ۔۴۵۔

۵) ۔ان ہی طلحہ نے اپنے محسن و مربی خلیفہ عثمانؓ کو بعد قتل ۳ روز بے غسل و کفن پڑے رہنے کے بعد بھی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا تھا حتیٰ کہ بعض روایات کے مطابق مقتول خلیفہ کی ایک ٹانگ کو سگ صحرائی نوچ نوچ کر کھا گیا اور ایک آنکھ کو نکال لے گیا۔ پھر علیؑ کی مداخلت و اسرار پر ان کو "خوش کوکب" میں دفن کیا گیا جو یہودیوں کا قبرستان تھا جس کو کافی عرصہ بعد جنت

البقیع میں شامل کر لیا گیا۔ (تاریخ طبری، مدائنی، وقدی نے مقتل عثمان) میں یہ واقعہ لکھا ہے۔

۶) ۔ امیر المومنین حضرت علیؑ کو ہمیشہ حقیر سمجھتے رہے اور ان کے مقابلہ پر خود خلافت کے امیدوار بن گئے کیونکہ عائشہؓ انہیں کے ورغلانے وبہکانے میں آکر علیؑ پر خروج کر کے بصرہ میں مع لشکر وارد ہوئیں لہذا اسی امید خلافت میں بعد قتل عثمانؓ جنگ جمل میں کشت وخون کا بازار گرم کیا اور مسلمانوں کے مابین بغض و عناد وتفرقہ کی آگ کو خاطر خواہ ہوا دی۔

۷) ۔ چونکہ طلحہ کا تعلق بنی تیم سے تھا اور بعد انتقال رسول اسلام بنی تیم اور بنی ہاشم میں باہمی رنجش ورسہ کشی چلی آرہی تھی اور علیؑ فرد بنی ہاشم تھے لہذا ان کا علیؑ سے بغض وکینہ رکھنا فطری امر تھا۔ اور عثمانؓ سے بھی قرابت داری تھی اور وہ بھی تیمی تھے لہذا طلحہ اولاً عثمانؓ کی جانب زیادہ رجوع رہے۔ پھر درپردہ ان کی مخالف جماعت کی یورش میں شریک رہے۔ اور دوران محاصرہ ان کی کوئی مدد نہ کی حتیٰ کہ وہ قتل کر ڈالے گئے۔ (شیخ محمد عبدہ در شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۸۸ باب خطبہ شقشقیہ)

۸) ۔ خلیفہ ثانی نے ان کے بارے میں کہا تھا "اگر یہ خوش ہیں تو مومن اگر ناراض ہیں تو کافر۔ اگر ایک روز انسان تو دوسرے روز شیطان ہیں"۔

۹) ۔ غدیر میں حدیث رسول اکرمؐ براعلان خلافت حضرت علیؑ سن کر بیعت کرنے و مبارکباد دینے والے اصحاب میں یہ بھی تھے اور خود رسول پاک کے دہن مبارک سے من کنت مولاہ مہاذا علی مولاہ کے الفاظ کہتے ہوئے سنا تھا۔ یہ بھی جانتے تھے کہ علیؑ نبی کیلئے ایسے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ قتل عثمانؓ کے بعد علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے والوں میں اول یہی تھے۔ پھر نکث بیعت کر ڈالی اور علیؑ سے منحرف ہو کر ان پر خروج کیا۔ جمل کیلئے عائشہؓ سے جا ملے کیونکہ خود عائشہ کا میلان طبع بوجہ قرابت داری بابت خلافت انکی ہی جانب تھا لہذا موقع کی جستجو کی ادھیڑ بن میں لگ گئے یہاں تک کہ جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

۱۰) ۔ خلافت کی امید و بیم میں بعد وفات رسول ؐ اسلام حضرت عائشہؓ ام المومنین سے خود شادی رچانے کی تمنا پیدا ہو گئی لیکن نزول آیت قرآنی نے ان کے ریت کے محل کو مسمار کر ڈالا ۔ ان کی اس قبیحہ و فاسد نیت و جسارت پر قدرت بھی حرکت میں آگئی اور خدا کو ناگوار ہوا ۔ طلحہ شائد اپنے زعم میں یہ بھول گئے تھے کہ ام المومنین ساری امت و کل مومنین کی ماں ہوئیں "آیت ازواجہ لماتھم" کا نزول ہوا ۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

۱۱) ۔ رسول اسلام کو یہ کہکر سخت صدمہ پہونچایا کہ بعد انتقال آنحضرت میں عائشہؓ سے خود نکاح کر لوں گا ۔ وہ میری چچازاد بہن ہیں ۔ رسول کی زوجہ ہیں تو کیا ہوا جب رسول اللہ کو اس امر کا پتہ چلا تو آپ کو شدید قلق گزرا اور طلحہ سے ان کا لہجہ سخت ہو گیا ۔

۱۲) ۔ اور جب یہ آیت حجاب کا نزول ہوا اور ازواج نبی نے پردہ کرنا شروع کیا تو طلحہ نے مخالفت کرتے ہوئے کہا ۔

" کیا چچازاد بہنوں و بیٹیوں کا محمد اب ہم سے پردہ کرائیں گے اور ہماری عورتوں سے خود نکاح کریں گے ۔ اگر کوئی حادثہ رونما ہو گیا تو پھر ہم بھی نبی کے بعد ان کی بیبیوں سے نکاح کریں گے رسول اکرم کو یہ جان کر سخت تکلیف ہوئی تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔ (ما کان ان توطہ وا رسول اللہ و لا ان تنکحو ازواجہ بعدہ)

ترجمہ " اور تمہیں رسول اللہ کو تکلیف پہونچانے کا حق نہیں ہے اور نہ ہی ان کے بعد کبھی ان کی ازواج سے نکاح کرنے کا حق ہے " ۔ (سورہ احزاب ۔ ۵۳)

نوٹ : ۔ (تفسیر ابن کثیر ، قرطبی ، تفسیر آلوسی وغیرمیں قرآن کی تفسیر میں یہ واقعہ درج ہے) ۔

۱۴) ۔ طلحہ عثمان سے مل گئے اور سیم وزر کی طمع میں ان کی بیعت بھی کر لی اور خلیفہ سوئم نے بھی ان کو انعام واکرام سے خوب نوازا اور بے حساب دولت عطا کر دی ۔ طلحہ عثمانؓ کے ۵۰ ہزار دینار کے مقروض تھے ۔ ایک روز طلحہ نے عثمانؓ سے کہا کہ میں نے تمہارے قرض کو چکانے کا بندوبست کر لیا ہے اور وہی رقوم جو ان کو عثمانؓ سے ملا کرتی تھیں وہی جمع کر کے بطور واپسی قرض بھیج دیں جس پر عثمان بولے کہ یہ تمہاری مروت کا انعام ہے اور وہ قرض معاف کر دیا اور مزید دو لاکھ کی رقم طلحہ کو مرحمت کر دی ۔ اس طرح ان کے پاس اموال، غلاموں، چوپاؤں کی کثرت ہو گئی" عراق سے بھی ان کو اب ایک ہزار دینار یومیہ ملنے لگے ۔ (طبری، ابن الحدید و ڈاکٹر طہ حسین مصری) نے اپنے تصنیف "فتنۃ الکبریٰ" میں اس کا خلاصہ ذکر کیا ہے ۔

ابن سعد "طبقات" میں لکھتے ہیں کہ طلحہ کے انتقال پر ان کے ترکہ میں تین ملین درہم اور دو ملین دو لاکھ درہم اور ۲ لاکھ دینار موجود ملے ۔ اس دولت کی بیجا فراوانی کے باعث وہ سرکش ہو گئے ۔ دولت کا نشہ چھا گیا اور اپنے جگری دوست عثمانؓ کو راہ سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگے تاکہ خود خلیفہ بن جائیں پھر اسی خلافت کی حصول کے خاطر وہ علی سے منحرف ہو گئے، نکث بیعت کر ڈالی اور عائشہؓ کے لشکر میں علیؑ پر خروج کی صورت میں ہمراہ اپنے ساتھیوں کے آملے ۔ مگر خلافت کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور جمل میں جان سے ہاتھ دھونا پڑے ۔

"نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اودھر کے ہم"

مروان الحکم کا کرداری تعارف:۔

اب کچھ مروان ابن الحکم کے بارے میں بھی روشنی ڈالنی ضروری ہے کیونکہ اس نے دراصل جنگ جمل میں آغاز تا اختتام ایک اہم رول ادا کیا جس کا ایک پہلو تو کچھ منفی صورت میں اور دوسرا پہلو اعلانیہ میدان کارزار میں نمودار ہوا ۔ اس

جنگ کی دبی ہوئی چنگاری کو ہوا دیکر شعلہ ور بنایا۔ طلحہ و زبیر کو ہمنوا و ہم خیال پاکر بغض علیؑ و مخالفت اہلبیتؑ میں وہ کھچڑی پکائی کہ جناب عائشہؓ کا میلان طبع کا رخ بھی ہموار پاکر ان کو اس طرح بہکایا اور بھڑکایا کہ وہ ام المومنین ہوتے ہوئے بھی اپنے زیر کی، عقل و دانش کو بالائے طاق کر کے اس چاپلوس فتنہ پرو کے دام فریب میں آپھنسیں کہ جس نے آگ پر تیل کا کام کر کے ان کو سفر بصرہ پر تیار کیا اور میدان جنگ میں ایک بڑے لشکر کی کمانڈری کراتے ہوئے حضرت علیؑ کے مد مقابل ان کو لا کھڑا کیا۔ اور ہزاروں بیگناہ مسلمانوں کا خون ناحق بہہ جانے میں اپنے بھی ہاتھ رنگ لئے مگر ہاتھ کچھ نہ لگا سوائے شکست فاش و خود گرفتار ہو جانے کے۔

۲۔ عہد رسول اکرم میں عربوں میں یہ دستور تھا کہ جب کسی کے گھر بچہ تولد ہوتا تو نومولود خدمت پیغمبر میں برائے شرف و برکت لایا جاتا اور آپ اس کے حق میں دعا فرماتے۔ چنانچہ مروان بن حکم جب پیدا ہوا تو اس کو بھی اسی مقصد کے لئے آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس کو دیکھ کر برجستہ فرمایا "هو الوزغ بن الوزغ الملعون بن الملعون" ترجمہ ... "یہ چھپکلی ہے چھپکلی کا بیٹا ملعون ہے ملعون کا بیٹا ("مستدرک" حاکم جلد ۴ ص ۴۷۹) نیز اسی کتاب میں صفحہ ۴۸۱ پر شعبی عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں "ان رسول الله لعن الحکم و ولد" یعنی رسول اسلام نے حکم اور اسکی اولاد پر بروقت پیدائش ہی لعنت فرمائی۔ دیکھئے کتاب "ابو ہریرہ" مصنف علامہ عبدالحسن شرف الدین مولوی ناشر رحمت اللہ الحسنی کھارا در نزد بمبئی بازار کراچی ص ۱۲۸)۔

۳۔ عائشہؓ ایک حدیث کی خود راوی ہیں جس میں کچھ اور بھی الفاظ کا اضافہ ہے۔ " ولکن رسول الله لعن ابا مروان و مروان فی صلبه (قالت) فمروان فصص من لعنته الله " لیکن رسول اللہ نے مروان کے باپ پر لعنت فرمائی اور مروان ابھی اپنے باپ کے صلب میں تھا (عائشہؓ نے کہا) تو اس مروان نے بھی لعنت میں پورا حصہ لیا۔ اس طرح حکم و مروان دونوں باپ بیٹے اللہ اور اس کے حبیب خاتم

المرسلین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک معتوب وملعون ٹھہرے۔

۴۔ یہ وہی مروان بن الحکم ہے کہ جو خود تخت خلافت پر اپنی جلوہ گری کے سنہرے خواب دیکھ رہا تھا اور اپنے آقا و محسن و مربی معاویہ بن ابو سفیان کے بل بوتے پر عائشہؓ کے ہمراہ جنگ جمل میں پیش پیش رہا مگر دل ہی دل میں وسوسے کچھ اور ہی تھے۔ وہ کسی مناسب موقع کا متلاشی تھا اور بالآخر وہ موقع ہاتھ آہی گیا۔ جب اس نے اچھی طرح تاڑ لیا کہ ام المومنین کا میلان طبع بابت خلافت المسلیمین بعد قتل عثمانؓ طلحہ ہی کی جانب ہے اور جنگ جمل میں وہ بڑھ چڑھ کر حصہ بھی شروع تا آخیر لیتے رہے ہیں۔ زبیر بھی جنگ سے عین موقع پر روگردانی کرتے ہوئے عمرو ابن جرموز مجاشی کے ہاتھوں وادی سباع میں جو اخنف بن قیس کا لشکری فرد تھا بعد نماز ظہر نیند کی غفلت میں قتل کر ڈالے گئے۔ جب کہ انہوں نے خود کو جنگ میں مزید حصہ لینے سے گریز کیا تھا اور اپنا ارادہ بھی جناب عائشہؓ پر ظاہر کر چکے تھے اور میدان جنگ چھوڑ کر وطن واپس ہو رہے تھے کہ اثنا راہ میں قتل کر ڈالے گئے اور ان کا غلام عطیہ نامی ان کے دفن کفن کا ذمہ دار بنا۔ اب مروان کی راہ میں صرف طلحہ ہی کھٹکتے خار بچ رہے تھے باقی راستہ تو ہموار نظر آرہا تھا۔ بھلا وہ اس صورت حال سے کیونکر نہ فائدہ مند ہونا چاہتا۔ ہنگام جنگ موقع پاکر عائشہؓ کے اونٹ کے قریب سے اپنے ایک غلام کی آڑ لیکر اپنے زہر آلود تیر کو کمان کے چلتے میں چڑھا کر طلحہ کو اس طرح تاک کر نشانہ بنایا کہ تیران کے ٹانگ کو لہولہان کرتا ہوا گھوڑے کے شکم میں در آیا ہر دو کے زخم کاری تھے۔ ایذا من شدت ہوئی آخرش طلحہ مع اپنے زخمی گھوڑے ایک خرابہ میں جار کے اور نیم بیہوشی کی حالت و کسمپرسی کے عالم میں انتقال کیا۔ پھر مروان نے بہ آواز بلند کہا۔ خدا کی قسم مجھے اب عثمانؓ کے قاتل کی تلاش نہیں رہ گئی

(۔ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲۲۲)

نوٹ۔ مروان کے یہ الفاظ صاف عکاسی کر رہے ہیں کہ قتل عثمانؓ میں کون لوگوں کا اور کس مقصد و منشا کے تحت اور کس درجہ ہاتھ شامل تھا بنی امیہ کے با اثر

حضرات کا قتل عثمانؓ پر شور و غوغا مچانا ۔ جناب عائشہؓ کا قصاص قتل عثمانؓ کا بیڑا اٹھانا ۔ لشکر جمع کرنا اور علیؑ پر خروج کرنا اور ان کی ذات گرامی کو بلا وجہ و ثبوت خون عثمانؓ میں ملوث کیا جانا سادہ لوح مسلمانوں کو خلیفہ وقت کے خلاف ورغلانا ۔ جنگ جمل کا وقوع پذیر ہونا وغیرہ امور کا پردہ فاش ہو جاتا ہے ۔ یہ تو وہی ہوا کہ کرے کون ؟ اور بھرے کون ۰۰۰؟ بقولے ۔

"الزام جو یہ غیر کے سر جائے تو اچھا"

۵ ۔ مروان بن الحکیم کے بارے میں عام شہرت تھی کہ کچھ کج دل والا کمزور اور بزدل قسم کا شخص تھا ۔ صرف اپنی سپہ گری کے فرضی افسانے مشہور کر رکھے تھے ۔ خود کبھی کسی جنگ میں کوئی بھی بہادری کا کارنامہ انجام نہ دے سکا ۔ ہر مرد جری سے مقابلہ کے لئے جی چراتا اور بچا بچا سا رہتا ۔ جمل میں بھی مالک اشتر کے للکارنے پر مقابلہ چھوڑ کر بھاگ کر عائشہؓ کے اونٹ کا گھیرا ڈالے ہوئے مجمع میں جا رکا ورنہ کام تمام ہوا چاہتا تھا ۔ دراصل یہ تو شروع ہی سے معاویہ کا مخبر خاص کا کام کر رہا تھا ۔ اور جنگ کے ہر اونچ نیچ اور پلٹتے ہوئے حالات ۔ اور ممکنہ شکست کے نمایاں آثار کی اطلاعات برابر معاویہ کو فراہم کرتا رہا بڑا فطرتی و چال باز قسم کا شخص تھا کہ جب خاتمہ جنگ پر فرار ہو کر نکل بھاگا تو گرفتار ہو کر علیؑ کے سامنے پیش ہوا ۔ امام حسین کی چاپلوسی کرنے لگا ۔ توبہ تلا کی اور امام عالی مقام کی سفارش پر فاتح جمل نے اس کو معاف کر دیا ۔ رہائی پا کر فوراً شام کا رخ اختیار کیا اور اپنے آقا معاویہ بن سفیان پاس پناہ گزین ہوا ۔

۶ ۔ یہ وہی مروان بن الحکم ہے جن باپ بیٹے دونوں کو آنحضرت رسول اسلام نے اپنی حیات میں راندہ درگاہ رسالت اس طرح کر دیا کہ مدینہ منورہ سے نکال باہر کیا ۔ ہر دو آپ کی حیات طیبہ کے دوران پھر وارد مدینہ نہ ہو سکے ۔ ان کی مفسد پردازیوں کے پیش نظران کو نکال باہر کیا گیا ۔ ان ہی نے لیلتہ عقبہ میں جبکہ پیغمبر جنگ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے آپ کے اونٹ کو بھڑکایا تا کہ آپ بھاگتے

اونٹ پر سنبھل نہ سکیں گر پڑیں اور ہلاک ہو جائیں۔

۷)۔ حکم بن العاص نے ایک مرتبہ پیغمبر کی خدمت میں حاضری چاہی۔ آپ نے اس کی آواز کو پہچان لیا اور فرمایا! "آنے دو اسے خدا کی لعنت اس پر بھی ہو اور اس کی اولاد پر بھی (یعنی مروان پر) سوا ان کے جو ایمان والے ہوں اگرچہ وہ بہت ہی کم ہوں گے۔ اس کی آل اولاد دنیا میں تو بڑی جاہ و منزلت والے ہوں گے۔ مگر آخرت میں انتہائی ذلیل و خوار۔ مکار و فریبی ہیں۔ ان کو جو کچھ ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل جائیگا آخرت میں ان کا حصہ رتی برابر بھی نہ ہوگا۔ پھر فرمایا جب عاص کی اولاد ۳۰ مردوں تک پہونچ جائیگی تو یہ مال خدا کو کھلونا۔ بندگان الہیٰ کو غلام اور دین کو دھوکہ کی ٹٹی بنائیں گے۔ یہ حدیث حاکم مستدرک ج ۴ ص ۴۸۱ اور علامہ ذہبی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

۸) ۔ یہ وہی مروان ہے جس نے پہلے حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی جو معاویہ کا دست راست تھا۔ ہمراز و مخبر تھا جس کو معاویہ نے سیاسی نقطہ نظر سے اپنا بھائی بنا لیا تھا۔ پھر اس نے نکث بیعت کر ڈالی اور معاویہ کے اشارہ و سہارا پاکر جمٹ علیؑ کے خلاف لشکر عائشہؓ میں شامل ہو رہا۔ بعد گرفتاری و رہائی دوبارہ بیعت کرنے کی پیشکش کی جس کو علیؑ نے نامنظور کر لیا کہ "آزمودہ را آزمودن جہل است کے مصداق تھا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ یہودی قسم کا ہاتھ ہے دل میں سچائی ہرگز نہیں۔ یہ حکومت کرے گا اور اس کے چار بیٹے بھی حکمرانی کریں گے اور امت اس کے واسکی اولاد کے ہاتھوں مصیبت جھیلے گی"۔

۹۔ یہ مروان حضرت عثمانؓ کا بھتیجہ و داماد بھی تھا۔ گو کہ حیات رسول میں اپنے باپ کے ہمراہ وادی وج کی طرف مسفر در رہا اور خانہ بدوش زندگی گزاری خلیفہ اول و دوم نے بھی مدینہ واپسی کی اجازت نہ دی۔ مگر حضرت عثمانؓ کی بیجا مراعات داد و دہش کی بدولت بہت عروج پایا۔ حتیٰ کہ معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد خود خلیفہ بن بیٹھا اور صرف ۹ ماہ بعد اپنی زوجہ کے ہاتھوں دم گھٹ کر موت کا مزہ چکھا۔

طلحہ وزبیر کے متعلق حضرت علیؑ کے ارشادات:۔

۱)۔"خدا کی قسم! انہوں نے میرے اوپر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انہوں نے میرے اوپر اور اپنے درمیان انصاف برتا وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انہوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عیوض چاہتے ہیں جس کو انہوں نے خود اپنی غرض کے خاطر بہایا ہے۔ اب اگر میں اس میں انکا شریک تھا تو پھر اس میں انکا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں اور میں نہیں تو پھر اس کا مطالبہ صرف ان ہی سے ہونا چاہیئے اور ان کے عدل وانصاف کا پہلا قدم یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے خلاف خود حکم لگائیں اور میرے ساتھ میری بصیرت کی جلوہ گری ہے۔ نہ میں نے خود جان بوجھ کر کبھی اپنے کو دھوکہ دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکہ ہوا اور بلا شبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ہمارا ایک سگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنک (حمیرا) ہے اور حق پر پردہ ڈالنے والے شبہے میں ہیں۔ اب تو حقیقت حال کھل کر سامنے آچکی ہے اور باطل اپنی بنیادوں سے ہل چکا ہے اور شرانگیزی سے اس کی زبان بند ہو چکی ہے۔ خدا کی قسم! میں ان کے لئے ایک ایسا حوض چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں کہ جس سے سیراب ہو کر پلٹ آنا ان کے امکان میں نہ ہوگا اور نہ اسکے بعد وہ خود کوئی گڑھا کھود کر پانی پی سکیں گے"۔ (خطبہ نمبر ۱۳۵ نہج البلاغہ ص ۳۷۲)۔

۲)۔" تم اسطرح شوق ورغبت سے بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑھے جسطرح نئی بیاہی ہوئی بچوں والی اونٹنیاں اپنے بچوں کیطرف۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے انہیں اپنی جانب پھیلایا۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے الگ رکھ کر چھیننا چاہا تم نے انہیں کھینچا۔ خدایا ان دونوں نے میرے حقوق کو نظر انداز کیا ہے اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے۔ اور میری بیعت کو توڑ دیا ہے اور میرے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے۔ لہذا تو جو انہوں نے گرہیں میرے خلاف لگائی

ہیں انہیں کھول دے اور جو انہوں نے بنا ہے اسے مضبوط نہ ہونے دے اور انہیں انکی فاسد امیدوں اور کرتوتوں کا برا نتیجہ دکھا۔ میں نے جنگ کے چھڑنے سے پہلے انہیں باز رکھنا چاہا اور لڑائی سے قبل انکو ڈھیل دیتا رہا۔ لیکن انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرا کر شر پر اتر آئے"۔ (خطبہ نمبر ۱۳۵ نہج البلاغہ ص ۳۷۱)

۳) ۔" ان دونوں (طلحہ و زبیر) میں سے ہر ایک اپنے لئے خلافت کا امید وار ہے ور اسے اپنی ہی طرف موڑ کر لانا چاہتا ہے نہ اپنے ساتھی کی طرف۔ وہ اللہ کی طرف کسی وسیلہ سے توسل نہیں ڈھونڈتے نہ کوئی ذریعہ لیکر اس کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے دلوں میں کینہ لیئے ہوئے ہیں اور جلدی ہی اس سلسلہ میں بے نقاب ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم! اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گئے تو ایک ان میں دوسرے کو جان ہی سے مار ڈالے اور ختم کر کے ہی دم لے (دیکھو) باغی گروہ اٹھ کھڑا ہوا ہے اب کہاں ہیں اجر ثواب کے چاہنے والے جبکہ حق کی راہیں مقرر ہو چکی ہیں اور یہ خبر انہیں پہلے سے دی چکی ہے۔ ہر گمراہی کے لئے حیلے بہانے ہوا کرتے ہیں اور ہر پیمان شکن دوسروں کو اشتباہ میں ڈالنے کے لئے کوئی نہ کوئی بات بنایا کرتا ہے۔ خدا کی قسم۔ میں اس شخص کیطرح نہیں ہوں گا جو ماتم کی آواز پر کان تو دھرے موت کی سنائی دینے والے کی آواز تو سنے اور رونے والے کے پاس جاکر پرسے کے لے شریک تو ہو مگر پھر بھی عبرت حاصل نہ کرے"۔ (خطبہ نمبر ۱۴۶ نہج البلاغہ ص ۳۸۹)۔

پھر اسی سلسلہ میں آپ نے عوام سے مخاطب ہو کر ایک پر اثر خطبہ دیا جس کا ایک جزیہ ہے۔

۴)۔" تم نے میری بیعت اچانک اور بے سوچے سمجھے نہیں کی تھی اور نہ میرا اور تمہارا معاملہ یکساں ہے میں تمہیں اللہ کے لئے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے شخصی فوائد کیلئے چاہتے ہو۔ اے لوگو! اپنی نفسیاتی خواہشوں کے مقابلہ میں میری اعانت کرو خدا کی قسم میں مظلوموں کا اس کے ظالم سے بدلہ لوں گا اور ظالم کی ناک میں

نکیل ڈالکر اسے سرچشمہ حق تک کھینچ کر لے جاؤنگا۔ اگرچہ یہ اسے ناگوار کیوں نہ گزرے"۔ (خطبہ نمبر ۱۳۴ نہج البلاغہ ص ۳۷۱)۔

کعب ابن سور و عبدالرحمن عتاب کا مارا جانا:۔

کعب ابن سور دراصل لڑائی سے گریزاں تھے اور کسی جانب سے شریک نہیں ہونا چاہتے تھے کیونکہ وہ اس جنگ کو فتنہ ہی سمجھتے تھے۔ ابن سعد سے روایت ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کا لشکر مع طلحہ و زبیر و مروان وارد بصرہ ہوا تو گھر کی ایک کوٹھڑی میں گھس کر روپوش ہو گئے۔ کوٹھڑی کا دروازہ چنوا دیا اور صرف ایک موکھا نما مقام کھلا رکھا کہ ہوا و سامان خورد و نوش ملتا رہے۔ یہ محض اس لئے کیا گیا کہ وہ اس عظیم فتنہ و شر سے قطعی غیر جانب دار رہیں۔ حضرت عائشہؓ کو سمجھایا گیا کہ کعب اپنے قبیلہ ازد کے جانے مانے بہادر ہیں گو کہ ضعیف ہیں تاہم انکی شراکت و موافقت بہت مفید ہے۔ اگر وہ شریک ہو گئے تو ان کا پورا قبیلہ ازد جو بہادر بھی ہے اور آپ کے ہمراہ شریک جنگ ہو جائیگا۔ چنانچہ ام المومنینؓ خود ایک خچر پر سوار ہو کر انکے گھر گئیں تلاش کیا۔ آواز بھی دی مگر کوئی جواب نہ ملنے پر مایوس ہو کر کہنے لگیں "اے کعب کیا میں تمہاری ماں کی جگہ نہیں ہوں کیا تم اپنی ماں سے بات کرنا پسند نہ کرو گے جس کی مجھے شکایت رہے گی" لہذا کعب سامنے آکر گفتگو کرنے پر مجبور ہو گئے۔ عائشہؓ نے اپنی زیرکی و چرب زبانی و جنگ کی اہمیت نیز اپنی کامیابی کا وہ جادو جگایا کہ ان کو اپنے ہمراہ میدان جمل میں اپنے لشکری پڑاؤ تک لے آئیں پھر وہ مجبور ہو کر عائشہؓ کے طرفدار ہو گئے۔ چنانچہ بنی ازد بھی اپنے سردار کے تحت لشکر عائشہؓ میں شریک جنگ ہو گئے۔

حضرت عائشہؓ نے جب یہ دیکھا کہ قبائل کسی طرح جنگ سے باز نہیں آرہے اور قتال میں شدت بڑھتی جا رہی ہے اور اس قتال سے بھی ان کو کوئی فائدہ بظاہر نہیں دکھائی پڑتا تو کعب ابن ثور سے مخاطب ہو کر بولیں کہ تم ایک معمر

شخص ہو تو اونٹ کی حفاظت فی الحال چھوڑو اور قرآن لیکر میدان کی اگلی صفوں میں جاؤ اور لوگوں کو اس کی طرف مخاطب کرو کہ جنگ کسی طرح روکی جاسکے ۔ لہذا کعب میدان جنگ میں گلے میں قرآن حمائل کئے ہوئے ایک ہاتھ میں عصا تھامے دوسرے ہاتھ میں مہار اونٹ تھامے کھڑے کھڑے جنگ بند کرنے کی اپیل کرتے رہے مگر کسی نے نہ مانا اور قتال میں کوئی کمی نمودار نہ ہوئی ۔ حضرت طلحہ و زبیرؓ کے قتل کے بعد جنگ کا رخ بدل چکا تھا ۔ بلکہ لڑائی میں کافی سستی و بزدلی پیدا ہو گئی اہل مکہ کی جملہ امیدوں پر پانی پھر گیا تھا ۔ کچھ لوگ میدان سے جی چرا کر بھاگ بھی گئے ۔ دریں اثناء عائشہؓ کا اونٹ سامنے لایا گیا تاکہ لشکر کے اکھڑتے قدم پھر ہمت باندھ کر آمادہ بہ جنگ ہوں اور فرار سے احتراز کریں شاید انکو فتح نصیب ہو جائے ۔ چنانچہ لوگ اونٹ کے چاروں طرف جمع ہونے لگے ۔ کچھ مفرورین بھی واپس ہو پڑے اور کفن بر دوش ہو کر فیصلہ کن طور پر لڑنے لگے ۔ ادھر علیؓ کا لشکر بھی خون آشام جنگ کے لے بڑھا سب سے آگے عبداللہ ابن سبا کا دلیر و جنگجو فرقہ تھا جس نے اولاً جنگ کرادی تھی اس نے عائشہؓ کے آگے بڑھتے ہوئے لشکر کو تیروں کی باڑھ پر رکھ لیا پھر پیچھے ڈھکیل دینے پر مجبور کر دیا کعب بن سور جو سب سے آگے آچکے تھے تیروں کی بوچھاڑ میں گھر کر گھمسان کے رن میں مارے گئے ۔ ان کا قبیلہ ازد بھی ان کے پیچھے شمشیر بکف مشغول جنگ و حفاظت شتر پر مامور تھا کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کر سکا بلکہ ہزیمت اٹھانی پڑی ۔

اب مہار شتر عبدالرحمن بن عتاب نے سنبھال رکھی تھی جو رزمیہ و رجزیہ اشعار پڑھ کر جوش دلا رہا تھا کہ اتنے میں کسی کے تلوار کے وار نے اس کا کام تمام کر ڈالا ۔ پھر اہل قریش کے ۷۰ آدمیوں نے اس منحوس اونٹ کی مہار یکے بعد دیگرے تھامتے ہوئے مارے گئے ۔ طبری کے بقول جو بھی مہار تھامتا یا تو مارا جاتا یا کم از کم اسکا ایک ہاتھ ضرور کاٹ دیا جاتا ۔ پھر بنی ناجیہ آگے بڑھے اور سب کے سب مارے گے ۔ حضرت عائشہ کی عماری و جھول پر اسقدر تیر پیوست ہو چکے تھے کہ وہ خار پشت

سے مشابہ تھی۔

بی بی عائشہؓ کو سخت مایوسی کا سامنا تھا اور اب وہ خود کو بھی قطعی غیر محفوظ سمجھ رہی تھیں تو بلند آواز سے اپنے ہمراہیوں کو بغرامداد پکار کر کہتی جاتی تھیں کہ لوگو خدا کا خوف کرو اور روز قیامت سے ڈرو اور اب قتال بند کرو مگر کون سنتا انکی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ فرقہ سبائیہ اور مالک اشتر کا دستہ برابر آگے بڑھتا چلا آرہا تھا۔ تب عائشہؓ نے مصلحتاً یہ رخ اختیار کیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو بد دعا و لعنت دینے لگیں تاکہ بد دعا سے ڈر کر لوگ اپنی توجہ جنگ سے ہٹالیں اور فیصلہ کسی کے حق میں نہ ہو کر جنگ ختم ہو جائے مگر انکی یہ تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ اور جنگ بدستور جاری رہی ۔ سوائے اس کے کہ اہل لشکر بھی بد دعا کرنے لگے ۔ ایک طرف لڑائی کی گھما گھمی دوسری طرف بد دعا کی صداؤں سے دشت کارزار اور گونج اٹھا ۔ جب حضرت علیؓ کو ماجرا معلوم ہوا کہ عائشہؓ قاتلان عثمانؓ کے لئے بد دعا کر رہی ہیں تو آپ نے بھی اپنے ہمراہیوں سمیت اللھم رالعن قتلتہ عثمان کا نعرہ بلند کیا۔

جب یہ تدبیر بھی بے سود ثابت ہوئی اور لڑائی نہ تھمنا تھی نہ تھی تو حضرت عائشہؓ نے ایک اور آخری فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے اپنے بکھرے ہوئے لشکر کے سرداروں کو میمنہ و میسرہ پر جمے رہنے اور ڈٹ کر جنگ کرنے کا حکم کہلا بھیجا کہ گو کہ تمہاری تعداد کم ہوتی جارہی ہے مگر ہمت نہ ہارو میں تمہاری مدد کے لئے تازہ دم سپاہ کو جلد روانہ کر رہی ہوں ۔ مگر تازہ دم سپاہ تھی ہی کہاں جو بھیجی جاتی سوائے کچھ اجڈی ، جنگی امور سے قطعی ناواقف دہقان لوگوں کو وقتی طور پر کرایہ کے سپاہی Inercenery solders بنا کر میدان میں جھونک دیا گیا جو آتش جنگ کا ایندھن بن گئے ۔ چنانچہ جناب عائشہؓ کی یہ حکمت بھی بیکار گئی اور یہ سیاسی تیر بھی خطا کر گیا تو آپ نے اپنے لشکریوں کو مرو اور مارو پر پھر ابھارا اور پھر ایک ولولہ انگیز تقریر کی مگر لشکر حیدری کے حملے برابر جاری رہے اور فرقہ سبائیہ کے لوگ سب سے

آگے تھے جن کے حوصلے بہت بلند تھے۔ وہ عائشہؓ کے خروج و حضرات طلحہ و زبیر کی حرص، طمع و مطلب براری و مروان بن الحکم کی فتنہ آمیز و شرانگیز پالیسی سے روز اول ہی سے ان سے بیزار و مخالف تھے۔ خود بھی جنگجو تھے لہذا اب دو ٹک فیصلہ کن جنگ چاہتے تھے۔ صلح کے ہرگز طرفدار نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ کی اس تقریر کا خاصا اثر یہ ضرور پڑا کہ بصرہ کے قبیلہ مضر نے اپنے مقابل کوفہ کے مضر والوں کو شکست دیکر اونٹ کے سامنے کا میدان حملہ آور حریف سے صاف کر دیا۔ پھر طرفین میں سخت تیر اندازی شروع ہو گئی۔

محمد بن حنفیہؒ و شاہ لافتح کا خون آشام حملہ:۔

جناب امیرؑ قلب لشکر پر موجود رہے۔ لشکریوں کی ریل پیل سے مجمع کافی سمٹ آیا تھا۔ چونکہ جنگ اب شدت اختیار کر کے فیصلہ کن موڑ کے قریب آچکی تھی تو آپ نے خود میدان جنگ میں اترنا خالی از مصلحت نہ جان کر خود کو اسلحہ حرب و ضرب سے مسلح کیا اور عزم مصمم کیساتھ میمنہ پر مالک اشترؒ اور میسرہ پر عمار یاسرؓ کو مورچہ سنبھالے رہنے اور پے در پے حملہ کئے جانے کی ہدایت فرمائی۔ اپنے بہادر فرزند ارجمند محمد حنفیہ کو بعد طلبی رسول اللہ کا سیاہ عقابی علم دیکر دشمن پر بڑھ کر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ تعمیل حکم میں آپ لشکر عدو کی طرف بڑھے مگر تیروں کی زبردست بوچھاڑ نے آپ کی پیش قدمی روک دی اور خود ٹھٹھک کر کھڑے رہے مگر ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا جناب امیر نے یہ کیفیت دیکھی اور نوعیت کو سمجھا اور بولے اے فرزند عزیز آگے کیوں نہیں بڑھتے جواباً عرض کیا "تیروں کی مسلسل بوچھاڑ ہے آگے بڑھنے کا موقع و راستہ نہیں مل رہا۔ پھر سامنے نیزوں و بھالوں کے دستے بھی راستہ روکے کھڑے ہیں" حکم ہوا کہ تیروں اور بھالوں کی نوکوں کو چیرتے پھاڑتے صفوں میں گھس کر حملہ کرو۔ بڑھتے قدم رکنا نہ چاہیئے فتح سے تم کو ہمکنار ہونا ہے محمد حنفیہ نے ہمت کی اور کچھ آگے بڑھے کہ تیروں کی باڑھ نے آپ کی پیش قدمی پھر روک دی

یہ دکھ کر حضرت کا چہرہ بوجہ غیض و جلال تمتما اٹھا پیشانی پر بل پڑنے لگے۔ تلوار کا دستہ اپنے صاحبزادے کی پشت پر مارا اور انکے ہاتھ سے علم لیکر خود اس غضب کا حملہ کیا کہ لشکر عدو میں تہلکہ مچ گیا صفین درہم برہم ہو گئیں۔ ہر سمت لاشوں کے انبار لگ گئے۔ گھوڑوں کے سموں سے سر ٹکرا کر لڑھکتے دکھائی دیئے۔ ذوالفقار آبدار جب سروں پر پڑتی تو آواز اس طرح آتی گویا دھوبی کپڑوں کو پاٹے پر کندی کر رہا ہو۔ لشکر غنیم کو بھاری ہزیمت پہونچی۔ پھر آپ اپنے مرکز پر تشریف لے آئے اور صاحبزادے سے فرمایا "دیکھو بیٹا جنگ اس طرح لڑی جاتی ہے اور صفوں کو چیر کر اس طرح حملہ کیا جاتا ہے کہ دشمن کے دانت کھٹے ہو جائیں" یہ فرما کر آپ نے دوبارہ علم ان کے سپرد کیا اور کہا اب آگے بڑھو اور میری پیروی کرو، چنانچہ اب ابو حنیفہ بھوکے شیر کی مانند دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ہر قدم پر زبردست معرکہ ہوا۔ دشمن نے جان توڑ کوشش کی کہ علیؑ کے شیر کو کسی طرح پسپا کر دیں، نیزوں بھالوں، تلواروں اور تیروں سے ایک ساتھ حملہ کیا مگر علی کے شیر کے جوابی بزن نے عدو کے چھکے چھڑا دیئے اور قریب ۸۰ لشکریوں کو واصل جہنم کیا۔ میدان کارزار کو خون سے لالہ زار بنا دیا۔ ہر طرف کشتوں و زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ باقی تاب مقابلہ نہ لا کر فرار ہونے پر مجبور ہوئے۔ مولا علیؑ بھی اپنے شیر دل سپاہی کی یہ خون آشام جنگ کا منظر دور سے گھوڑے پر سوار ہو کر ملاحظہ فرما رہے تھے پھر ان کی واپسی پر تحسین و آفرین کہی۔ اس وقت تک قبیلہ معزہی باہم مقابلہ میں دوسرے مورچوں پر اٹھا ہوا تھا۔ باقی لوگ علیحدہ رہے اور موقع کی گھات میں ہوشیار و تیار رہے۔

عائشہؓ کا لشکر علیؑ پر کنکریاں بطور بد دعا پھینکنا:۔

جب گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا۔ ہر طرف خون کی ندیاں جاری تھیں۔ حیدری لشکر کے جانباز مجاہد لشکر عدو پر رعد آسمانی کی طرح کوند کر حملے کر رہے تھے۔ مالک

اشترو محمد بن ابی بکر نے تو قیامت کا قتال مچار کھا تھا کہ سپاہ عائشہؓ بدحواسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ کر جائے پناہ ڈھونڈ رہے تھے تو حضرت عائشہؓ یہ خونی منظر دیکھ کر بولیں کہ لاو کچھ کنکریاں مجھ کو اٹھا کر دو۔ پھر انہوں نے ان کنکریوں پر دعائے بد پڑھ کر امیر المومنین کے لشکر کیطرف پھینکیں اور بد دعا کی کہ ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں ۔ دراصل یہ نقل تھی اس عمل کی جو معجزے کے طور پر رسول اسلام نے جنگ حنین کے موقع پر اہل کفار کے مقابلہ میں وحی آسمانی کے تحت کیا تھا اور لشکر کفار روسیاہ ہو گئے تھے ۔ مگر یہاں تو جنگ اہل کفار کے بجائے اہل حق سے تھی اور نہ کوئی وحی کا نزول ہوا تھا بلکہ مقابلہ میں امیر المومنین مولا علیؑ ابن ابی طالب اصحاب بدر و ممتاز صحابہ و بچے حقیقی مسلمان تھے جن پر عائشہؓ کے اس مہمل عمل کا کوئی اثر نہ ہوا۔ حدیث مبارکہ کے تحت حق علی کے ساتھ تھا اور جدھر علی پلٹتے حق کو ادھر ہی پلٹنا تھا " ۔ یہ تو رسول اکرم کی دعائے مبارکہ حضرت علیؑ کے حق میں بہت پہلے اور بار بار نکل چکی تھی لہذا حق کی فتح لازمی تھی۔ کسی نے اس عمل پر کوئی توجہ نہ کی۔ بلکہ کسی نے کچھ تغیرہ کیساتھ یہ آیت پڑھی ۔ ترجمہ " تم نے یہ کنکریاں نہیں پھینکی ہیں بلکہ منجانب اللہ پھینکی گئی ہیں " ۔ (شرح ابن الحدید جلد ا ص ۸۵)

زید ابن صوحان عبدیؓ کا ہمراہ اپنے تین بھائیوں کے شہید ہونا:۔

جناب امیر کے لشکر میں زید بن صوحان کی قوم نے ان سے کہا تھا کہ تم بھی ہمارے ساتھ رہو مگر اس پر شور ہنگامہ میں غیر جانبدار بنکر الگ رہو ۔ یہ شر و فساد و خون خرابہ کسی کے روکے نہ رو کے گا۔ تم بھی نہیں روک سکتے دیکھ رہے ہو کہ مضر کس طرح مضر کیطرف بڑھ رہے ہیں اور باہمی قرابت داری کے باوجود کٹ مر رہے ہیں ۔ جو بھی اونٹ کے قریب جاتا ہے مارا جاتا ہے اور اونٹ کو ایک جم غفیر گھیرے میں بطور حفاظت لئے ہوئے ہے ۔ زید بن صوحان جو علیؑ کے فدائی تھے بولے کہ موت زندگی سے کجا بہتر ہے اور اب میں حق پر ہو کر موت کا خواہاں ہوں کیوں نہ

جنگ کروں کہ اگر زندہ رہوں تو غازی اور مر جاؤں تو شہید ہوں ۔ یہ کہہ کر معرکہ میں بے خوف و خطر گھس پڑے ۔ بھاری قتال کیا اور اپنے بھائی سیمان ابن صوحان کیساتھ زخموں کی تاب نہ لاکر مارے گئے اور ان کے تیسرے بھائی صعصہ بن صوحان بھی زخمی ہوئے کچھ عرصہ زندہ رہ کر فتح جمل کے بعد انتقال کیا ۔ بعد ازاں دیگر قبائل بھی معروف جنگ ہوئے ۔ اور قتال نے ایک بار پھر زور پکڑا ۔

جناب امیر نے ایک بار پھر ہنگامہ فرو کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر کوشش کامیاب نہ ہوئی قبائل ربیعہ و یمن کی طرف پیغام بھیجا کہ لڑائی سے باز رہو اور اپنے سرداروں کے مطیع رہو اور جو وہ حکم دیں اس پر عمل پیرا رہو ۔ چنانچہ بنی عبدالقیس کے ایک شخص نے ندا دی کہ جناب امیر ہمکو کتاب خدا کی طرف بلاتے ہیں مگر جوش کا یہ عالم تھا کہ کسی نے قتال سے ہاتھ روکنا پسند نہ کیا کہ گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا جنگ فیصلہ کن مرحلہ سے دوچار تھی صفین باہم گتھی ہوئی تھیں ۔

کعب بن ثور کو پہلے ہی بنی ربیعہ تیروں سے ہلاک کر چکے تھے جنگ کا منظر انتہائی ہولناک ہو چکا تھا ۔ کوفہ کے یمنی لوگوں نے بصرہ کے یمنی والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ۔ اہل کوفہ بھی کسی طرح قتال سے ہاتھ نہ روکتے تھے ۔ بس منشا انکا یہ تھا کہ کسی طرح حضرت عائشہ کے اونٹ تک پہونچکر اسکو گزند پہونچائیں جب ہی یہ جنگ بند ہو سکتی ہے عائشہؓ نے بھی اپنے گرد آنیوالے خطرہ کو محسوس کر کے اپنے لشکریوں کو جم کر لڑنے اور ان کے اونٹ و عماری کی بھرپور حفاظت کرنے کے لئے حکم جاری کیا آخر کار بصرہ کا گروہ یمن و ربیعہ کوفہ کے گروہ یمن و ربیعہ پر غالب آیا ۔ یہ دیکھ کر کوفہ والے پھر سنبھلے جن کے علم کے نیچے اب کل دس آدمی یعنی پانچ ہمدان والے اور پانچ یمن والے اور قتل ہوئے ۔ جنگ اپنی کروٹ بار بار پلٹتی تھی ۔ تیروں کی بوچھاڑ ۔ تلواروں کی جھنکار اور گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز و چاروں طرف گرد و غبار نے ہیبت وحشت و دہشت کا سماں پیدا کر رکھا تھا ۔ اب علم کو قیس ابن یزید نے تھام رکھا تھا ۔ کوفہ کے گروہ ربیعہ کے علم کے نیچے زید بن عبداللہ و ابو

عبیدہ بن راشد قتل ہوئے لڑائی نے ایک بار پھر اس درجہ شدت پکڑی کہ صفوں کی ترتیب ہی بگڑ گئی۔ میمنہ و میسرہ کا فرق ہی سمجھ میں نہ آتا۔ عائشہؓ کے لشکر میں کمزوری کے علامات اور نمایاں ہونے لگے۔ ان قبائل کی باہمی جنگ نے صورت حال کو مزید ناگفتہ بہ و غیر یقینی بنا کر رکھ دیا تھا۔ اور لشکریوں کی ہمت دو چند و حوصلے بلند تھے

" اصحاب جمل میں سے ایک بد بخت عبداللہ بن میثری نامی میدان جنگ میں آکر رجز پڑھنے لگا اور چلا کر بولا! کہاں ہے ابو الحسنؑ جو اس فتنہ کا بانی ہے اور جس کا قتل کیا جانا واجب ہے میرے مقابلے پر آئے" جناب امیرؑ نے فرمایا کہ " میں موجود ہوں آگے آ اور دیکھ کہ کیا ہوتا ہے اس نے تلوار سے آپ پر حملہ کیا کئے وار کئی جو خالی گئے۔ آخرش آپؑ نے ایک وار ایسا کیا کہ سر گردن و بازو کٹ کر دور جا گرے پھر علیؑ نے اس کے سر و بازو کو غیض کو جوش میں روند ڈالا اور کہا دیکھا تو نے ابو الحسنؑ کو "۔ اس وقت عائشہؓ کے اونٹ کو بنی ضنبہ گھیرے ہوئے تھے اور نکیل عاصم بن زلف سنبھالے ہوئے تھا جس کو علیؑ کے ایک سپاہی منذر بن حفصہ تمیمی نے حملہ کر کے مار ڈالا "۔ (دیکھئے تاریخ اعثم کوفی ص ۔ ۲۲ ۔ ناشر علی پبلیکیشرز ۔ جناز گاہ مزنگ لاہور) ۔

حضرت عائشہؓ کا قیام بصرہ و مدینہ واپسی :۔

دن ڈھل چکا تھا جنگ بصورت فتح حیدری ختم ہو چکی تھی ۔ جب رات کی تاریکی چھانے لگی تو جناب امیرؑ خود عائشہؓ کے خیمہ گاہ پر تشریف لے گئے اور بعد ادب و احترام اظہار ہمدردی کیا۔ فرمایا اے ام المومنین "گزشتہ را صلوۃ آئندہ را احتیاط" جو کچھ گزر گیا اس کو بھول جائیے اور جلد از جلد مدینہ اپنے شوہر رسول اسلامؐ کے گھر تشریف لیجا کر بقیہ حیات باعزت طور پر بسر کریں کیونکہ خدا اور رسول کا یہی حکم ہوا ہے آپ رخت سفر جلد تیار کریں دیر نہ کریں ۔

چنانچہ محمد بن ابی بکر حضرت عائشہؓ خواہر خود کو حسب الحکم اسی عماری میں

ساتھ عزت و احترام بصرہ لیگئے اور عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر پر صفیہ بنت حارث ابن ابی طلحہ مادر طلحہ کے پاس ٹھہرایا کچھ سرداران اسلام آپ کی مزاج پرسی کو بھی حاضر ہوئے ۔ قعقاع ابن عمر بھی آئے اور سلام کیا۔ جناب عائشہؓ نے بعد جواب سلام فرمایا "خدا کی قسم مجھ کو نہ منظور تھا کہ آج کے واقعہ سے بیس سال پہلے ہی مرجاتی کہ بری گھڑی دیکھنے کو نہ ملتی ۔ قعقاع نے واپسی پر جناب امیر کو حضرت عائشہؓ کے تاثرات بتائے ۔ آپ نے بھی افسوس کیساتھ اظہار ہمدردی کیا اور آپ کی مدینہ واپسی کے سلسلہ میں ضروری انتظامات کے لئے متوجہ ہوئے ۔

منقول ہے کہ جب حضرت عائشہؓ نے سفر مدینہ برائے واپسی از بصرہ کا ارادہ کیا اور سامان سفر تیار کیا گیا تو جناب امیرؑ نے بارہ ہزار درہم اخراجات سفر کے لئے حضرت عائشہؓ کے پاس مع ۵۰ پچاس کنیزان بصرہ و ۲۵ یا ۳۰ جنگجو و نڈر قسم کی زنان حبش کو مردانہ پوشاک و اسلحہ سے آراستہ کر کے (جن کو انگریزی زبان میں AMAZON LADIES کہا جاسکتا ہے) ۔ با احترام بدست عبداللہ بن جعفر بھجوا دیئے اور محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ اپنی بہن کو مدینہ طیبہ خانہ رسول میں پہونچا دیں جس کی تعمیل کی گئی ۔ اس طرح وہ بعد جنگ اپنے بھائی کی نگرانی و دیگر ۳۰ تیس حضرات و کنیزان بصرہ و زنان حبش مذکورہ کی ہم راہی و حفاظت میں پورے احترام کے ساتھ برائے مدینہ از بصرہ روانہ ہوئیں ۔ حضرت علیؑ آپ کو کچھ دور تک الوداع کہنے ہمراہ امام حسینؑ و امام حسنؑ تشریف لے گئے ۔ حضرت عائشہؓ پہلے مکہ معظمہ برائے حج بیت اللہ تشریف لے گئیں بعد مدینہ منورہ جاکر خانہ رسول میں قیام پذیر ہو گئیں ۔

نوٹ ۔ ازواج رسول پاک کے لئے قرآن مجید میں سورہ احزاب ۲۲ میں واضح ہدایت نازل ہوئی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھی رہیں (قرن فی بیوتکن) علاوہ ازیں رسول اکرم نے تمام ازواج کی موجودگی میں حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا (ھذہ الحجتہ ظھور الحضر) " تم کو اس حج کے بعد گھر کی چٹائیوں کو ہمیشہ ۔

کے لئے اختیار کرنا ہوگا۔ ایک دیگر روایت میں ہے کہ آنحضرت نے اپنی ازواج سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

ترجمہ تم میں سے جو عورت اللہ سے ڈرتی رہی اور کسی برائی و بد عنوانی کی مرتکب نہ ہوئی اور اس نے اپنے گھر کی چٹائی کو پکڑے رکھا تو وہی آخرت میں میری بیوی ہوگی ("طبقات" ابن سعد جلد ص ۱۵۰)۔

جناب ام سلمہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت رسول اقدس نے ایک بار اپنی ایک بیوی کے گھر سے باہر نکلنے کا ذکر فرمایا جس پر عائشہؓ بی بی کو بے ساختہ ہنسی آئی۔ یہ دیکھ کر آنحضرت نے ارشاد فرمایا " اطری یا حمیرا ان لا تکونی انت " ترجمہ۔ دیکھنا اے حمیرا کہیں وہ تم ہی نہ ہو (حمیرا عائشہؓ کا لقب تھا)

عائشہؓ و عبداللہ بن عباسؓ کی گفتگو:۔

حضرت علیؑ نے عبداللہ بن عباس کو بلا کر کہا کہ عائشہؓ سے جلد از جلد مدینہ واپس جانے کو کہیں اور بصرہ میں وہ زیادہ نہ ٹھہریں کہ ناموس رسولؐ کی ہتک و تشہیر ہوگی۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن خلف کے گھر پہنچے جہاں حضرت عائشہؓ کو ٹھہرایا گیا تھا۔ (قبل جنگ وہ آتے وقت بھی اسی مکان میں از خود ٹھہریں تھیں۔ بولیں کہ کتنا منحوس مکان ہے یہ کہ جہاں میں اب اسیر جنگ ہو کر ٹھہری ہوئی ہوں)۔

اجازت داخلہ چاہی عائشہؓ نے اجازت نہ دی تو عبداللہ بن عباس بلا اجازت ہی اندر چلے گئے کہ علیؑ کا تعمیل حکم کرنا مقصود تھا۔ اندر جا کر پڑے ہوئے ایک تکیہ پر بیٹھ گئے جس پر عائشہؓ کو اور ناگواری ہوئی۔ بولیں کہ اے عبداللہ میری اجازت بغیر گھر میں گھس آئے اور ڈھٹائی سے تکیہ پر جا بیٹھے تو نے سنت امر کو ترک کیا ابن عباس نے کہا تمہیں سنت امر سے کیا تعلق یہ ہماری آئین ہے ہم ہی نے تم کو اور تمہارے باپ کو سنت کی تعلیم دی ہے ورنہ وہ تو پہلے مسلمان ہی نہ تھے اگر

تم رسولؐ ہی کے گھر میں جو تمہارے حقیقی مکان تھا جہاں رسولؐ اسلام نے تم کو چھوڑا تھا وہیں قیام رکھتیں تو کوئی شخص بلا اجازت قدم نہ رکھ سکتا تھا تم نے خدا و رسولؐ کے حکم سے روگردانی کی ہے اب حکم امیرؑ المومنین ہے کہ فوراً مدینہ منور واپس جاؤ زیادہ وقت قیام بصرہ مناسب نہیں ہے۔

عائشہؓ نے کہا کہ امیر المومنینؑ دراصل عمر بن خطاب تھے خدا کو ان کو غریق رحمت کرے میں اور کسی کو نہیں مانتی اور علیؑ کو خلیفۃ المسلمین ماننے میں مجھ کو انکار ہے ابن عباس بولے تم نہیں مانتی ہو تو تمہارے اس انکار میں عذاب ہے اور یہ امر بہت نامبارک ہے علی تو اب فاتح المسلمین بھی ہیں اور امیر المومنینؑ تو وہ پہلے ہی تھے اب تم نے دل کی بات بھی ظاہر کر دی ہے۔ تمہارا حکم اور دبدبہ تو جمل کی مٹی میں خود تمہارے ہاتھوں مل گیا "خود کردئی خود کردہ را علاج نیست" یہ سنکر عائشہؓ کی آنکھوں میں اشک عبرت ابھر آئے اور کہنے لگیں کہ اب اس شہر میں نہ ٹھہروں گی چونکہ اے بنی ہاشم جس جگہ تم لوگ نظر آتے ہو وہ جگہ مجھ کو بہت ناگوار گزرتی ہے۔ اس گفتگو کے بعد ابن عباس لوٹ آئے۔ (ماخوز از تاریخ اعثم کوفی ص ۲۲۳۔ علی پبلیکیشرز۔ مزنگ لاہور)۔

.....ایضاً.....

حضرت عائشہؓ کی مدینہ کی واپسی کی تیاری کی گئی جملہ سامان سفر و اونٹ برائے سواری و بار برداری مہیا کر دیئے گئے۔ جو لوگ جنگ میں زندہ بچے تھے جن کو عام معافی دیکر آزاد کر دیا گیا تھا اور ساتھ جانے کو تیار ہوئے ان کو بھی ساتھ کیا۔ چالیس خواتین باعفت بطور کنیزان از بصرہ و تیس جنگجو و دلیر قسم کی خواتین حبشہ کو مردانہ لباس پہنا کر و اسلحہ دیکر بطور محافظ ہمراہ کیا گیا کہ کسی کو ان پر شک نہ گزرے حتیٰ کہ خود جناب عائشہؓ کو بھی یہ گمان نہ گزرا کہ یہ محافظ قافلہ مرد نہیں بلکہ حبشیہ خواتین ہیں۔

محمد بن ابی بکر برادر عائشہؓ کو نقد ۱۲ ہزار درہم بطور خرچ سفر دیکر رخصت

کرنے کا وقت مقرر ہوا۔ جس وقت قافلہ روانہ ہوا جناب امیرؑ ہمراہ دیگر اکابرین روسا و شرفاء برائے الوداع تشریف لائے اور کافی دور تک ان کے ساتھ گئے۔ خدا حافظ کہا اور اگلے پڑاو تک امام حسنؑ، امام حسینؑ کو ہمراہ بھیجا۔ عائشہؓ اپنی سواری میں تھیں۔ آپ نے جملہ حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا! ... "اے میرے عزیزو .... خبردار کسی کو برا بھلا نہ کہنا ... میری و علیؑ کے درمیان اس سے قبل کسی قسم کا رنج و ملال نہ تھا۔ اس وقت جو صورت مجھے پیش آئی وہ محض شدنی تھی۔ یہ ایسا تھا جیسے کسی عورت کو اپنے سسرالی رشتہ داروں سے شکر رنجی ہو جاتی ہو۔ پھر دیر تک اس کا اثر باقی نہیں رہتا۔ علیؑ کی طرف سے اگر میری شان میں کوئی امر ظہور پذیر ہوا تو وہ ان کی خیر خواہی پر محمول ہے۔ وہ خدا کے خاص نیک بندوں اور اچھی طبیعت والے مرد مومن ہیں"۔

حضرت علیؑ نے بھی جواباً فرمایا" بیشک ام المومنین بجا فرماتی ہیں میرے ان کے درمیان کوئی رنجش نہ تھی یہ تو ہمارے نبی اکرمؐ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ جو کچھ ہوا اور ہوتا رہا اس میں دوسروں کا ہاتھ و ذاتی مقصد زیادہ کار فرما تھا گو کہ ان کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔ پھر بھی میں ان کے حق میں دعائے مغفرت کرتا ہوں ..."

پھر کوچ ہوا۔ حضرت علیؑ نے جن عورتوں کو مع ہتھیار بطور محافظ مردانہ لباس پہنا کر ہمراہ کیا تھا کہ کوئی ان پر عورت ہونے کا شبہ نہ کر سکے اور یہ قافلہ باوقار طور پر بلا کسی ہزیمت مدینہ پہونچ جائے جو وقت کا عین و اہم تقاضا تھا۔ جناب عائشہؓ نے (جو خود بھی اس راز سے بے خبر تھیں) حضرت علیؑ سے و اہل مدینہ سے شکایت کی اور کہلوائی کہ ان کو بصرہ سے مدینہ تک نا محرموں کیساتھ بھیجا گیا جو اخلاقاً و اصولاً درست نہ تھا مگر راز جب کھلا کہ مدینہ پہونچکر ان جملہ زنان بصرہ و حبشیہ نے اپنی مردانہ پوشاک اتار ڈالی اور خود کو مستورات گنوایا۔ تب آپ کو حیرت و استعجاب کیساتھ خوشی ہوئی اور شکایت تعریف میں بدل گئی۔

ام المومنین نحرہ رجب یوم شنبہ کو بصرہ سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہونچیں اورچونکہ ایام حج قریب تھے لہذا تا ادائے حج وہیں قیام کیا بعد، مدینہ واپس ہوئیں اور بقیہ زمانہ نخانہ رسول ہی میں قیام کیا۔

....ایضاً....

(روضہ الاحباب جلد ۳ ص ۶۷-۶۵) پر ایک اہم واقعہ اس جنگ کا بسلسلہ قیام بصرہ و کوچ کرنا برائے مدینہ حضرت عائشہؓ کا بعد اختتام جنگ اسطرح مرقوم ہے کہ۔ بعد فتح حضرت علیؓ خود حضرت عائشہؓ کے قیام گاہ پر تشریف لے گئے، دیکھا کہ آپ چند زنان بصرہ کے ساتھ بیٹھی منفعل و خجل رو رو کر تاسف کر رہی ہیں کہ ناحق طلحہ و زبیر و مروان نے ان کو ورغلا و غلط مشورہ دیکر علیؑ کے خلاف بصورت خروج میدان جنگ جمل میں بمقام خریبہ لا کھڑا کیا جس کے باعث عام مسلمانوں میں بے سبب شکوک نفرت و قتال کا غلبہ پیدا ہوا اور حاصل کچھ نہ ہوا۔

حضرت علیؑ نے بعد طلبی اجازت ازروئے احترام نسوانی جناب عائشہؓ سے بعد تعظیم و تکریم و تسلیم کہا" کہ ازواج رسول اسلامؐ کو خدا کا حکم قرآن پاک میں نازل ہوا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھی رہیں اور پردہ کریں (قرن فی بیوتکن) اور خود آنحضرت کا بھی یہی مکرر ارشاد ہے۔ لیکن آپ نے تعمیل حکم خدا و رسول نہ کر کے بیشک خطا کی اور ایسے امور کی مرتکب ہوئیں جو آپ کے مناسب حال نہ تھے گو کہ آپ میرے اور رسول خدا کے قرب و قرابت کو بخوبی جانتی تھیں۔ نیز خود آنحضرت کو مکرر یہ کہتے سنا ہے غدیر خم کے موقع پر بھی " من کنت مولا فی ھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ"۔

ترجمہ (" جسکا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے۔ الہی دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو جو علیؑ سے دشمنی رکھے")۔

(اعلان غدیر خم) لیکن پھر بھی آپ نے میرے ساتھ دشمنی کا اور میرے دشمنوں کیساتھ دوستی کا سلوک کیا۔ خیر اب مناسب یہی ہے کہ اپنی خطا پر اسرار نہ

کریں اور اسی وقت مدینہ لوٹ جائیں اور جس مکان میں رسالت مآب نے آپ کو چھوڑا تھا تا حیات اس میں قرار پکڑیں جو عین مطابق حکم خداوندی وارشاد نبوی ہے۔ یہ کہہ کر حضرت علیؑ چلے آئے۔

نیز کتاب موصوف میں ہے "کہ دوسرے دن حضرت علیؑ نے اپنے فرزند ارجمند امام حسنؑ کو حضرت عائشہؓ پاس بھیجا اور ایک پیغام یہ بھیجا کہ اگر آپ اسی وقت مدینہ کے لئے روانہ نہ ہوں گی جبکہ کل رخت سفر کل ہی سے تیار ہے اور آپ جانے میں پس وپیش وعذرہائے لنگ کا سہارا لیکر وقت ضائع کر رہی ہیں تو بخدا میں آپ کو ایک ایسے امر پر متنبہ کروں گا جس کو آپ بخوبی جانتی ہیں اور جس کی تلافی عمر بھر ممکن نہ ہو سکے گی۔

حضرت عائشہؓ اس وقت بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں حضرت علیؑ کا پیغام سنکر کنگھی کرنا ملتوی کر کے اٹھ کھڑی ہوئیں اور سبکو ہدایت کی کہ میرا ذاتی سامان سفر تیار کر کے مدینہ واپس چلا جائے۔ اس وقت آپ کے چہرے پر کچھ بے چینی و اضطراب کے آثار نمایاں تھے بصرہ کی عورت جو اس وقت آپ کے پاس موجود تھی بولی کہ اے ام المومنین عبداللہ بن عباس نے اس سے قبل جب آپ کو حضرت علیؑ کا پیغام بابت واپسی مدینہ بھیجا تھا تو آپ نے کلہ بہ کلہ ایسا جواب دیا کہ وہ بزرگ خود غصہ ہو کر چلے گئے۔ اس کے بعد علیؑ نے خود آکر تم سے جو کچھ کہا اس کو بھی تم نے ٹال دیا قبول نہ کرتے ہوئے حیلے حوالے کرتی رہیں۔ اب امام حسن کون سا پیغام لائے جس پر تم؟ اس قدر متفکر و مضطرب ہو گئیں کنگھی کرنا بھی ملتوی کر دیا اور حواس باختہ سی ہو رہی ہو ..... آخر ماجرا کیا ہے"؟

عائشہؓ نے جواب دیا کہ "علیؑ نے حسنؑ کے ذریعہ جو پیغام بھیجا ہے اور جس امر پر مجھ کو متنبیہ کیا ہے اس نے مجھے واقعی اس درجہ پریشان و بے چین کر دیا ہے کہ بجز واپسی مدینہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس عورت نے پھر پوچھا آخر وہ پیغام کیا ہے اور کیا بات ہے جس نے آپ کو اتنے تردد میں ڈالدیا۔ آپ نے کہا بات یوں ہے کہ

ایک دن رسول خدا غنائم کو اپنے قرابت داروں میں اور دیگر شخصیت و ملنے جلنے والوں میں تقسیم فرما رہے تھے ۔ میں نے بھی اس میں حصہ مانگا ۔ اور مانگنے میں حد اعتدال سے تجاوز و مبالغہ کیا اور اسرار کرتی رہی جس پر علیؑ نے مجھے کرخت آمیز لہجہ میں کہا کہ " بس اب خاموش ہو جاؤں کہ میں نے حصہ طلب کرنے میں مبالغہ و اسرار بے محل کرکے رسول اللہؐ کو ملول کر دیا ۔ کہ آپ کے چہرہ کا رنگ بدلنے لگا " ۔

اس کے جواب میں ، میں نے بھی علیؑ کو سخت سست و خشونت آمیز باتیں کہہ ڈالیں تو علیؑ نے ناراض ہو کر یہ آیت پڑھی ۔

ترجمہ " ممکن ہے کہ رسول تم سے دست کش ہو جائیں اور تمہارے عوض میں اللہ تعالیٰ ان کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے " ۔ یہ سنکر میں نے گفتگو میں اور زیادہ ترشی و درشتی اختیار کی ۔ رسول اللہ نے میری بیجا سخت کلامی ، ترشی و اسرار و مبالغہ پر غضبناک ہو کر علیؑ سے فرمایا کہ " اے علیؑ ! میں نے ان بیبیوں کا طلاق تمہارے قبضہ اختیار میں دیا اور تم کو اپنا وکیل کیا ان میں سے جس کو میری طرف سے طلاق دو گے اسکا نام فہرست ازواج نبی سے خارج ہو جائے گا ۔ نیز آنحضرت نے امر طلاق کو قطعاً فرمایا تھا ۔ حیات و ممات کا فرق نہیں کیا تھا ۔ چنانچہ علیؑ نے مجھے اسی بات پر متنبہ کیا ہے جس کو سنکر میں خائف ہوں کہ مبادا ان کی زبان پر ایسا ناگوار لفظ میرے حق میں آجائے جس کا تدارک ممکن نہ ہو سکے " ۔

کیفیت مفرورین جمل :۔

جو لوگ اونٹ کے گرتے وقت اور جنگ کے خاتمہ کے بعد میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے ان کا یہ حال ہوا کہ بنی امیہ کا گروہ جو جنگ سے بچ گیا تھا شام کی طرف روانہ ہوا اس میں عتبہ بن ابی سفیان ، عبدالرحمن و یحییٰ پسران حکم برادران مروان پریشان و بدحواس ہوئے بھاگے چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں عصمہ ابن زبیر یحقی مل گئے اور ان دونوں کو اپنے گھر لیگئے ۔ پناہ دی ۔ زخموں کی مرہم

پٹی بھی کرائی۔ جب زخم مندمل ہو گئے تو انکو شام بحفاظت تمام روانہ کر دیا۔ ابن عامر ایک شخص بنی حرقوس کا مل گیا جو علیؑ کا حامی تھا اس نے بھی ان کو شام تک پہونچا دینے میں کافی مدد کی۔

مروان بن الحکم اولا مالک بن سمع کی پناہ میں رہا کیونکہ مروان نے اس کی اولاد کے ساتھ رواداری رکھی تھی۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہ بصرہ ہی میں روپوش رہا۔ حضرت عائشہؓ کے ہمراہ بصرہ سے روانہ ہو کر راستہ سے ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ مگر یہ روایت قوی نہیں ہے کیونکہ جمل میں مالک اشتر کے ہاتھوں کئی زخم کھا کر کسی طرح بچ نکلا اور شام کی راہ لی۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہ دوران جنگ گرفتار ہوا اور بعد توبہ تلا کرنے کے رہا کر دیا گیا تھا۔

عبداللہ ابن زبیر جنگ سے بھاگ کر ایک ازدی کے گھر میں جس کا نام زریر تھا چھپ رہا بعد دفع شور و شر صاحب خانہ سے کہا کہ تم حضرت عائشہؓ پاس جا کر مرا حال بتا دو مگر محمد بن ابی بکر کو ہرگز نہ خبر ہونے پائے ورنہ وہ میرا کام تمام کر دے گا زریر نے عائشہؓ کے پاس جا کر صورت حال بیان کر دی۔ مگر انہوں نے اپنے بھائی محمد ابی بکرؓ کو بلوایا گو کہ زریر نے ہرچند کہا کہ عبداللہ بن زبیر نے منع کیا ہے کہ محمد کو بالکل خبر نہ ہونے پائے۔ مگر حضرت عائشہؓ نے اس کا کچھ خیال نہ کیا اور اپنے بھائی سے کہا کہ اس شخص کے ساتھ جاؤ عبداللہ بن زبیر اس کے گھر میں پناہ گزین ہیں۔ ان کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ بلا ملال و قصاص جنگ وہ ان کو اپنے ہمراہ لا کر حضرت عائشہؓ کے روبرو پیش کر دیا اور کوئی حرف شکایت منہ سے نہ نکالا۔

نوٹ۔ (حضرت علیؑ کے طرفداروں نے بعد جنگ اپنے مخالفین کیساتھ بھی جو ہمدردانہ سلوک کیا اس کی مثال کم ہی ملے گی۔

مروان بن الحکم کی گرفتاری و رہائی:۔

جمل کے موقع پر مروان بن حکم گرفتار کر لیا گیا تو اس نے حسنؑ و حسینؑ سے

بعد منت و سماجت خواہش کی کہ وہ امیر المومنین سے اس کی رہائی کی سفارش کر دیں وہ آئندہ کبھی ان کی مخالفت نہ کرے گا۔ بلکہ بیعت بھی کریگا۔چنانچہ دونوں نے جناب امیر سے بات چیت کر کے اس کی رہائی کرادی۔ پھر دونوں صاحبزادوں نے کہا کہ یا امیر المومنین یہ آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہے۔تو حضرت علیؑ نے اس کے بارے میں فرمایا "کیا اس نے عثمانؓ کے قتل کے بعد میری بیعت نہیں کی تھی؟ اب مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں یہ یہودی قسم کا ہاتھ ہے۔اگر ہاتھ سے بیعت کرے گا تو ذلیل طریقہ سے توڑ بھی دیگا تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بھی اتنی دیر تک کہ کتا اپنی ناک چاٹنے سے فارغ ہو۔یہ حکومت کرے گا اور اس کے بیٹے بھی حکمران ہوں گے اور امت اس کے اور اس کے بیٹوں کے ہاتھوں مصیبت کے دن دیکھے گی"۔ (خطبہ نمبر۱، نہج البلاغہ ص ۲۱۸)

مروان بن الحکم حضرت عثمان کا بھتیجہ و داماد تھا۔اکہرا جسم و لمبا قد ہونے کی وجہ سے خیط باطل (باطل کا ڈورا) کے لقب سے جانا جاتا۔چنانچہ عبدالملک ابن مروان نے جب عمرو ابن سعید اشوق کو قتل کیا تو اس کے بھائی یحییٰ ابن سعید نے ایک شعر پڑھا جس کے معنی تھے کہ "اے خیط باطل کی اولاد تم نے عمرو سے دھوکہ و غداری کی اور تمہارے ایسے لوگ غداری ہی کی بناپر اپنے اقتدار کی عمارتیں کھڑی کیا کرتے ہیں"۔

اسکا باپ "حکم" گو فتح مکہ کے بعد اسلام لایا تھا مگر اس کے طور طریقے اور طرز عمل غیر اسلامی رہا جس کی وجہ سے رسول اسلامؐ کو انتہائی تکلیف اور صدمہ گزرتا تھا گویا وہ صدق دل سے حلقہ با اسلام اور رسول کا طابع نہ تھا بلکہ نافرمان رہا۔چنانچہ آنحضرت نے اس پر اور اس کی اولاد پر لعنت کی اور فرمایا۔(ویل لامتی من حلف هذا) یعنی اس کی اولاد کے ہاتھوں میری امت تباہی کے دن دیکھے گی۔آخرش پیغمبر اسلام نے اسکی بڑھتی ہوئی شرارتوں و سازشوں کے پیش نظر اس کو مدینہ سے وادی وج (طائف میں ایک مقام کا نام) کی طرف نکلوادیا اور مرون بھی اس کے ہمراہ چلتا

بنا۔ پھر دوران حیات رسول مقبول ہر دو کو مدینہ واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ اور شہر بدری کے عالم میں خانہ بدوش سا رہا۔ اور یہ کیفیت خلیفۂ اول و دوئم کے دور تک برقرار رہی۔ مگر جناب عثمانؓ نے ہر دو کو واپس بلوایا اور رسول اسلامؐ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مروان کو بہت عروج بخشا۔ گویا کہ حکومت کی باگ دوڑ ایک طرح اسی کے ہاتھوں رہی اور پھر اپنی فطرت آمیز پالیسی اور وقت کی سازگاری یا خوئی قسمت کہا جائے کہ وہ معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد خود خلیفۃ المسلمین بن گیا لیکن ابھی صرف ۹۔۸ ماہ ہی ہوئے تھے کہ ۳ رمضان ۶۵ ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں اس کو موت نے اس طرح آگھیرا جس کا کوئی ثانی نہیں ملتا۔ یعنی اسکی بیوی اس کے منہ پر تکیہ رکھ کر دبوچ کر بیٹھ گئی اور اس وقت تک نہیں ہٹی جب تک اس کا دم گھٹ کر نکل نہ گیا۔ یہ عجیب و غریب واقعہ تھا جس کی تفصیل و وجہ صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکی۔

اس کے جن چار بیٹوں کی طرف امیر المومنین نے اشارہ کیا تھا وہ عبدالملک بن مروان کے چار بیٹے، ولید، سلیمان یزید، ہشام ہیں کہ جو یکے بعد دیگرے تخت خلافت پر بیٹھے اور اپنے ہوشربا خونی کارناموں کی بدولت تاریخ اسلام کے ابواب کو وہ سیاہ داغ لگائے کہ وہ اسلام کا بدترین خونی دور کہلایا جانے لگا۔ شارحین نے خود اس کے صلبی بیٹے مراد لیے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ عبدالملک، عبدالعزیز، بشر اور محمد لیں۔ ان میں سے عبدالملک تو خود خلیفہ ہو گیا اور عبدالعزیز، مصر کا بشر عراق کا محمد جزیرہ کا والی مقرر ہوا۔

تعداد و فہرست مقتولین جمل:۔

اس جنگ میں فریقین کے تقریباً دس ہزار آدمی قتل ہوئے منجملہ ان کے صرف بنی صنبہ سے ایک ہزار جوان مارے گئے۔ بنی عدی کے ستر آدمی اونٹ کے گرد مارے گئے جن میں بہتیرے حافظ قرآن و قاری تھے۔ ابن خلدون وابن اثیر نے تعداد ہر

دو طرف کی نصف نصف بتائی ہے مگر بعض روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ کی طرف کل ایک ہزار اور حضرت عائشہؓ کی طرف آٹھ ہزار قتل ہوئے باقی فرار ہو گئے۔ تاریخ مسعودی میں کل تعداد ۱۳ ہزار لکھی ہے جن میں حضرت علیؑ کی طرف چار ہزار باقی اہل جمل تھے۔ بعض راویوں نے سات ہزار کا قتل۔ ۳ ہزار کا زخمی ہونا اور باقی کا فرار ہونا بتایا ہے۔ تاریخ نافعی میں کل تعداد مقتولین ۲۳ ہزار لکھی ہے۔ الغرض اس تعداد میں راویوں میں کافی اختلاف ہے۔

اس جنگ میں طرفین سے حسب ذیل اصحاب شہید ہوئے یہ ان کے علاوہ ہیں جن کے نام واقعات جنگ میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ جناب امیرؑ کیطرف عبدالرحمن ابن عبداللہؓ برادر طلحہ و عمر ابن عبداللہ و ابن ابی قیسؓ و ابن عامرؓ و محرزؓ ابن حارثہ و اویسؓ قرنی و ابن ربیعؓ ابن عبدالعزیز و ابن عبدالشمسؓ و معرضؓ ابن علاط و ہند ابن ابی ہالہؓ اسدی و معاذؓ ابن عفرا بدری وغیرہ شہید ہوئے۔ معاذ کے بارے میں بعض کا قول ہے کہ یہ شہید نہیں ہوئے۔ بلکہ سخت زخمی ہو گئے تھے۔ بلال ابن وکیع تمیمی وغیرہ شہید ہوئے۔ حضرت عائشہؓ و جناب امیرؑ عین حالت جنگ میں بھی دونوں طرف کے مقتولین کے متعلق فرماتے تھے کہ خدا ان پر رحم کرے۔ کسی نے اعتراضاً پوچھا کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ فرمایا کہ ان کے حق میں آنحضرت نے جنت کی بشارت دی ہے۔

یہ بھیانک خونریز فیصلہ کن معرکہ جمل ۱۰ جمادی الثانی بوقت ظہر شروع ہوا اور اسی روز عنقریب مغرب ختم ہوا۔ اتنی کم مدت میں اس درجہ قتال تاریخ اسلام میں اور کہیں نہیں ملتا۔ اس میں امیرالمومنین حضرت علیؑ کے ۲۰ ہزار کے لشکر میں کل ایک ہزار ستر اور دوسری روایت کے مطابق کل پانچسو ۵۰۰ افراد شہید ہوئے اور ام المومنین کے تیس ہزار کے لشکر میں سترہ ہزار ۱۷۰۰۰ اور دوسری روایت کے مطابق بیس ہزار سے بھی زائد لوگ کام آئے اور اسطرح رسول عربی کے ارشاد کی تصدیق مکمل ہو گئی کہ: "لن یفلح قوم ولوا امیر بھم امواۃ" وہ قوم کبھی کامرانی

کا منہ نہیں دیکھ سکتی جسکی قیادت عورت کے ہاتھ میں ہو (حدیث نبوی) (کتاب الامامت والسیاست، مروج الذہب، عقد الفرید، و تاریخ طبری)۔

فتح بصرہ کے بعد اہل کوفہ کی طرف امیر المومنین نے یہ مکتوب تحریر فرمایا۔

"خدا تم شہر والوں کو تمہارے نبی کے اہلبیت کی طرف سے بہتر سے بہتر وہ جزا دے جو اطاعت شعاروں اور اپنی نعمت پر شکر گزاروں کو وہ دیتا ہے۔ تم نے ہماری آواز سنی اور اطاعت کیلئے آمادہ ہو گئے اور تمہیں پکارا گیا تو تم لبیک کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ جزاک اللہ"۔ (مکتوب نمبر ۲ نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۶۳۹)۔

حضرت علیؑ کا طلحہ و عبدالرحمن کی لاشوں پر جانا اور اظہار افسوس کرنا:۔

جب جناب امیرؑ طلحہ و عبدالرحمن بن عتاب کیطرف گزرے کہ ہر دو میدان میں خاک و خون میں لت پت مقتول پڑے ہوئے تھے تو آپ کو بہت دکھ ہوا اور فرمایا۔

"افسوس! ابو محمد طلحہ اس جگہ گھر بار سے دور پڑا ہوا ہے۔ خدا کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ قریش ستاروں کے نیچے کھلے میدانوں میں مقتول پڑے ہوں (چونکہ جنگ جمل عنقریب بوقت مغرب ختم ہو چکی تھی اور آسمان پر اکا دکا ستارے نمودار ہو چکے تھے) میں نے عبد مناف کی اولاد سے ان کے کینئے کا بدلہ لے لیا ہے لیکن بنی جمح کے اکابر میرے ہاتھوں سے بچ نکلے اور مفرور ہو گئے۔ انہوں نے اس چیز کی طرف گردنیں اٹھائی تھیں جس کے وہ اہل نہ تھے۔ اور اس تک پہونچنے سے قبل ہی ان کی گردنیں مروڑ دی گئیں" (خطبہ ۲۱۹ نہج البلاغہ ص ۵۹۸)

نوٹ۔ جنگ جمل میں بنی جمح کی ایک جماعت حضرت عائشہؓ کے ہمراہ مصروف جنگ تھی لیکن اس جماعت کے سرکردہ شکست کے آثار دیکھ کر میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ان بھاگنے والوں میں سے چند حضرات یہ ہیں ا۔ عبداللہ الطویل (۲) یحییٰ ابن حکیم (۳) عامر ابن مسعود (۴) ایوب ابن حبیب۔

مقتولین کی تجہیز و تکفین ہونا:۔

جناب امیرؑ نے پھر اسی شب فریقین کے زخموں کو ملاحظہ فرمایا ضروری علاج مرہم پٹی کا مناسب بندوبست کیا۔ایک غلام کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ ہر ایک لاش کو دیکھتے اور افسوس کرتے۔ کعب ابن ثور کی لاش کو دیکھ کر فرمایا" تم کو خیال ہے کہ ہم پر صرف عوام الناس نے خروج کیا تھا حالانکہ ان میں تم ایسے عالم بزرگ بھی تھے"۔ پھر عبدالرحمن بن عتاب کی لاش دیکھ کر بولے" افسوس کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا سردار اور اولاً میرا حامی و مددگار بھی تھا بعد، گمراہ ہو کر باغی ہوا اور مارا گیا"۔ حضرت طلحہ کی بھی لاش دیکھی۔ان کے خاک آلودہ چہرے سے گرد و غبار کو صاف کیا اور ملول ہو کر فرمایا" اے ابو محمد مجھ کو سخت صدمہ ہے کہ تم کو اس طرح خاک و خون میں لت پت دیکھ رہا ہوں۔مجھ کو یہ امر بہت مکروہ معلوم ہوئے۔کاش تم کو خلافت کی خواہش نہ ہوتی کہ تمہاری یہ حالت تو نہ ہوتی۔کاش تم ام المومنین کو ورغلا کر آمادہ بہ خروج نہ کرتے جبکہ تم نے مدینہ میں سب سے پہلے میری بیعت کی تھی پھر منحرف ہو گئے"۔

جب سب لاشوں کو دیکھ کر افسوس کر چکے تو سبکو مقام رصافہ میں جمع کیا۔ دونوں طرف کے مقتولین پر نماز جنازہ پڑھا کر ایک کشادہ قبر میں اجتماعی طور پر دفن کئے جانے کا حکم دیا۔اس موقع پر یہ ایک نئی بات جناب امیر سے عمل میں آئی جس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں جو بکثرت بکھرے پڑے تھے ان کو دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ پھر لشکر کے مقتولین و مفرورین کے مال و اسباب سامان حرب و ضرب و گھوڑوں کی فہرست مرتب کر کے بصرہ کی جامع مسجد بھجوا دیا۔ منادی کرادی کہ اسلحہ خزانہ شاہی کے علاوہ جس جس چیز کو کوئی اپنی شناخت بتا کر اپنا کہے وہ اس کو دے دی جائے۔لشکریوں نے خود بھی اس امر میں بڑی احتیاط و دیانتداری و مستعدی سے کام لیا اور کسی قسم کی خیانت نہ ہونے پائی۔جملہ اسیران جنگ کو

لہٰذا ضروری تنبیہ وہدایت عام معافی دیکر آزاد کر دیا گیا۔ کسی کو نہ تو قتل کیا گیا نہ کسی سے کوئی قصاص لیا گیا۔ اس دریادلی کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ (احسن الانتخاب ص ۲۴۳)۔

حضرت علیؑ کا اپنے ایک صحابی کو مطمئن کرنا:۔

جب مولا علیؑ کو جنگ میں فتح کاملہ حاصل ہو گئی تو اس موقع پر آپ کے ایک صحابی نے آپ سے عرض کی کہ میرا فلاں بھائی بھی کاش یہاں موجود ہوتا تاکہ وہ دیکھتا کہ اللہ نے کیسے آپ کو دشمنوں پر فتح وکامرانی عطا فرمائی ہے تو آپ نے فرمایا کیا تمہارا بھائی ہم کو دوست رکھتا تھا؟ اس نے کہا ..... ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے پاس موجود تھا بلکہ ہمارے لشکر میں وہ بھی موجود تھے جو ہنوز مردوں کے صلب اور عورتوں کے شکم میں ہیں۔ عنقریب زمانہ انکو ظاہر کر دیگا اور ان سے ایمان کو تقویت ملے گی"۔ (خطبہ نمبر ۱۲ نہج البلاغہ ص ۱۱۸)۔

ھندا ابن عمر جملی مرادی جو لشکر علیؑ میں تھے عجلت میں حملہ کر بیٹھے۔ وار خالی گیا پھر وار کیا وہ بھی خالی گیا اور خود ابن یثربی کے ہاتھوں زخمی ہو کر مارے گئے۔ اس طرح بڑھ کر حملہ کرنے میں سیمان ابن صوحان گھر گئے اور کچھ دیر مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔ ان کے بھائی صعصعہ بھی لڑتے لڑتے تھک کر گھر گئے اور زخمی ہوئے۔ ابن یثربی نے خوشی وجوش میں آکر رجزیہ اشعار پڑھنا شروع کیے۔ کہنے لگا میری شجاعت وشہرت فن سپہ گری ومہارت شمشیر زنی کا بھلا کون مقابلہ کرے گا۔ میں قاتل عبداللہ وھندا ابن علی جملی وابن صوحان ہوں جن کے ڈنکے پٹے ہوئے تھے ویسے تو میں علیؑ کے دین پر ہوں میں نے ان علیؑ کے ماننے والوں کو مار ڈالا تو کیا ہوا کوئی پرواہ نہیں میرے غم کو ابو الحسن علیؑ دفع کرنے کو کافی ہیں پھر وہ عمار یاسرؓ سے مقابلہ کے لئے اتر آیا۔

ابن یثربی کا عمار یاسرؓ سے مقابلہ:۔

عمار یاسر نے یہ سنکر فرمایا کہ "تو اس لشکر سے نکل کر ہمارے مد مقابل ہوا تو نے بڑی چالاکی سے اپنی حفاظت کا بہانہ تلاش کیا ہے۔ دیکھوں تو سہی کہ تجھ میں کیا دم خم ہے" یہ سنکر ابی یثربی نے مہار شتر جو وہ ہنوز خود سنبھالے ہوئے تھا دوسرے شخص کو سپرد کر کے حضرت عمار یاسر سے مقابلہ پر آیا۔ عمار یاسر کی عمر مبارک ۹۰ سال کی تھی اور سب سے زیادہ مسن صحابی رسول تھے۔ زرہ بھی زیب تن نہ تھی صرف ایک پوستین کورسی سے جسم پر باندھے ہوئے تھے۔ حریف کے مقابلہ میں بظاہر بہت کمزور تھے۔ وہ مضبوط جوان آراستہ بہ ہتھیار حرب و ضرب تھا اور عرب کا مشہور شمشیر زن بھی۔ لوگوں نے کہا خدایا خیر ہو یہ ضعیف صحابی رسول بھی شہید ہونے کو چلے ابن یثربی نے تلوار کے پے در پے کئی وار کئے جو عمارؓ بچاتے گئے ایک شدید وار کو آپ نے ڈھال سے روکا۔ تلوار کاٹ کرتی ہوئے ڈھال میں الجھ کر رہ گئی۔ بہت زور کرنے پر بھی نہ نکلی۔ حضرت عمارؓ نے موقع پا کر اپنی تلوار سے ابن یثربی کے پاؤں پر شدید وار کیا کہ وہ قلم ہو گئے۔ جب وہ قید کر کے حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے ہمارے تین سپاہیوں کو مارا ہے لہذا تو بھی مارا جائیگا۔

پھر مہار شتر ایک عدوی نے سنبھالی جو ربیعہ عقیلی سے لڑا دونوں سخت زخمی ہو کر گرے اور مر گئے پھر حارث جنبی آیا جو بہت سخت شمشیر زن تھا۔ نشانہ کا بھی سچا تھا مگر آسانی سے عمار یاسر کے ہاتھوں مارا گیا۔ پھر اس کا بھائی عمر جنبی مقابل ہوا وہ بھی مارا گیا۔ مہار شتر پر اس طرح پچاس آدمی اور ایک دیگر روایت کے مطابق ستر آدمی قتل ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ جب تک بنو جنبی میرے اونٹ کے محافظ و نگراں رہے وہ اچھی حالت میں رہا اور مجھے بھی قدرے اطمینان رہا۔ جب وہ نہ رہے تو اونٹ بھی مارا گیا اور جنگ کا خاکہ ہی یکسر بدل گیا اور میرا لشکر تتر بتر ہو کر مغلوب ہو گیا۔

اب مہار کو محمد ابن طلحہ نے سنبھالا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے فرمایا! تم اولاد آدم میں بہتر ہو گے بشرطیکہ تمہاری توجہ جنگ پر کم اور میری حفاظت پر زیادہ ہو لہذا یہ اونٹ کو سنبھالے رہے اور وہیں جمے رہے جو حملہ کرتا اس کو روکتے مگر خود حملہ نہ کرتے کیونکہ مہار شتر کو چھوڑنا غیر مناسب تھا۔ ایک جماعت ان کے قتل پر آمادہ ہوئی جس میں معکبر اسدی ۔ معکبر جنبی ۔ معاویہ بن شداد ۔ عیسیٰ و غفار سعد تھے ان میں سے کسی نے نیزہ مار کر ان کو ہلاک کر دیا۔ پھر عمر بن اشرف ازدی نے مہار تھامی اس کا مقابلہ حارث ابن زبیر سے ہوا دونوں سخت زخمی ہو کر جان بحق ہوئے۔ اس کے بعد عمر بن اشرف کے خاندان کے دیگر ۱۳ افراد بھی قتل ہوئے۔ اونٹ کے گرد بڑے بڑے بہادر و شجاع جمع ہوتے رہے اور مہار تھامتے ہلاک ہوتے رہے اور کسی کو بلا لڑے اونٹ کے قریب نہ آنے دیا جاتا۔ مگر جو بھی مہار تھامتا یقینی مارا جاتا۔ مہار لیکر اپنا نام و نسب بتاتا۔ علم بھی اسی کے ہاتھ میں ہوتا جو سب سے زیادہ شجاع سمجھا جاتا۔ (طبری جلد ۵ ص ۲۱۲) اس دن موت کا بازار گرم تھا۔ ہر شخص جانتا تھا کہ جس نے مہار شتر سنبھالی زندہ نہ بچا مگر لوگ شوق شہادت میں اس کام کو افضل و مقدس سمجھتے تھے۔ جو کوئی بھی قصد کرتا یا تو مارا جاتا یا پھر شدید زخمی ہوتا کہ جان کے لالے پڑجاتے اور پھر واپس نہ آتا۔ عدی ابن حاتم طائی کی بھی ایک آنکھ جاتی رہی تھی اور ایک ہاتھ بھی بری طرح زخمی تھا۔ اور وہ پناہ کا طالب ہو رہا تھا۔

فریقین نے کہنا شروع کیا کہ حریف کے ہاتھ پاؤں کاٹ لیئے جائیں جان سے نہ مارا جائے چنانچہ اسپر بھی عمل کیا گیا کہا جاتا ہے کہ اس معرکہ میں جس قدر ہاتھ پاؤں کاٹے گئے وہ کسی اور معرکہ میں نہیں دیکھے جاسکے۔ عبدالرحمن بن عتاب کا بھی ایک ہاتھ اور ایک آنکھ جاچکی تھی جو کعب کے مارے جانے کے بعد مہار شتر کو خود تھامے ہوئے تھے۔

ایک گدھ مدینہ منورہ کے قریب اڑا جارہا تھا۔ اس کے پنجے میں لٹکی ہوئی

کوئی چیز نظر آئی جو اتفاقیہ اس کے پنجے سے چھٹ کر نیچے آگری لوگوں نے دوڑ کر اٹھایا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی کا کٹا ہوا ہاتھ ہے جس کو بعد شہادت گدھ اڑا لایا تھا۔ انگلی میں مہر تھی جس پر عبدالرحمن بن عتاب کندہ تھا۔ اور وہ لشکر عائشہؓ میں اونٹ کی حفاظت کے لئے معمور تھا۔ پہلے تیر اندازی و شمشیر زنی بھی کر چکا تھا۔ مہر کی شناخت سے اہل مدینہ و مصافات کے لوگ باخبر ہوئے کہ لڑائی جاری ہے۔ یہ ہاتھ وہی تھا جو قبل شہادت کٹ گیا تھا اس کو گدھ اڑا لایا تھا۔ اسی طرح جو مقامات مکہ مدینہ و بصرہ کے درمیان واقع تھے وہاں بھی کئی کٹے ہوئے ہاتھ و پاؤں پائے گئے جن کو گدھ اڑا کر ادھر اودھر بکھیر گئے تھے لہذا وہاں کے لوگ بھی جنگ جمل سے واقف ہوئے۔

قعقاع کا بیان ہے کہ جنگ جمل کچھ عجیب و غریب انداز سے لڑی گئی۔ ہم اپنے حریف کو نیزوں کی نوکوں و تیروں کی بوجھار سے پیچھے ڈھکیل دیتے تو کبھی وہ ہم کو کبھی کسی کا پلہ بھاری ہوتا تو کبھی کسی کا۔ عبداللہ بن سنان کا بیان ہے کہ "جمل میں ہم نے پہلے تیر اندازی کی۔ جب ترکش خالی ہو گئے تو نیزوں سے کام لیا۔ جب وہ بھی کند ہو گئے اور کام کے نہ رہے تو ہم کو شمشیر زنی کا حکم ملا مہاجرین نے خوب جوہر شمشیر دکھائے۔ ان کی تلواروں کی جھنکار کی آواز ایسی سنی جاتی تھیں جیسے دھوبی پاٹے پر کندی کرتا ہو۔ کاسہ سر میدان میں گھوڑوں کی ٹاپوں سے ٹکرا کر لڑھکتے نظر آتے تھے"۔

اونٹ و عماری کی حفاظت کی جان توڑ کوشش:۔

جنگ اب ایک اور اہم ترین و سنگین موڑ پر آپڑی تھی۔ کشت و قتال میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ موت کا سیاہ سایہ ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ ہر مورچہ پر کشتوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے گو کہ لشکر عائشہؓ میں حضرات طلحہ و زبیر کے قتل ہو جانے کے بعد بددلی و کھلبلی سی مچی ہوئی تھی اور ہمت پست ہو چکی تھی اور کمزوری کے آثار نمایاں

تھے مگر حضرت عائشہؓ برابر کمان سنبھالے اپنے خطبوں سے اہل لشکر کی ہمت افزائی و پشت پناہی کرتے ہوئے ۔ میدان میں جمے رہے اور جنگ کو آخری دم تک جاری رکھنے کی تلقین کرتی رہیں جس کی بنا پر ایک بڑی جماعت نے اونٹ کے چاروں طرف برائے حفاظت گھیرا ڈالدیا ۔ اہل لشکر میں ایک بار پھر کٹ مرنے کا جوش و ولولہ پیدا ہوا اور جمکر لڑنے مرنے کا جذبہ بھڑک اٹھا ۔ یہ چرچے ہونے لگے کہ کس طرح ام المومنین کے لشکر کو فتح و برتری حاصل ہو اور امیر المومنین حضرت علیؑ کے آزمودہ و برگزیدہ فوجی سپہ سالاران جن میں ابو حنیفہؓ ۔ مالکؓ اشتر، محمدؓ بن ابی بکر، عمارؓ یاسر، اویسؓ قرنی جیسے بزرگ اصحابی رسول و بنی ہاشم کے بہادر نوجوان امام حسنؑ امام حسینؑ حضرت عباس وانصار میں تعقاع ۔ وصعصہ ایسے جری موجود ہوں جن کی سربراہی خود مولا علیؑ شاہ لافتح کر رہے ہوں جنگ جاری رکھی جاسکے اور ان کو ہزیمت دیجاسکے ۔ جنگ کا نقشہ کس طرح بدلا جاسکے کہ کچھ امید پیش رفت نظر آسکے ۔

بعض کا خیال تھا کہ جنگ بصورت صلح ختم ہو کیونکہ اس بھیانک قتل و غارتگری سے کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ اسلام خطرہ میں پڑ جائیگا ۔ اگر ایک طرف ام المومنین عائشہؓ زوجہ رسولؐ ہیں تو دوسری جانب حضرت علیؑ داماد رسولؐ خلیفۃ المسلمین اور آل رسولؐ مقبول ۔ یہ اگر حق کی لڑائی ہے تو مطابق حدیث شریف "حق علیؑ کے ساتھ ہے" اور اگر خدانخواستہ اونٹ و عماری کو کوئی گزند پہونچا تو ناموس رسولؐ پر حرف آئیگا اور علیؑ کے لشکر کو شکست دینا بھی بعید از قیاس ہے وہ فاتح خندق ۔ بدر، خیبر و حنین پہلے ہی سے ہیں اور دنیا ان کی لامثال شجاعت و دلیری کا لوہا مانے ہوئے ہے لہذا طے یہ پایا کہ بہر صورت اونٹ و عماری کی بھرپور حفاظت جاری رکھی جائے ۔ اللہ تعالیٰ شاید کوئی بہتر صورت مہیا کر دے ۔ جنگ کا اعتبار ہی کیا کسی وقت بھی کچھ سے کچھ ہو سکتا ہے ۔ چنانچہ بنو عدی و ابن عبدہ نے اونٹ کی جان توڑ حفاظت کی ۔

سب سے پہلے اونٹ کی مہار کعب ابن ثور کے ہاتھ میں تھی ۔ جب یہ مارے

گئے تو ان کے بھائی عبداللہ ابن ثور نے سنبھالی وہ مارے گئے۔ پھر عمیرہ ابن یثربی جو عرب کا بہت مشہور ساربان و شمشیرزن بھی تھا نے مہار اونٹ ایک ہاتھ سے اور دوسرے ہاتھ میں برہنہ شمشیر پکڑے ہوئے اپنے چند ساتھیوں کو مقابلہ کرنے کی ہدایت کی کیونکہ اب اونٹ پر حملے ہونے کی نوبت نظر آرہی تھی اور لشکر حیدری کے حوصلے دوچند و ہمت بلند تھی۔

موت کسی کو مرغوب نہیں ہوتی نہ کوئی اس کا طالب ہی ہوتا ہے۔ مگر اس روز معاملہ برعکس تھا موت کی بہتات و ارزانی کی ایسی مثال تاریخ میں کم ملتی ہے ہر شخص بخوبی جانتا تھا کہ جس نے مہار شتر تھامی زندہ نہ بچا مگر لوگ شوق شہادت میں جوق در جوق دیوانہ وار بڑھتے لڑتے اور مارے جاتے۔ مگر اونٹ و عماری کی حفاظت مقدم تھی اور اب جنگ کا واحد مقصد یہی نظر آرہا تھا۔ اہل جمل کے حوصلے تو پہلے ہی پست ہو چکے تھے اب ان کی امیدیں اور تمام تر عقیدتیں صرف عائشہؓ کے اونٹ و عماری سے وابستہ تھیں بچ گئے تو غازی اور مر گئے تو شہید کہلائیں گے۔ بس یہی جذبہ کار فرما تھا۔ انتہا یہ تھی کہ یہ لوگ عائشہؓ کے اونٹ کی مینگنیوں کو بصد اعتقاد و احترام اٹھاتے توڑتے سونگھتے اور فخریہ کہتے کہ یہ ہماری مادر گرامی کے اونٹ کی قیمتی نشانی ہے ان سے تو مشک و عنبر کی خوشبو آتی ہے۔ (طبری جلد ۵ ص ۲۲۔ وکامل ج ۳ ص ۹۷)

مہار تھامنے والوں کے ہاتھ کٹتے تیروں و نیزوں سے سینے چھدتے اور تلواروں سے سرتن سے جدا ہوتے۔ مگر ان کا عزم و استقلال برقرار رہتا۔ جناب عائشہؓ اپنے اونٹ کے محافظوں و مہار کشوں کو خون و خاک میں لت پت دیکھتیں تو بجائے افسوس کرنے کے ان کی ہمت افزائی کرتیں اور وہ بدعقل و نافہم انکی اس ہمت افزائی پر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ ایک مرتا تو فوراً دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔ بس مہار اونٹ کیا تھی ان کے حق میں پروانہ جنت ہو رہی تھی۔ اسطرح اونٹ کی حفاظت کر کے مرنے والوں میں زیادہ تر بنی ضبہ، بنی ازد، بنی ناجیہ و اہل قریش

ہوتے تھے جو باری باری مہار تھامنے میں اول واشرف ہوتے ۔ رجزیہ اشعار پڑھتے اور پھر لقمہ اجل بن جاتے ۔ یہ مہار کیا تھی کہ لگ بھگ پانچسو سے زیادہ لوگوں کے لئے پیغام اجل بن گئی ۔

دراصل یہ ملعون عسکر نامی اونٹ جس پر حضرت عائشہؓ کی عماری رکھی گئی اور جس پر وہ بطور کمانڈر میدان جمل میں علیؑ کے مقابلہ پر وارد ہوئیں بذات خود لشکر کے علم کا مرتبہ رکھتا تھا اصحاب جمل کی نظروں میں اس کا وہی مرتبہ تھا جو کسی لشکر میں فوج کشی کے وقت " علم " کا ہوتا ہے جو فوج کے کسی معتبر و تجربہ کار افسر کے زیر اختیار ہوتا ہے ۔ سبکی نظریں اسی پر مرکوز رہتی ہیں فتح و شکست کی علامت و نشاندہی یہی " علم " (Standard) کرتا ہے چنانچہ اس اونٹ کے چاروں جانب لوگ گھیرا باندھے کھڑے رہتے تھے اور جس طرح علم لشکر کی حفاظت کی جاتی ہے اسی طرح اس اونٹ کی حفاظت ہوتی ۔ حتیٰ کہ اس کی مہار تھام کر قتل ہو جانا درجہ امتیاز سبب نجات سمجھا جاتا (یہ تھی اونٹ کے محافظوں کی خوش فہمی) ۔

عمرو یثربی نے جنگ کے دوران رجزیہ اشعار پڑھ کر اپنے پورے قبیلہ کو برابر ابھارتا اور جوش دلاتا رہا یہاں تک کہ اس کا پورا قبیلہ بنی حبتیہ اور بنی ازد کو خاک و خون کی نذر ہونا پڑا اور شاید ہی ان کے کچھ افراد زخمی حالت میں بچ سکے ہوں ورنہ وہ سب ختم ہو گئے ۔

مالک اشترؒ کا بھیانک قتال :-

اب اونٹ کے قریب عبداللہ ابن زبیر آئے تو بی بی عائشہؓ نے پوچھا کون آیا ۔ وہ بولے آپ کا بھانجہ اور مہار اونٹ تھام لی ۔ مالک اشتر نے تلوار کا وار کیا اور عبداللہ بن زبیر شدید زخمی ہوئے ۔ جواب میں انہوں نے بھی تلوار کا وار کیا اور اشتر بھی زخمی ہوئے ۔ پھر دونوں میں کشتی ہونے لگی اور دونوں زمین پر گر پڑے ۔ ابن زبیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم دونوں کو قتل کر ڈالو کہ جھگڑا پاک ہو ۔ دراصل یہ

مخفی اشارہ تھا کہ مالک اشتر کو قتل کر ڈالو مگر لوگ اس کا مطلب نہ سمجھے بلکہ دونوں کو چھڑا دیا۔ ابن زبیر زخمی حالت میں اپنے خیمہ گاہ کو واپس چلے گئے۔ اور اشتر کا مقابلہ عبدالرحمن بن العتاب سے پڑا جو اب اونٹ کی مہار تھامے ہوتے تھا۔ اور یہ بہادر جری اور جنگی نقطہ نظر سے بہت چالاک وہوشیار مانا جاتا تھا خود اشتر کا اعتراف تھا کہ:
"میں نے اس کو فن سپہ گری میں سخت وہوشیار پایا۔ میرے کئی وار وہ بچا لے گیا۔ بعدہ زخمی ہوا اور میرے حملے کی تاب نہ لا کر مجمع میں جا رہا۔ للکارنے پر بھی دوبارہ سامنے نہ آیا"۔ اسود بن عوف نے اس کی جگہ لی۔ یہ ان سے زیادہ بہادر و تجربہ کار تھا ان سے لڑنے میں مجھے کافی دشواری پیش آئی بالآخر پسپا کیا۔ اسی اثناء میں میں نے جندب ابن زبیر عامدی سے مقابلہ کر کے انکو ہمراہ ان کے ۲ ساتھیوں کے قتل کیا۔ عبداللہ بن الحکیم قریش کے علمدار تھے۔ عدی ابن حاتم طائی سے ہنوز ان کی لڑائی جاری تھی ہماری طرف بھی وہ بڑھے کہ ہم دونوں نے ملکر ان کو تہہ تیغ کیا۔ پھر اسود ابن ابی البختری مقابلہ پر آئے مگر ٹھہر نہ سکے اور جلد ہی مارے گئے۔

مروان بن الحکم کا جنگ سے فرار ہونا:۔

اب مروان بن الحکم کی باری آئی۔ اشتر خود بھی اس کی کھوج میں تھے مقابلہ ہوا۔ مروان زخمی ہوا اور کسی طرح جان بچا کر بھاگ نکلا اور لشکر عائشہؓ میں ایک محفوظ مقام پر نصب شدہ چھولداری میں پناہ ڈھونڈی۔ مالک اشتر کا خوف اس قدر غالب تھا کہ اپنے ایک ساتھی سے بولا کہ اگر اشتر میری کھوج میں ادھر آتے دکھائی دیں تو مجھ کو اطلاع فوراً دینا تاکہ میں معاویہ پاس جا کر پناہ پا سکوں کہ وہ مجھے ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے۔

یہ مروان بن الحکم وہی ہے جو معاویہ کا دست راست ہمراز و مخبر تھا جو معاویہ کے اشارہ پر حضرت عائشہؓ کو ورغلا کر حضرت علیؑ کے مقابل قصاص قتل عثمان کا بہانہ بنا کر جنگ جمل میں کھینچ لانے میں کامیاب رہا اور بطور معاون و مددگار انکے

ہمراہ رہا طلحہؓ و زبیرؓ حضرات کیساتھ خود بھی تخت خلافت پر قبضہ کرنے کے لئے دانت جمائے ہوئے تھا جب ہی تو جنگ کی ہماہمی میں موقع پا کر اپنے ہمراہی غلام کی آڑ لیکر ایک زہر آلود تیر سے ان کی ران کو شدید طور پر جان بوجھ کر لہو لہان کر دیا۔ جبکہ وہ اور طلحہ دونوں ایک ہی لشکر میں علیؑ کے مد مقابل تھے۔ تیر اتنا مہلک تھا کہ ان کی ٹانگ کو چیرتا ہوا گھوڑے کے شکم تک میں اتر آیا۔ گھوڑا زخمی حالت میں بے تحاشہ بھاگ نکلا اور ایک خرابہ کے قریب جا رکا۔ جہاں وہ اور طلحہ دونوں نے دم توڑا دیا۔ ابن سعد سے مروی ہے کہ:۔

"جمل کے دن مروان بن حکم نے طلحہ کو جو عائشہؓ کے پہلو میں کھڑے تھے تیر مارا جو ان کی پنڈلی میں لگا پھر مروان نے کہا، خدا کی قسم اب مجھے عثمان کے قاتل کی تلاش نہیں رہ گئی"۔ (طبقات جلد ۳ ص ۲۲۲)

نوٹ۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مروان سمجھ چکا تھا کہ جناب عائشہؓ کا رجحان کلی بابت خلافت طلحہ ہی کی جانب ہے اور اس کو اپنے اس ارادہ میں کامیابی کے بجائے نا امیدی یقینی ہے۔ دوسرے اس کو یقین تھا جیسا کہ اوروں کا بھی خیال تھا کہ قتل عثمانؓ میں طلحہ کا مخفی ہاتھ شریک یورش تھا اور جو کچھ ہوا تھا طلحہ ہی کے اشارہ و ایما پر ہوا تھا۔ اور وہ بھی شاید اسی لئے کہ وہ خود خلافت کا زریں خواب اپنے حق میں دیکھ رہے تھے جو مروان کو قطعی منظور خاطر نہ تھا محض اسی وجہ سے مروان نے طلحہ کا قتل کر کے اپنے لئے راستہ ہموار کر لیا۔ مگر اس کا بھی یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

ایک موقع پر دوران جنگ یہ فطری و چالاک شخص گرفتار کر لیا گیا اور پھر توبہ تلا کرنے اور اپنے ہتھیار ڈالنے پر امام حسن کی سفارش پر اس کو رہا کر دیا گیا تھا۔ یہ بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے بیعت علیؑ کرنے کے بعد توڑ ڈالی تھی اور پھر معاویہ کے اشارہ و سہارا پا کر جھٹ علیؑ کے خلاف جنگ میں عائشہؓ کے جھنڈے تلے وارد ہو گیا کچھ بزدل قسم کا شخص تھا۔ حتیٰ المکان کسی شجاع و بہادر سے کبھی مقابلہ پر

نہ آتا بلکہ بچا بچا رہتا۔

اس نے فطرتاً و مصلحتاً علیؑ سے بیعت توڑنے کے بعد پھر دوبارہ بیعت کرنے کا اظہار کیا جس پر حضرت علیؑ نے فرمایا "اب مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں۔ یہ یہودی قسم کا ہاتھ ہے۔ اگر ہاتھ سے بیعت کرے گا تو ذلیل طریقہ سے پھر توڑ دیگا اور وہ بھی اتنی دیر کہ کتا اپنی ناک چاٹنے سے فارغ ہو۔ حکومت کرے گا اور اس کے چار بیٹے بھی حکمران ہوں گے اور امت اس کے بیٹوں کے ہاتھوں مصیبت کے دن دیکھے گی"۔ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۷، ص ۲۱۸)

ابن زبیر کے جسم پر ستر زخم لگے تھے اور ان کی حالت غیر تھی پھر بھی لشکر کے ہمراہیوں میں جوش و خروش میں کمی کے آثار نمایاں نہ تھے بلکہ جنگ کو بڑھاوا دیکر جاری رکھنے کا ولولہ بدستور تھا۔ عائشہؓ کے لشکری آگے بڑھنے کی بے سود کوشش میں بکثرت قتل ہوئے۔ لڑائی کسی طرح ختم ہونیکی ڈگر پر نہ آتی۔ کشتوں کے انبار کے علاوہ زخمیوں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر چکی تھی۔ سینکڑوں ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہر طرف بکھرے پڑے تھے۔ عجیب وحشت و سراسیمگی کا عالم تھا۔ صفوں کی ترتیب تتر بتر ہو چکی تھی میمنہ و میسرہ کا فاصلہ و فرق باقی نہ رہا تھا۔ فریقین قلب لشکر سے مل کر دوسرے دستے بھی ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے تھے۔ گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا۔ شور و غوغہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی مالکؓ اشتر و محمد بنؓ حنیفہ نے زبردست قتال کیا کہ دشمن کی ہمت آگے بڑھنے کی جواب دیگئی۔ قلب لشکر پر جناب امیرؑ اپنے چند وفادار ہمراہیوں کے ساتھ سخت چٹان کی طرح ڈٹے رہے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ لافتح کے مدمقابل ہوتا جو بھی قریب آتا لقمہ اجل بن جاتا عبداللہ ابن سبا کا گروہ بھی بڑھ چڑھ کر حملے کرتا۔ کوئی بھاگنے کا اب نام نہ لیتا۔ بلکہ اونٹ کی مہار تھام کر مر جانے کو درجہ شہادت سمجھتے اور بے دریغ کٹ مر رہے تھے۔ مالک اشتر کا قول ہے کہ "جنگ جمل سے زیادہ سخت معرکہ میری نظر سے نہیں گزرا"۔ اونٹ کی مہار اس

قدر لوگوں کے ہاتھوں کھینچی تانی گئی کہ وہ بھی ٹوٹ گئی جس کو بد شگونی سمجھا گیا۔
(کتاب "اہل ذکر" مؤلفہ ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی ۔ اردو ترجمہ نثار احمد ۱۹۹۲ء ص
۲۷۹۔۸۰ قم ایران)۔

باب دہم

اختتام جنگ و اونٹ کا مارا جانا

بالآخر حضرت علیؑ نے دوسروں کے رائے و مشورہ لینے و اتفاق رائے ہو جانے کے بعد یہ تدبیر سوچی کہ جبتک یہ اونٹ زندہ ہے اور اس پر بیٹھی حضرت عائشہؓ ام المومنین کمانڈری کرتی رہیں گی۔ لوگوں کا مجمع اونٹ کے گرد کم نہ ہوگا قتال جاری رہے گا۔ اور مسلمان بے دریغ اسی طرح کاٹے مارے جائیں گے جبکہ دشمن مخالف میں اب کچھ سکت باقی نہ رہی ہے۔ کسی طرح اگر اونٹ مارا جائے تو لڑائی بھی ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اونٹ کی کوچین کاٹ دی جائیں لوگ خود ہی منتشر ہو جائیں گے۔ اونٹ کی مہار اس وقت ایک کوفی نفر بن الحارث کے ہاتھ میں تھی۔

جناب امیرؑ نے جب اونٹ کو پے کئے جانے کی تدبیر سوچی تو چاہا تھا کہ اس کام کو امام حسنؑ ہی انجام دیں امام حسینؑ و امام حسنؑ نے بھی چاہا کہ یہ کام ان کے ہاتھوں انجام پائے۔ تعمیل حکم میں آگے بڑھے مگر آپ کا نیزہ چھوٹا تھا۔ اونٹ کے چاروں طرف لوگوں کا اژدحام بڑھتا گیا لہذا ہر دو اونٹ تک نہ پہونچ پائے۔ مگر پھر امام حسنؑ نے یلغار کی مجمع کو منتشر کیا اور مجمع میں گھس کر بہتوں کو قتل کیا۔

محمد بن حنفیہ مالکؓ اشتر و محمد بنؓ ابی بکر نے بھی بھاری قتال جاری رکھتے ہوئے امام حسنؑ کے لئے راستہ صاف کر دیا اور خود نگرانی کرتے رہے کہ امام حسنؑ کو کوئی گزند نہ پہونچے۔ چنانچہ امام حسنؑ اونٹ تک جا پہونچے اور نیزے سے اس کے شکم پر ضرب لگائی کہ وہ زخمی ہو کر بلبلایا مہار تھامنے والے کو بھی امام نے اپنے نیزے کا شکار بنایا اور وہ بھی مارا گیا۔ اونٹ زخمی ہو کر میدان سے بھاگنے کے لئے ہر سمت موڑ لے رہا تھا چنانچہ جناب عائشہؓ کا ہوج بھی ڈگمگاتا ہوا ہچکولے کھا رہا تھا۔

نوٹ:۔(اس گھڑی مہار شتر تھامنے والے کے نام میں راویوں میں اختلاف ہے۔بعض کا کہنا ہے کہ یہ ایک کوفی زفر بن الحارث تھا اور بعض نے اس کا نام عمر بن الحارث کہا۔بجز یہ کہ یہ کتابت کی بھی غلطی ہو سکتی ہے)۔

مالک اشتر اونٹ کے قریب سے قتال کر کے کسی ضرورت سے واپس ہو رہے تھے کہ ادھر سے قعقاع ابن عمر آرہے تھے اشتر سے بولے تم پھر اونٹ پاس جا کر جنگ کیوں نہیں کرتے اور اونٹ کو پے کرنے میں دیر کیوں کر رہے ہو۔اشتر نے کچھ جواب نہ دیا جس پر قعقاع بولے تم "نہ سمجھنا کہ تم ہی لڑنا جانتے ہو ہم بھی فنون جنگ سے خوب واقف ہیں"۔یہ کہکر قعقاع نے بڑھ کر حملہ کیا کہ اونٹ تک جاسکیں۔حملہ اس قدر شدید تھا کہ بنی عامر کے باقی ماندہ شیوخ بھی یکے بعد دیگرے اونٹ کی حفاظت میں مارے گئے۔

قعقاع نے بجیر ابن دلجہ نجبی سے کہا تم اپنی قوم والوں سے رائے مناسب کر کے اونٹ کے پاس جا کر اس کو مار گرادو تا کہ لڑائی ختم ہو سکے ورنہ اسکا انجام اچھا نظر نہیں آرہا۔ام المومنین تو محض اپنی بیجا ضد پر اڑی ہوئی ہیں جبکہ کسی مورچہ پر بھی ان کو ابھی تک کوئی کامیابی نصیب نہیں ہوئی اور اپنے آدھے لشکر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی ہیں۔اگر خدا نہ کرے اب انکو کوئی صدمہ یا ضرر پہونچا تو بہت بری بات ہوگی۔ہماری تمہاری بہتری و نجات کا یہی راستہ سمجھ میں آتا ہے کہ جنگ کا اب جلد خاتمہ ہو۔

چونکہ فریقین میں ہر قبائل کے کچھ لوگ ادھر اور کچھ ادھر تھے۔لہذا بجر ابن دلجہ جو علیؑ کے لشکر میں تھے اپنی قوم والوں سے بولے کہ مجھے کچھ ضروری بات کہنا ہے۔اجازت دو اور تھوڑی دیر کے لئے امان ہو اور قعقاع کی بات بھی سنو اجازت ملنے پر بجر ابن دلجہ نے وہاں پہونچکر اونٹ کے پاس جا کر تلوار کے ایک وار سے اونٹ کی ایک ٹانگ قلم کر دی اور خود بھی جان بوجھ کر دوسرے پاؤں پر گر پڑے اونٹ بلبلا کر گرنے لگا شکم پر امام حسنؑ کے ہاتھوں نیزے کا زخم پہلے ہی کھا چکا تھا ایسی تیز

ہلاٹ کبھی سننے میں نہ آئی تھی۔ حضرت عائشہؓ مع عماری زمین پر ہیں۔ اونٹ کے گرتے ہی بھگدڑ سی مچ گئی۔ اونٹ کے گرد و پیش کا بچا کھچا لشکر بھی میدان چھوڑ کر "دست بدست دیگرے و پا بہ پائے دیگرے" کی صورت نکل بھاگا۔ جنگ فتح ہو گئی۔ حیدری صفوں میں فتح کے نقارے بجنے لگے۔ قعقاع ابن عمر بآواز بلند بولے "اے لوگوں جنگ ختم ہوئی اب تم سب کو امن ہے"۔ پھر خود زفر کے ساتھ تنگ درسیاں کاٹ کر ہاتھوں ہاتھ عماری کو سنبھال کر زمین پر رکھا اور بعد احترام عائشہؓ سے کہا کہ جو ہونا تھا ہو چکا آپ ملول و متفکر نہ ہوں۔ آپ خود کو سنبھالیں اور ہراساں نہ ہوں بلکہ خود کو قطعی محفوظ سمجھیں۔ آپ کو ہرگز کوئی گزند نہ پہونچے گا۔ (طبری جلد ۵ ص ۲۱۲، احسن الانتخاب ص ۲۶۱ - ۲۴۰ رحمانی پریس تھوی ٹولہ لکھنو ۳ - ۱۹۳۲ء)۔

جناب امیرؑ نے بھی اسلامی قوانین جنگ کے مطابق اعلان فرمایا کہ ہرگز بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے اور مجروح کو قتل نہ کیا جائے کسی لاش کی بے حرمتی یا پامالی نہ ہو۔ کوئی کسی کا سامان نہ چھینے علاوہ سامان حرب و ضرب جو میدان جنگ میں پڑا ملے اور اس کو بھی پہلے اپنے سردار کی تحویل میں جمع کرا دیا جائے۔ کوئی کسی کے گھر میں نہ گھسے نہ عورتوں کی بے پردگی یا بے حرمتی کیجائے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ خود مالک اشترؒ ہی نے اونٹ کی ٹانگوں پر تلوار سے ضرب شدید لگا کر اس کو پے کیا۔ اس سلسلہ میں راویوں میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ کام خود محمدؓ بن حنفیہ نے انجام دیا۔ بعض محمدؓ بن ابی بکر اور بعض قعقاعؓ بن عمر اور یہ کہ اونٹ کی دونوں ٹانگیں کاٹی گئی تھیں (تاریخ ابو الفدا جلد ۱ ص ۱۷۴ و حبیب السیر جلد ۱ ص ۵۱۱ ذکر و حالات جمل) میں بھی کوئی نام مخصوص نہیں ہے بلکہ عبارت اس طرح درج ہے کہ "جب حضرت علیؑ نے دیکھا کہ ایک بڑی جماعت اہل بصرہ کی عائشہؓ کے اونٹ کو گھیرے ہوئے ہے اور سخت حفاظت کے باوجود قتال جاری ہے اور جنگ کسی طرح ختم نہیں ہو رہی ہے تو آپ نے دوسروں سے بھی

مشورہ کیا۔ پھر آپ نے آزمودہ جری سپہ سالار مالک اشتر کو حکم دیا کہ محمد بن ابی بکر جا کر محمد بن الحنیفہ سے کہیں کہ وہ اونٹ کی کوچیں کاٹ دیں۔ چنانچہ متواتر حملے کئے گئے مگر اونٹ کے قریب جانا خطرے سے خالی نہ تھا کیونکہ وہ اب ایک جم غفیرؓ کی حفاظت میں تھا۔ آخر کار امام حسنؑ نے اونٹ کے شکم پر نیزہ مار کر اسے زخمی کر کے اور ایک شخص نے اونٹ کو پے کیا تو وہ بلبلایا اور چکرا کر زمین پر گر پڑا حضرت عائشہؓ بھی مع ہوج زمین پر آرہیں۔ اونٹ کے گرتے ہی فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور سپاہی اس طرح بھاگے جیسے تیز آندھی میں ٹڈیاں یا برگ شجر۔

"بنی تمیم بن مرہ سے ایک شخص عبدالرحمن بن صرو تنوخی سے جس نے حضرت عائشہؓ کے اونٹ کی ٹانگیں قطع کی تھیں پوچھا گیا کہ اونٹ کے پاؤں کیوں قطع کئے تھے۔ کیا جنگ میں فتح یاب ہونے کے لئے اور کوئی صورت نہ تھی۔ وہ بولا! بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے اگر میں اونٹ کی کوچکیں کاٹ کر گرا نہ دیتا تو اس دن عائشہؓ کے بچے کھچے لشکر کا ایک فرد بھی زندہ نہ بچتا"۔ (ماخوذ از تاریخ خواجہ عشمؔ کوفی ص ۲۲۵ ناشر علی پبلیکیشرز میزنگ لاہور)

نوٹ اونٹ کی کوچکیں قطع کرنے والے کے نام میں راویان میں خاصا اختلاف ہے اور کوئی ایک نام پر متفق نہیں ملتا جبکہ واقعہ کا متن ضرور ایک ہے۔

اونٹ کا جلایا جانا اور راکھ کا منتشر کرنا:۔

پھر امیر المومنین کے ارشاد گرامی کے بموجب محمد بن ابی بکر و عمار یاسر نے اونٹ کے ہوج سے بندھے ہوئے تسمے و رسیاں کاٹیں اور ہوج عائشہؓ کو سنبھال کر زمین پر رکھ دیا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس معلون اونٹ کو جلا دیا جائے اور اس کی منحوس راکھ ہوا میں منتشر کر دی جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی اور اونٹ کو مار کر جلا کر اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ "اس چوپائے اونٹ پر خدا کی لعنت ہو کہ یہ بنی اسرائیل کے گوسالے سے کس قدر مشابہ تھا" ("عائشہؓ

کی تاریخی حیثیت" از فروغ کاظمی صاحب ص ۱۴۹ ۔ ادارہ تہذیب ادب ۴۰ خمینی میں میدان ایلچ خان لکھنو ۳ ۔ بحوالہ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۔ ا ۔ ص ۔ ۸۹ ۔ اقتباس)۔

حضرت عائشہؓ کی عماری بعد جنگ :۔

جناب امیرؑ نے حکم دیا کہ جناب عائشہؓ کی عماری مقتولین کے درمیان سے ہٹا کر صاف میدان یں رکھی جائے اور ان کے بھائی محمد بنؓ ابی بکر کو ہدایت کی کہ اپنی بہن کی عماری پر پردہ کے لئے ایک قبہ ، یعنی خیمہ نصب کرادیں اور معلوم کریں کہ انکو کہیں کوئی زخم تو نہیں لگا۔ محمد حسب ہدایت عماری کے پاس گئے اور اپنا سر اندر ڈالتے ہوئے خیریت معلوم کی عائشہؓ نے پوچھا تم کون ہو اور کیوں میری خیرت کے طالب ہوئے ۔ جواب دیا کہ آپ کے گھر والوں میں جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا شخص یعنی آپ کا بڑا بھائی ہوں ۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی کو بخیریت پاکر فرمایا " الحمد للہ خداوند تعالیٰ نے تم کو بھی بخیریت و صحیح و سالم رکھا البتہ ایک تیر میرے بھی لگا اور ہاتھ پر ایک زخم کے علاوہ کوئی گزند نہ پہونچا " ۔

ایک دیگر روایت کے مطابق محمد بنؓ ابی بکر و عمار یاسرؓ دونوں نے عماری کو اونٹ پر سے اتارا اور مقتولین سے الگ کچھ فاصلہ پر رکھ دیا محمد نے عماری کے اندر ہاتھ ڈالا جو حضرت عائشہؓ کے جسم پر لگا ۔ آپ نے غصہ میں آکر کہا کہ وہ ہاتھ جلے جس نے اس جسم کو چھوا ہو جس کو سوائے آنحضرتؐ کے کسی نے نہ چھوا تھا ۔ محمد بنؓ ابی بکر بولے میں تمہارا بڑا بھائی ہوں ۔ محرم ہوں دعا کرو یہ ہاتھ صرف دنیا میں جلے آخرت میں نہ جلے کیونکہ یہ مرد غازی کا ہاتھ ہے ۔ کیا تمہارے نزدیک میں اب بھی گمراہی پر ہوں ۔ کیا علیؑ کی ہمراہی گمراہی ہے ؟ فرمایا نہیں مجھ کو شرمندگی لاحق ہے مجھ کو تو دوسروں نے گمراہ کر دیا تھا ۔

عمار یاسر نے پوچھا اے میری ماں آج آپ نے اپنے لڑکوں کی لڑائی دیکھی ۔

آپ بولیں میں تمہاری ماں نہیں ہوں مجھے اپنی ماں کہہ کر نہ پکارو۔ عمار بولے میں ضرور آپ کو اپنی ماں کہوں گا اور وہی رتبہ دوں گا جو اپنی حقیقی مادر گرامی کو دیتا ہوں خواہ آپ ناراض ہی کیوں نہ ہوں۔ گو کہ میری عمر ۹۰ سال کی ضرور ہے مگر رتبہ میں آپ ام المومنین ہیں اور آنحضرت کی زوجہ جس پر حضرت عائشہؓ شکستہ دل و جھنجلاہٹ کے ملے جلے جذبات میں کہنے لگیں "اب جونکہ تم لوگوں نے فتح پائی ہے تو فخر کر رہے ہو یہ کوئی فتح نہ ہوئی کاش جنگ کچھ اور طول پکڑتی اور تازہ کمک مجھ کو معاویہ بن سفیان حسب وعدہ معرفت مروان بھیج دیتے تو جنگ کا رخ کچھ اور ہی ہوتا۔

اسی اثنا میں ابن مجاشعی حاضر ہوا جو صحرائی بدو قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ عماری میں موقع پاکر جھانکنے لگا۔ جناب عائشہؓ نے سخت غصہ کے عالم میں اس کو بد دعا دی۔" دور ہو۔ تجھ پر لعنت ہو خدا کی اس نے کہا بخدا میں نے حمیرا کو دیکھ لیا آپ اور برافروختہ ہوئیں اور پھر بد دعا دی۔" خدا تیرا پردہ فاش کرے۔ تیرے ہاتھ کٹیں اور لاش برہنہ پڑی رہے "۔ یہ بد دعا اسکے حق میں تیر بہ ہدف ثابت ہوئی۔ بصرہ میں پہلے اسکے ہاتھ کٹے۔ پھر قتل ہوا۔ سولی پر چڑھایا گیا۔ اور لاش بے گور و کفن ازد کے کھنڈر میں پھینک دی گئی۔ (احسن الانتخاب فی ذکر علیؑ ابن ابی تراب" رحمانی پریس تھوی لکھنو ۱۹۳۲ ص ۲۶۳)۔

یہ شخص بنی ضبہ سے تعلق رکھتا تھا اور لشکر عائشہؓ میں شریک تھا۔ اور زخمی ہوا جبکہ جنگ اپنی آخری منزل میں تھی اور فتح لشکر حیدری کے قدم بوسی کے لئے آگے بڑھ رہی تھی۔ آخری اور فیصلہ کن قتال جاری تھا کوفیان ازد کا علم نخف ابن سلیم کے پاس تھا اور پھر علا ابن عرور نے سنبھالا ان ہی کے ہاتھ میں علم تھا کہ جنگ فتح ہوئی۔ کوفیان عبد قیس کے علمدار قاسم ابن سلیم، زید ابن صوحان عبداللہ بن رقیہ منقد بن نعمان اور مرہ ابن منقدر رہے جو یکے بعد دیگرے لڑتے رہے۔ بکر ابن وائل کا علم حرث ابن ذہلی کے ہاتھ میں تھا۔ اس لڑائی میں ان کے خاندان کے پانچ

آدمی وچند بنی مخدوج اور چالیس قبیل ذہل کے قتل ہوئے۔ حارث ابن حسان نے حرث ابن ذہلی سے کہا یہ لڑائی اچھی ہے اگر ہم حق پر ہیں حرث بولے کیوں نہیں ہم ضرور حق پر ہیں گو کہ لوگ کچھ گمراہ ہو کر ادھر ادھر ہو گئے۔ ہم تو آنحضرت کے اہلبیت کیساتھ تھے اور ہیں اور ان کی ہی حفاظت و حق کے لئے اپنی جانیں دے رہے ہیں۔

عمرو بن اہلب جنبی کا واقعہ۔

اس جنگ میں عمرو بن اہلب جنبی بھی زخمی ہو کر زمین پر گرا پڑا تھا۔ اس واقعہ کو مدائنی بیان کرتے ہیں کہ: " میں نے بصرہ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا ایک کان کٹا ہوا تھا۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں میدان جمل میں ہر طرف کشتوں و زخمیوں کا ہولناک منظر دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ ایک زخمی پر نظر پڑی جو کرب کے عالم میں زمین پر اپنا سر دے مارتا تھا۔ میں قریب گیا تو دیکھا کہ وہ دو شعر بڑبڑا رہا تھا ساتھ ہی ساتھ عائشہؓ، طلحہ و زبیر و مروان پر طنز و طعن کر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ وقت اشعار پڑھنے کا نہیں ہے بلکہ توبہ و استغفار کرنے اور کلمہ پڑھنے کا ہے۔ اس شخص نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورا اور پھر گالی و دشنام دیکر بولا کہ تو چاہتا ہے کہ میں آخری وقت میں ڈر کر کلمہ پڑھوں اور اپنی بے صبری کا اظہار کروں۔ یہ سنکر مجھے کچھ ندامت اور کچھ حیرت بھی ہوئی کہ بنی ضبہ اس قدر دین حق سے بے خبر و پست کردار ہیں لہذا اور کچھ کہے بغیر پلٹ پڑا۔ مجھ کو پلٹتے ہوئے دیکھ کر بولا۔ ٹہرو تم نے ٹھیک ہی کہا ہے تمہاری خاطر سہی کلمہ پڑھے لیتا ہوں لیکن کلمہ تو مجھے آتا ہی نہیں پہلے تم سکھا تو دو لہذا اسے کلمہ پڑھانے کے لئے جب اس کے قریب ہوا تو بولا اور قریب آو بالکل کان کے قریب آکر ذرا تیز آواز سے میرے کان میں کلمہ پڑھو تا کہ میں سمجھوں اور دہراؤں کیونکہ میں اونچا سنتا ہوں میں نے کار ثواب سمجھ کر جب اس کے کان کے بالکل قریب ہو گیا تو اس نے میرا کان اپنے دانتوں سے اس قدر زور سے چبایا کہ میرا کان کٹ کر اس کے تیز دانتوں کے بیچ ہو رہا اور میں لہولہان ہو گیا۔ جب میں اس پر لعن

طعن کرتا ہوا چلنے لگا اور یہ سوچا کہ "جو آپ ہی مر رہا ہو اس کو اگر مارا تو کیا مارا" مگر وہ پھر بولا کہ میری ایک بات اور سن لو۔ میں نے بھی جلے دل سے جواب دیا کہ "اب اور جو کچھ تیرے دل میں ہے کہہ ڈال اور اپنی جو حسرت ہو پوری کرے"۔ وہ بولا کہ جب اپنی ماں پاس لجانے کا اتفاق ہو اور وہ کان کاٹنے کا ماجرا پوچھے تو کہنا کہ جنگ جمل کے ایک معزوب عمرو بن اہلب جنبی نے جو خود ایک ایسی عورت کے دھوکہ میں آگیا جو ام المومنین کے علاوہ امیر المومنین بھی بننا چاہتی تھی۔ اور وہ اشعار بھی میں اس ہی کی نسبت بطور ہجو پڑھ رہا تھا۔ پھر اس سپاہی نے بھی عمیرو کا کان کاٹ لیا اور کہا کہ جب تم اپنی ماں پاس جانا اور وہ کان کاٹے جانے کا ماجرا پوچھے تو کہنا کہ ایک حیدری سپاہی نے کلمہ نہ پڑھنے کے عیوض میدان جنگ میں ایسا کیا البتہ جان سے نہ مارا۔

نوٹ (بعض روایان نے "عمرو اور بعض نے عمیرو" بیان کیا ہے۔ باقی ولدیت وقبیلہ وہی ہے)۔

حضرت عائشہؓ کا بعد جمل اظہار افسوس وتاسف کرنا:۔

حضرت عائشہؓ نے اپنی اس خطائے اجتہادی پر کہ قصاص قتل عثمانؓ کا عذر لنگ لیکر دوسروں کے بہکائے میں آگئیں اور اصلاح المسلمین کا یہ طریقہ جو انہوں نے بصورت خروج برامیر المومنین علیؑ اختیار کیا مناسب نہ تھا اور اس پر عمر بھر تاسف کیا اور کبیدہ خاطر رہیں ابن ابی شنیہ کا کہنا ہے کہ آپ آخر کہا کرتی تھیں کہ "کاش میں آج سے ۲۰ برس پہلے مرچکی ہوتی کہ یہ برے دن دیکھنے کو نہ ملتے۔ کاش میں اایک درخت کی شاخ ہوتی تو بہتر تھا کہ اس واقعہ میں میرے قدم نہ آتے"۔

تاریخ طبری میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک بصری آپ سے ملاقات کرنے کو آیا آپ نے پوچھا کیا تم جمل میں ہماری لڑائی میں شریک تھے۔ اس نے کہاں ہاں۔ آپ نے پھر پوچھا تم اس کو بھی جانتے ہو جو رجز پڑھ رہا تھا (یا امنا یا خر ام تعلیم) اس

نے کہا وہ تو میرا بھائی تھا۔ یہ سنکر آپ آبدیدہ ہو گئیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ بروقت وفات آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے روضہ نبوی میں آنحضرت کے پاس نہ دفن کرنا بلکہ بقیع میں دیگر ازواج کے پاس دفن کرنا (مگر افسوس کہ معاویہ نے آپ کی یہ وصیت پوری نہ ہونے دی جس کی بدولت آج تک آپ کی قبر کا نشان صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ بوجہ اختصار اس واقعہ کو بے محل جانتے ہوئے تحریر نہیں کیا جا رہا ہے)۔

حاکم "مستدرک" میں یہ اور اضافہ ہے کہ آپ نے بھی فرمایا تھا کہ میں نے آنحضرت کے بعد ایک جرم کیا ہے جس پر میں نادم ہوں۔ "طبقات" ابن سعد میں ہے کہ جب آپ آیت "و قرن فی بیوتکن" یعنی اے ازواج نبی تم اپنے گھروں میں وقار سے بیٹھی رہو پڑھتیں تو اس قدر روتیں کہ آنچل تر ہو جاتا۔

بلاغات النساء صفحہ ۸ میں درج ہے کہ واقعہ جمل کے بعد عائشہؓ ہر وقت حیران و پریشان نظر آئیں گویا ان کو گہرا صدمہ و اضطراب لاحق تھا۔ لوگوں کے اسرار پر کہ آپ تو ام المومنین ہیں آپ اس قدر ملول و مضطرب کیوں رہتی ہیں۔ کون سی شے آپ کو باعث آلام و تشویش ہے۔ فرمایا! "یوم جمل میرے گلے میں اٹکا ہوا ہے۔ کاش اس دن سے پہلے میں مر چکی ہوتی۔ یا پھر پیدا نہ ہوئی ہوتی"۔ جناب عائشہؓ نے اپنی بیماری کے دوران ایک مرتبہ لوگوں سے بطور وصیت کہا تھا کہ میں نے آنحضرت کے انتقال کے بعد کچھ نئے نئے کام کئے ہیں جو ان کی مرضی و حکم کے خلاف تھے لہذا مجھے رسولؐ کے پاس دفن نہ کرنا"۔

ذہبی کا کہنا ہے کہ ان نئے نئے کاموں سے مراد عائشہؓ کا قصاص قتل عثمانؓ کا عذر لنگ لیکر جمل میں شرکت جنگ کرنا اور خلافت علیؑ میں نافرمانی دخل اندازی و شر انگیزی کرنا ہے۔

"عقد الفرید" جلد ۲ ص ۱۹۰ میں ہے کہ مغیرہ بن شعبہ ایک دن عائشہؓ کے پاس آیا تو انہوں نے اس سے فرمایا کہ اے ابو عبداللہ کاش تم مجھے جنگ جمل میں

دیکھتے کہ تیر کس طرح میرے ہوج کو چیرتے ہوئے نکل رہے تھے ۔ مغیرہ نے جلا کٹا سا جواب دیا کہ کاش ان تیروں میں سے کوئی تیر آپ کا خاتمہ بھی کر دیتا جس پر عائشہؓ چین بہ جبین ہو کر بولیں آخر یہ کیوں ؟ مغیرہ نے جواب دیا " تمہارے قتل سے اس سعی قتل کا کفارہ ہو جاتا جو عثمانؓ کے لئے آپ نے کی ہے " ۔

نوٹ (عائشہؓ کی تاریخی حیثیت " مؤلف جناب فروغ کاظمی صاحب نے ص ۴۲ پر بھی " الخلفا " حصہ دوئم سے ایسی ہی عبارت کو ماخوذ کیا ہے)

مشہور مؤلف و محقق عبدالکریم مشتاق مرحوم اپنی حالیہ تصنیف " شیعہ مذہب حق ہے " ناشر رحمت اللہ بک ایجنسی ۔ بمبئی بازار نزد خوجہ مسجد کھارادر کراچی ۲ میں ص ۲۸۳ پر سورہ احزاب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں " آدمی کروڑ مرتبہ بھی کلمہ لا الہ اللہ محمد درسول اللہ " کہے وہ اس وقت تک مسلمان یا مومن نہیں کہلا سکتا جب تک وہ اتباع و اطاعت حکم اللہ و رسول اسلام پر دل سے راضی ہو کر عامل بہ عمل نہ ہو " چنانچہ سورہ احزاب میں واضح ارشاد الہیٰ ہے " کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ و رسول کوئی فیصلہ کریں تو پھر اس مومن مرد یا عورت کو اپنے امر کا کوئی اختیار رہ جائے اور جو شخص خدا و رسول کی حکم عدولی کرے گا وہ گمراہ ترین ہوگا " ۔ اب قارئین و متلاشی راہ حق و انصاف کو خود فیصلہ کرنا ہے کہ جناب عائشہؓ کا گھر سے نکلنا لشکر جمع کرنا ۔ علیؑ پر خروج کرنا اور جنگ جمل میں اونٹ نشین ہو کر لشکر کی کمانڈری کرنا ۔ ہزاروں مسلمانوں کو کٹوا مروا دینا ۔ پھر شکست خوردہ ہو کر خانہ رسول میں بحکم علیؑ واپس ہونا اور اپنے کئے پر باقی عمر تاسف کرنا ان کی ذات گرامی بطور ام المومنین سے کہاں تک جائز و مناسب تھا ۔ اور ان کو ان غیر شرعی افعال و اقدام کے تحت کس فہرست میں شمار کیا جائے ۔ محبان اہلبیت میں یا دشمنان اہلبیت میں ؟ عقل دنگ وحد ادراک و فہم تنگ نظر آتی ہے ۔ تاہم زوجہ رسولؐ اسلام ہونے کے ناطے وہ لائق صد احترام تو ضرور ہیں جو کچھ ہوا غلط فہمی ، ورغلائے جانے و خطائے اجتہادی کی بنا پر ہوا ۔

باب یازدہم

واقعات بعد جنگ جمل

بعد خاتمہ جنگ اولاً احنف بن قیس اپنے ہمراہ بنی سعد کو لیکر جناب امیرؑ کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا "اب تم آئے ہو اب تک انتظار کر چکے" جواب دیا "میں نے اپنے حق میں یہی بہتر جانا جو کچھ ہوا آپ کی مرضی و حکم سے ہوا آپ نرمی اختیار کیجئے۔ آپ کا راستہ دور دراز کا ہے۔ آئندہ موقع وحادثات میں مجھے اپنا مخلص دوست سمجھئے۔ میں ہمیشہ ہی آپ کا ہمدرد و ہمنوا ہوں"۔

حضرت علی کا وارد بصرہ ہونا:۔

دوشبہ کے روز جناب امیر بطور فاتح بصرہ میں داخل ہوئے تمام اہل بصرہ و سرداران قوم مع اپنی جماعت حاضر ہوئے اور سب نے آپ کی بیعت قبول کی۔ زخمی و طالب امان بھی بیعت میں داخل ہو گئے۔ عبدالرحمن بن ابی بکرہ نے بھی بیعت کی۔ امیرالمومنین نے ان سے پوچھا مجھ سے علیحدہ ہو کر انتظار میں چپ چاپ بیٹھے رہنے والے ابو بکرہ کس حال میں ہیں عبدالرحمن نے کہا بیمار ہیں ورنہ وہ خود بھی آتے وہ تو آپکے خیر خواہوں میں سے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ ان کے ہمراہ ابو بکرہ کی عیادت کو گئے اور شکایت کی کہ تم بھی اس نازک مرحلہ میں الگ ہو کر حالات کے منتظر رہے۔ ابو بکرہ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اس درد قلب نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔ نشست و برخاست کی بھی طاقت و ہمت باقی نہ تھی ورنہ ضرور حاضر ہوتا۔ آپ نے ان کا عذر قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ بصرہ کی حکومت تم کو سونپ دوں وہ کہنے لگے زیادہ بہتر ہوگا کہ آپ اپنے ہی خاندان میں سے کسی کو مقرر کریں۔ آپ نے فرمایا "ہمارے خاندان کا کوئی بھی فرد جاہ و مرتبہ، حشمت و حکومت کا طالب

نہیں ہے۔

جناب امیرؑ وہاں سے اٹھ کر عائشہؓ کے پاس عبداللہ بن خلف کے مکان میں تشریف لائے جہاں وہ ہنوز مقیم تھیں۔ بصرہ میں یہ مکان بہت بڑا تھا۔ جنگ میں عبداللہ بن حلف حضرت عائشہؓ کی طرف سے شہید ہوئے تھے اور ان کے بھائی عثمان بن خلف علیؑ کیطرف سے شہید ہوئے تھے۔ عورتیں گھر میں جمع تھیں اور اپنے اپنے مقتولین کو یاد کر کے گریہ وبکا کر رہی تھیں گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ آپ نے سب کو تسلی دی (احسن الانتخاب ص ۱۶۵)۔

صفیہ زوجہ عبداللہ بن خلف کی بدزبانی وگستاخی:۔

ان ہی عورتوں میں صفیہ زوجہ عبداللہ بن حلف بھی تھیں آپ کو دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو کر کہنے لگی۔ "اے علیؑ! دوستوں کے قاتل جماعت میں تفرقہ ڈالنے والے۔ام المومنینؓ کی بات نہ ماننے والے اور ان کو ہزیمت دینے والے خدا تمہارے بچوں کو بھی یتیم کرے جس طرح تم نے عبداللہ کے بچوں کو یتم کر ڈالا اور تم کو خدا اپنی رحمت سے دور رکھے"۔ آپ نے اس کی ان لغو کلمات کی کوئی پرواہ نہیں کی اور نہ کوئی ترش جواب دیا سلام کر کے حضرت عائشہؓ پاس بیٹھ گئے اور کہا کہ ذرا صفیہ کی زبان درازی دیکھئے کہ مجھ کو بلاوجہ برا بھلا کہہ رہی ہے۔ میں نے اس کو جب دیکھا تھا جب یہ لڑکی تھی۔ میری نظر میں اب بھی وہی ہے۔

جناب امیرؑ کے ہمراہ اس گھر میں حضرت حسنینؑ و دیگر صاحبزادے حضرت عباسؑ، ابو حنیفہؑ اور چند بنی ہاشم کے لوگ بھی گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے عبداللہ ابن زبیر کی سفارش کی کہ انکو امن دیا جائے جس کو آپ نے منظور کیا۔ حضرات حسنینؑ نے مروان بن الحکم و ولید بن عقبہ و حضرت عثمانؓ کے دونوں پسران کے حق میں امان کی سفارش فرمائی آپ نے اسکو بھی منظور کیا۔ جب امیر المومنینؑ واپس ہونے لگے تو صفیہ نے پھر گستاخی کی اور برا بھلا کہنا شروع کیا اور دیگر مستورات نے

بھی اسکا ساتھ دیا۔ قبیلہ ازد کے ایک آدمی نے کہا کہ یہ گستاخ عورتیں جانے نہ پائیں ان کو اس گستاخی کی سزا ہمیں ملنی چاہیئے انہوں نے کیا کچھ نہیں کہہ ڈالا۔ آپ اس شخص کے یہ کہنے پر ناخوش ہوئے اور فرمایا " ان کی بے پردگی کرنا۔ گھروں میں گھسنا اور ان کو ذلیل کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ خبردار اس کا خیال نہ کرنا۔ وہ جو چاہے کہیں خواہ وہ تم کو دشنام ہی کیوں نہ دیں تمہارے سرداروں کو برا کہیں۔ وہ ناقص العقل ہیں تم کو تو زنان مشرکین سے بھی ہاتھ روکنے کا حکم ہے یہ تو مسلمان ہیں۔ ان کو ایذا دینا سخت گناہ ہوگا "۔ دو آدمیوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ دو دیگر اشخاص جناب عائشہؓ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ ایک کہہ رہا ہے ہماری ماں کو کیسی سزا ملی کہ ان کے لڑکے ان سے منحرف ہو گئے۔ دوسرا کہتا ہے ائے میری ماں اپنے گناہوں سے توبہ کیجئے۔ یہ بیج آپ ہی کا بویا ہوا ہے کہ قصاص عثمانؓ کا عذر لنگ لیکر خلیفہ پر خروج کیا۔ جناب امیرؑ نے قعقاع کو بعد تحقیقات ان کو پکڑ لانے کا حکم دیا چنانچہ پتہ چلا کہ قبیلہ ازد ہی کے دو کوفی عجلان و صعد ابن عبداللہ ہیں وہ دونوں پکڑ کر حضرت کے سامنے پیش کئے گئے جناب امیر نے ان کو برہنہ کر کے سو سو درے لگوائے۔ ام المومنینؓ کی عزت و حرمت کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ ان کی برائی برداشت نہ کر سکے۔ جبکہ ان کی موجودگی میں صفیہ کی گستاخی اپنی شان میں بغیر سزا دیئے قبول کی اور اسکو درگزر کیا۔ اس بلند کرداری کی مثال شاذ و نادر ہی ملے گی۔ (" احسن الانتخاب " مؤلف شاہ محمد علی حیدر، رحمانی پریس تھوی ٹولہ لکھنو۔ انڈیا۔ مطبوعہ ۱۹۳۲)۔

ابو بکر ابن شہبا سے روایت ہے کہ کسی نے اصحاب جمل کے بارے میں امیر المومنینؑ سے سوال کیا کہ کیا وہ مشرک تھے آپ نے کہا " نہیں " شرک سے وہ بھاگے اور اسلام قبول کیا۔ سوالی نے پھر پوچھا کیا وہ منافق تھے ؟ جواب دیا " نہیں " منافق اللہ کو کم یاد کرتے ہیں پھر پوچھا تو کس درجہ کے تھے۔ فرمایا " ہمارے مسلمان بھائی تھے ہم سے باغی ہو گئے تھے "۔

عقد الفرید میں ہے کہ جب جناب امیرؑ مقتولین کی لاشیں بعد فتح جنگ جمل ملاحظہ کر رہے تھے تو محمد بن ابی بکر و عمار یاسر بھی ہمراہ تھے۔آپ فرماتے جاتے تھے کہ "ہم کو ان مقتولین کو اے رب کریم بخش دینا۔ہمارے حریف کا خیال تھا کہ ہم نے ان پر ظلم کیا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ سب کچھ ان کی زیادتی اور حد سے تجاوز کرنے سے ہوا کہ انہوں نے مجھ پر بلا عذر معقول خروج کیا اور وارد میدان کارزار ہوئے۔ہمارا یہ خیال ان کی جانب ہرگز نہ تھا کہ ہم کافروں سے جنگ کر رہے ہیں یا وہ کافر تھے یا ہیں بلکہ ہمارے مسلمان بھائی تھے اور ہیں"۔

انتظامات بعد فتح جنگ:۔

۱)۔ لشکر کو لوٹ مار کرنے سے باز رکھنا:۔

بعد فتح جنگ حضرت علیؑ نے اپنے لشکر کو لوٹ مار کرنے سے سختی سے منع کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ اچھا حکم ہے۔خون تو ہمارے لئے حلال ہے مگر مال حرام۔ آپ نے فرمایا کہ اہل قبلہ کی جملہ لڑائیوں میں یہ طریقہ مسنونہ جاری ہے کہ بعد فتح ان کا مال و اسباب لوٹنا جائز نہیں۔تب بھی انہوں نے کہا کہ یہ کیوں اور کیسے ہے ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔تب آپ نے فرمایا کہ "پھر تم سب ملکر عائشہؓ کو لوٹ لو قرعہ اندازی کر لو جس کے نام نکلے وہ ان کو لوٹ لے اور لیجاوے"۔سب بول اٹھے بھلا یہ کیسے ممکن ہے وہ تو ہماری ماں ہیں۔زوجہ رسولؐ پاک ہیں۔وہ اور ان کا مال متاع تو ہم پر حرام مطلق ہے۔آپ نے فرمایا کہ "جب تمہاری ماں کی یہ نسبت ٹھری اور انکو لوٹنا حرام سمجھتے ہو تو اسی طرح سے انکا وان کے لشکر کا مال و اسباب بھی تم پر حرام ہے"۔یہ سنکر فرقہ سبائیہ جس نے جنگ و قتال میں اہم رول ادا کیا تھا شش و پنج میں پڑ گئے تو آپ نے فرمایا کہ "ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔جب ہم سے انہوں نے اعراض کیا اور جنگ سے رکے رہے تو وہ ہم میں مل گئے اور جب انہوں نے ہم پر خروج کیا اور ہمارے خون کے خواہاں ہو گئے تو ہمارے دشمن ہو گئے

ہم نے اپنی دفاع میں ان سے جنگ کی اللہ نے ہم کو فتح دان کو شکست سے ہم کنار کیا ۔ بعد واقعہ جمل آپ یہی فرماتے تھے کہ خداوند میں تیرے حضور اپنا عرض حال کرتا ہوں اور اپنی قوم کی گمراہی کی شکایت کرتا ہوں جس نے خود بھی دھوکہ کھایا اور مجھے بھی دھوکہ دینے کی پوری کوشش کی اور آپس میں کشت وخون کرا دیا۔"

۲) ۔ بیت المال کا معائنہ

جب عائشہؓ مدینہ کو روانہ ہو گئیں تو حضرت علیؑ بعد پانے فراغت اہل بصرہ مہاجرین و انصار کے ہمراہ بیت المال برائے معائنہ تشریف لے گئے ۔ خزانہ میں دولت و اشرفیوں کے ڈھیر دیکھ کر بولے کہ "اے دنیا تو اپنی زرد رنگت پر دوسروں کو فریب دے سکتی ہے مجھ کو نہیں" ۔ ایک روایت کے مطابق مال غنیمت ساٹھ (۶۰) لاکھ تھا بصورت درہم ۔ آپ نے وہ رقم خطیر نکلوا کر غربا و مستحقین میں تقسیم کرادی ۔ فی کس ۵۰۰ کی رقم دی گئی ۔ پھر اہل لشکر سے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو شام پر بھی فتح مرحمت فرمائی تو تمہارے وظائف کے علاوہ اس قدر روپیہ اور دیا جائیگا۔

۳) ۔ فرقہ سبائیہ پر نگاہ: ۔

جناب امیر کا ارادہ تھا کہ کچھ دن اور بصرہ میں قیام کریں تاکہ وہاں کا انتظام و انصرام مزید مستحکم کر دیں پھر دوسری طرف متوجہ ہوں مگر فرقہ سبائیہ نے ٹھہرنے نہ دیا ۔ یہ فرقہ جنگجو، دلیر اور نڈر تھا ۔ حضرت علیؑ کا حامی و طرفدار تھا ۔ یہ لوگ بعد فتح جمل بہ عجلت تمام بغیر اجازت و اطلاع دوسری طرف روانہ ہو گئے ۔ آپ نے ان کا تعاقب کیا اس خیال سے کہ کہیں یہ لوگ کچھ اور نہ کر بیٹھیں لہذا فوری روک تھام کر دی جائے (ابن اثیر) ۔

۴) ۔ بصرہ و دیگر اضلاع و ممالک پر تسلط ۔

پھر عبداللہ ابن عباس کو بصرہ کا والی مقرر کیا اور خراج و بیت المال پر زیاد کو

مقرر کیا اور ابن عباس کو زیاد کی رائے و مشورہ کے لحاظ رکھنے کی بھی ہدایت کی اور خود کوفہ کو روانہ ہو گئے اور وہاں پہونچکر کوفہ، عراق، خراساں یمن، مصر و حرمین کا انتظام کیا۔ شام کے علاوہ تمام ممالک پر قبضہ ہو گیا۔

۵)۔ حضرت علیؑ کا قیام کوفہ و دارالخلافہ کی تبدیلی:۔

معاویہ امیر شام کے حالات جو اس دور میں نمایاں ہوئے وہ کسی طرح بھی تسلی بخش نہ تھے بلکہ خطرہ سے خالی نظر نہ آئے تھے۔ فتح جمل کے بعد وہ علیؑ کی کھلم کھلا مخالفت کرتا اور عوام کو آپ کے خلاف اکساتا رہتا بلکہ بغاوت کی ترغیب دیا کرتا چنانچہ اندیشہ ہوا کہ اگر معاویہ نے عراق و فارس پر اپنا اقتدار مستحکم کر لیا تو پھر مزید مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔ اس خیال سے جناب امیر نے مدینہ کے بجائے کوفہ ہی کو اپنا دارالحکومت مقرر کیا کہ وہاں سے ہر سمت جانے میں زیادہ دشواری و زحمت در پیش نہ ہو اور ہر ممکن بغاوت کو بہ آسانی فرد کیا جا سکے۔ آنحضرت کے زمانہ ہجرت سے آج تک خلافت کا صدر مقام مدینہ طیبہ چلا آتا تھا۔ ۳۶ھ میں بعد جنگ جمل کوفہ دارالخلافہ ہو گیا اور پھر مدینہ کو خلافت کا صدر مقام ہونا نصیب نہ ہو سکا۔ اس تبدیلی سے اہل مدینہ کو بھی دشواری و ناگواری ہوئی مگر چونکہ حالات غیر اطمینان بخش نظر آ رہے تھے لہذا وقت و حالات کا تقاضہ یہی تھا۔

۶)۔ کوفہ میں علیؑ کا استقبال:۔

جناب امیرؑ کوفہ میں ۱۳ رجب کو بروز دوشنبہ داخل ہوئے۔ اہل کوفہ نے اپنے فاتح امیر المومنین کو خاطر خواہ خوش آمدید کیا اور قصر الامارت میں شایان شان مہمان نوازی کا سامان کیا لیکن شہنشاہ صبر و قناعت نے قصر الامارت میں ٹھہرنے سے انکار کیا اور ان عالیشان محلات کو حقیر جانا اور کہا مجھے یہ عیش و عشرت کے سامان کی چنداں ضرورت نہ ہے۔ میرے لئے میدان کافی ہے اور میدان ہی میں اترے۔ پھر

مسجد کوفہ جاکر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور جمعہ کے روز ایک نہایت موثر خطبہ ارشاد فرما کر لوگوں کو تعلیمات اسلامی کے مطابق اتفاق، اخوت، پرہیزگاری ۔ وفا شعاری کی ہدایت کی ۔ بہتوں نے دست مبارک پر بیعت قبول کی ۔

کوفہ میں آپ کے مستقل قیام اور دارالخلافہ کی تبدیلی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کے فتنہ قتل سے حرم مدینہ کی جو توہین ہوئی تھی اس کا قلق اور صدمہ آپ کو شدید ہوا کہ آپ نے مجبور ہو کر مدینہ منورہ ایسے علمی، مذہبی و مقدس مقام کو سیاست کا گہوارہ نہ بنے دینا بہتر و مناسب جانا ۔ علاوہ ازیں کوفہ میں اس وقت آپ کے حامی و طرفداروں کی بڑی تعداد موجود تھی الغرض کوفہ میں رہ کر حکومت و خلافت کا انتظام از سر نو شروع کیا ۔

۷) ۔ نیشاپور کی بغاوت فرو کرنا: ۔

مدائن پر یزید ابن قیس، اصفہان پر محمد بن سلیم، کسکر پر قدامہ ابن عجلان اور خراساں پر خلید بن قبرہ کو مامور کیا ۔ جب خلید ابن قبرہ خراساں پہونچے تو معلوم ہوا کہ خاندان کسریٰ کی ایک لڑکی نے نیشاپور پہونچکر بغاوت کرادی ہے ۔ خلید نے نیشاپور پہونچکر بغاوت کو فرو کیا اور لڑکی کو بارگاہ امیرالمومنین میں پیش کیا گیا ۔ آپ نے اس کے ساتھ لطف و کرم کا سلوک کیا اور بعد تنبیہ و ہدایت اسکو آزاد کر دیا کہ جہاں چاہے رہے اور جس سے چاہے نکاح کرے ۔

۸) ۔ جزیرہ موصل پر مالک اشترؓ کی ماموری: ۔

پھر آپ نے جزیرہ موصل اور شام کے متعلقہ علاقوں پر مالک اشتر کو مامور کیا بعد ازاں اشتر نے بعض دیگر علاقوں پر بھی قبضہ کر کے اپنا اقتدار جمالیا ۔ اس طرح شام کے علاوہ تمام ممالک پر حضرت علیؑ کا قبضہ ہو گیا ۔ شام معاویہ کے ماتحت تھا اور کل اہل شام علیؑ کے مخالف اور معاویہ کے طابع تھے اور گروہ خوارج کا بھی یہی گڑھ تھا جو حضرت علیؑ کے صف اول کے دشمن تھے ۔ کوفہ میں بھی ۔ بجا معاویہ کے

ایجنٹ کام کر رہے تھے ۔ کوفہ کا علاقہ حساس اور فوجی بھرتی کا مرکز بھی تھا لہذا حضرت علیؑ کو کوفہ کی جانب اپنی توجہ خاص مبذول کرنا پڑی اور مدینہ منورہ کو خیر باد کہنا پڑا۔

معاویہ موقع کی گھات میں تھا کہ کس طرح خود کو امیر شام کے بجائے خلیفتہ المسلمین کہلاسکے اور علیؑ کو معزول کیا جاسکے معاویہ کو یہ خطرہ بھی لاحق تھا کہ اس کی خفیہ سازشیں علیؑ کے خلاف و عائشہؓ کے حق میں اپنے مصاحب خاص مروان بن الحکم کے ذریعہ فوجی امداد مہیا کئے جانے کا پردہ فاش ہو چکا ہے لہذا اس کی اپنی ساکھ داغدار ہو جانے کے باعث اس کی امیری بھی ڈگمگاتی نظر آرہی تھی ۔ علیؑ کا قیام کوفہ اس کے لئے اور باعث تردد و گھبراہٹ بنا ہوا تھا۔

۹) ۔ حاکم رئے و اسکے غبن کا مسئلہ :۔

معاویہ کے عامل ضحاک ابن قیس نے اپنی فوجی طاقت کافی بڑھالی تھی اور ایک معرکہ میں مالک اشتر نخعی کا مقابلہ کر کے ان کو موصل واپس ہو جانے پر مجبور کیا۔ پھر اشتر نے بھی موصل میں قیام کر کے شامی فوجوں سے لوہا لیا اور اس سیلاب بغاوت کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا۔ دراین اثناء حضرت علیؑ نے یزید بن حجبہ تیمی کو رئے کا حاکم بنایا۔ انہوں نے خراج میں ۳۰ ہزار الٹ پھیر کر کے بیت المال میں غبن کیا۔ حضرت علیؑ نے بعد مکمل تفتیش بلا کر درون کی مار دیکر قید کر لیا۔ پھر ان کو مولا سعد کے سپرد کر دیا۔ یزید بن حجبہ تیمی کسی طرح چکمہ دیکر ان کی حراست سے نکل بھاگا اور معاویہ پاس جاملا اور وہیں رہنے لگا۔ روپیہ کی ادائیگی معاویہ ہی کو بھرنی پڑی ۔ یہ علیؑ کی برائیاں کرتا رہا۔ معاویہ تو ایسے لوگوں کی خود تلاش میں رہتا تھا چنانچہ انکو اپنے ہمراہ عراق لاکر رئے کا دوبارہ حاکم منجانب خود مقرر کر دیا۔

اہل بصرہ کی مذمت میں پیشگوئی :۔

جناب امیر نے حضرت عائشہؓ کی اتباع کرنے و آپ سے انحراف کرنے والوں

کے بارے میں جنگ جمل کے موقع پر جب لشکر عائشہؓ شکست خوردہ ہو کر بھاگ رہا تھا فرمایا جس پر فاتح لشکر نے نعرہ ہائے تحسین بلند کئے۔

"تم ایک عورت کی سپاہ گمراہ و ایک چوپائے کے تابع تھے جو بلبلایا تو تم لبیک کہتے ہوئے بڑھے اور وہ زخمی ہو کر گرا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم پست اخلاق ہو۔ عہد شکن ہو۔ تمہارے دین کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے۔ تمہاری زمین کا پانی تک شور ہے تم میں اقامت کرنے والا عذاب الہیٰ کے جال میں پھنسا ہوا ہے اور تم سے نکل جانے والا خدائے پاک سے رحمت پانے والا ہے۔ وہ منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے جب کہ تمہاری مسجد یوں نمایاں ہوگی جسطرح کشتی کا سینہ اللہ نے تمہارے شہر بصرہ پر اس کے اوپر اور نیچے عذاب و عتاب بھیج دیا ہو اور وہ اپنے بسنے والوں سمیت غرقاب ہو چکا ہوگا"۔ (خطبہ نمبر ۱۳ نہج البلاغہ ص ۱۱۹)۔

.....ایضاً.....

ایک دیگر روایت میں یوں ہے "خدا کی قسم تمہارا شہر غرق ہو کر رہے گا اس حد تک کہ تمہاری مسجد کشتی کے اگلی جگہ یا سینے کے بھل بیٹھے ہوئے شترمرغ کی طرح گویا مجھے نظر آرہی ہے۔ یا جیسے پانی کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ ڈوبا ہوا ہو"۔

(ایک اور روایت میں اسطرح ہے) "تمہارا شہر اللہ کے سب شہروں سے مٹی کے لحاظ سے گندا اور بدبودار ہے یہ سمندر کے پانی کے قریب اور آسمان سے دور ہے برائی کے دس حصوں میں سے نو حصے اس میں پائے جاتے ہیں جو اس میں آپہونچا وہ اپنے گناہوں میں اسیر ہے اور جو اس سے نکل گیا عفو الہیٰ اس کے شریک حال رہا۔ گویا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ سیلاب نے اسے اس حد تک ڈھانپ لیا ہے کہ مسجد کہ کنگوروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے سمندر کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ۔ تمہاری عقلیں سبک اور دانئیاں خام ہیں تم ہر تیر انداز کا نشانہ۔ ہر کھانے والے کا لقمہ اور ہر شکاری کی صید افگنیوں کا شکار ہو"۔ (خطبہ نمبر ۱۴ نہج البلاغہ ص ۱۲۷)۔

نوٹ۔ ابن الحدید رقم طراز ہے کہ امیر المومنینؑ کی اس پیشگوئی کے مطابق بصرہ دو مرتبہ غرقاب ہوا۔ ایک دفعہ قادر باللہ کے دور میں اور دوسری مرتبہ قائم با امر اللہ کے عہد میں اور غرق ہونے کی بالکل یہی صورت تھی کہ شہر تو زیر آب تھا اور مسجد کے کنگورے پانی کی سطح پر یوں نظر آتے تھے جیسے کوئی پرندہ سینہ ٹیکے بیٹھا ہو۔ (برحاشیہ صفحہ ۱۲۷ نہج البلاغہ۔ آخری سطور)۔

عورتوں کی فطرت کی مذمت میں ارشاد:۔

جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؑ نے عورتوں کی مذمت میں فرمایا۔" اے لوگو! عورتیں ایمان میں ناقص ہوتی ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ ایام کے دوران ان پر روزہ نماز ساقط ہوتا ہے اور ناقص العقل ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے اور حصہ و نصیب میں کمی یوں ہے کہ میراث میں ان کا حصہ مردوں سے آدھا ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں نازل ہوا ہے کہ خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا (یومیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین) اس سے عورت کی کمزوری کا پتہ یوں چلتا ہے کہ میراث میں اس کا حصہ نصف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسکی کفالت کا بار مرد پر ہوتا ہے۔ بری عورتوں سے دور رہو اور اچھی عورتوں سے بھی چوکنا رہا کرو۔ تم ان کی اچھی باتوں کو بھی خوب سمجھ بوجھ کر اور پرکھ کر ہی مانو۔ تاکہ آگے بڑھ کر وہ بری باتوں کو منوانے پر نہ اتر آئیں۔ اگر ان کو یہ بھی وہم ہو گیا کہ اس میں ان کی خوشنودی کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے تو وہ ہاتھ پکڑتے ہوئے پہنچہ پکڑنے پر اتر آئیں گی اور پھر یہ چاہیں گی کہ ان کی ہر بری بات کو بھی تسلیم کر لیا جائے جس کا لازمی نتیجہ ہلاکت۔ تباہی و بربادی ہی ہوگی۔ (خطبہ نمبر ۷۸ نہج البلاغہ ص ۲۴)

امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد کے بارے میں علامہ محمد عبدہ تحریر

کرتے ہیں کہ ۔" امیر المومنین علیہ السلام نے ایک ایسی بات کہہ کر حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ طویل صدیوں کے تجربے اس کی تصدیق کرتے ہیں"۔

نوٹ ۔(یہ خطبہ جنگ جمل کی تباہ کاریوں کے بعد ارشاد فرمایا اور چونکہ اس جنگ کی ہلاکت و تباہ کاریاں ایک عورت کے حکم کے تحت آنکھ بند کر کے چل پڑنے کا نتیجہ تھیں اسلئے اس میں ان کے فطری نقائص اور اس کے وجوہ و اسباب کا خلاصہ ذکر فرمایا ہے)۔

۱۰) ۔ والئ آذر بائیجان سے بیت المال کی حساب فہمی:۔

جب امیر المومنینؑ جنگ جمل سے فارغ ہو کر انتظامات خلافت پر متوجہ ہوئے تو اشعث بن قیس کو جو خلیفہ سوئم عثمانؓ کے دور حکومت سے آذر بائیجان کا گورنر مقرر تھا تحریر فرمایا کہ وہ اپنے صوبہ کا مال خراج و صدقات وغیرہ کی تفصیل روانہ کرے ۔چونکہ اس کو بھی اپنا عہدہ و منصب و امارت خطرہ میں نظر آ رہا تھا اس لئے وہ حضرت عثمانؓ کے دیگر عمالوں کی طرح غبن کر کے مال کو خرد و برد کر کے ہضم کرنا چاہتا تھا ۔ لہذا اس نے حضرت علیؑ کے اس مکتوب گرامی ملنے پر اپنے مصاحبین و ہمنواؤں کو بلوا کر اس خط کا تذکرہ کرتے ہوئے بولا کہ مجھے اب اندیشہ ہے کہ یہ مال و امارت مجھ سے چھن نہ جائے لہذا میرا ارادہ ہے کہ میں اس مال و زر سمیت معاویہ [illegible] چلا جاؤں ۔ان لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ تو بڑی معیوب بات ہوگی اور باعث [illegible] کہ تم اپنی قوم و قبیلہ کو چھوڑ کر معاویہ کی پناہ ڈھونڈو۔ چنانچہ بہت کہنے سننے پر اس نے معاویہ کے پاس جانے کا ارادہ تو ترک کر دیا مگر اس مال پر نیت بد رہی اور دینے سے منکر رہا ۔جب جنابؑ امیر کو جملہ امور کی خبر ملی تو آپ نے اس کو کوفہ طلب کرنے کے لئے حجر بن عدی کندی کو روانہ کیا جو اسے سمجھا بجھا کر کوفہ اپنے ہمراہ لائے ۔یہاں جب اس کا سامان دیکھا گیا تو اس میں چار لاکھ درہم برآمد ہوئے جس کا وہ کوئی معقول حساب کتاب نہ پیش کر سکا ۔جس پر حضرت

علیؑ نے تیس ہزار درہم اس کو دیدیئے اور بقیہ بیت المال میں جمع کرا دیئے ۔ کیونکہ یہ رقم ناجائز طور پر خرد برد کی گئی تھی جس کی اب تک کوئی حساب فہی خلیفہ سوئم کے دور میں نہ ہوئی تھی ۔ (مکتوب (۵) نہج البلاغہ ص ۶۴۲) ۔

جریر بن عبداللہ بجلی کو معاویہ پاس بھیجا جانا: ۔

دوران قیام کوفہ حضرت علیؑ نے جریر بن عبداللہ بجلی کو معاویہ پاس بھیجا تاکہ ان سے بھی بیعت لیجائے اور کہلایا کہ جس بات کو جملہ مہاجرین و انصار نے و دور دراز کے عوام نے بہ رضا و رغبت از خود قبول کیا ہے ۔ اس کو وہ بھی اختیار کریں تاکہ خلافت اسلامیہ میں مزید استحکام پیدا ہو سکے ۔ جریر معاویہ پاس گئے ۔ معاویہ نے ان کی اؤ بھگت کی اور وقت ٹالنے کی خاطر ان کو لیت ولعل میں لگا رکھا ۔ جب بھی وہ جواب طلب کر کے رخصت ہونا چاہتے ان کو کسی نہ کسی بہانہ و حیلہ حوالہ سے روک رکھا جاتا اور اس اثنا میں معاویہ نے عمرو بن عاص کو برائے مشورہ بلوا بھیجا ۔ عمرو عاص جب معاویہ پاس آیا تو اہل شام کے ہنوز قصاص خون عثمانؓ میں کوشاں و خواہاں پاکر معاویہ سے کہا کہ ابھی اہل شام میں علیؑ کے خلاف کافی جوش و خروش باقی ہے اور معاویہ تم حق پر ہو ۔ ہمارے پاس لشکر کی بھی کمی نہیں ہے ۔ کیا ہوا جو ہم ایک بار اور علیؑ سے لوہا لیں اور جنگ جمل کا بدلہ چکا سکیں ۔ چنانچہ دونوں ہمرائے دہم مشورہ ہو کر علیؑ سے جنگ کرنے اور ان کو معزول کرنے پر متفق ہوئے اور یہ شرط طے پائی کہ اگر معاویہ کی فتح ہو تو وہ عمرو عاص کو مصر کا والی مقرر کر دیں ۔ جب یہ امور طے پاگئے تو جریر بن عبداللہ بجلی کو شام سے واپسی میں کافی دیر لگی تو حضرت علی نے ان کو یہ تحریر بطور مکتوب روانہ کی ۔

" میرا خط ملتے ہی معاویہ کو دو ٹک فیصلہ پر آمادہ کرو اور اسکو کسی آخری و قطعی رائے کا پابند کرو اور دونوں باتوں میں سے ایک کے اختیار کرنے پر مجبور کرو کہ گھر سے بے گھر کر دینے والی جنگ یا رسوا کن صلح ۔ اگر وہ جنگ کو ترجیح دے اور

رزمیہ رویہ اختیار کرے تو تم تمام تعلقات ۔راہ و رسم ، گفت و شنید ختم کر دو اور اگر صلح و آشتی چاہے تو اس سے بیعت لو اور واپسی میں مزید تاخیر مت کرو"۔ (مکتوب (۸) نہج البلاغہ ص ۶۴۶)۔

جریر بن عبداللہ بجلی نے جناب امیر کا مکتوب گرامی پاکر فوراً شام سے واپسی پر جملہ حالات کی اطلاع حضرت علیؑ کو دی آپ یہ حال سنکر کوفہ سے معاویہ کی جانب شام روانہ ہوئے کیونکہ اب ایک اور جنگ کے آثار نمایاں ہو چکے تھے ۔ادھر معاویہ و عمرو عاص نے بھی دمشق سے مع گروہ شام حضرت علیؑ کی جانب کوچ کیا اور راہ میں اپنا لشکر بڑھاتا گیا۔

حضرت علیؑ کی روانگی کوفہ سے برائے شام براہ صفین ۲۵ شوال ۳۶ھ کو ہوئی اس طرح بہت کم وقفہ و فرصت میں حضرت علیؑ کو ایک دوسری خون آشام جنگ کی تیاری کرنی پڑی جس کے منحوس بادل عالم اسلام پر منڈلا رہے تھے ۔ حضرت علیؑ کے مخالفین اپنی پچھلی ہار کا بدلہ چکانے کی غرض سے معاویہ کی امیری و عمرو عاص کی سرداری میں آمادہ بہ جنگ ہو چکے تھے ۔ یہ ایک طویل و سخت خونریز جنگ تھی جو جنگ صفین کے نام سے تاریخ میں درج ہے ۔ دشمنان علیؑ کی گو کہ امیدیں بر نہ آسکیں البتہ اس کے بھیانک قتال نے اسلام کے شیرازہ کو بری طرح بکھیر ڈالا، تفرقہ بغض و عناد و تعصب کی خلیج کو اور گہرا کر دیا۔آپ کو ابھی جریر کی واپسی کا بھی انتظار تھا۔

جریر بن عبداللہ کی واپسی:۔

جب امیر المومنین نے جریر ابن عبداللہ بجلی کو معاویہ پاس برائے لینے بیعت بھیجا اور ان کے آنے میں کافی تاخیر ہوئی تو آپ کے اصحاب نے آپ کو جنگ کی تیاری کا مشورہ دیا جس پر آپ نے فرمایا" ۔ میرا جنگ کے لئے آمادہ ہونا جبکہ جریر ابھی وہیں ہے شام کا دروازہ بند کرنا ہے اور وہاں کے لوگ بیعت کا ارادہ بھی کریں تو ان

کو اس ارادہ خیر سے روک دینے کے مترادف ہوگا میں نے جریر کے لئے واپسی کا اب ایک وقت بھی مقرر کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ ٹھہرے گا تو یا وہ ان کے دام فریب میں مبتلا ہو کر یا عمداً سرتابی کرے گا۔ صحیح رائے کا تقاضہ صبر و توقف ہے اس لئے ابھی ٹہرے رہو البتہ اس چیز کو میں تمہارے لئے برا نہیں سمجھتا ہوں کہ در پردہ جنگ کا سامان بھی کرتے رہو اور دشمن کے مکروہ ارادوں سے غافل مت ہو "۔ (خطبہ نمبر ۴۳ نہج البلاغہ ص ۱۸۶)۔

ایک روایت کے مطابق ایک یہودی نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ ہم کو بتائیں کہ آپ کے جانشین کون ہیں؟ چنانچہ آپ نے اپنے ایک ایک جانشین کا نام سلسلہ وار اس کو بتایا کہ وہ بارہ ہیں۔ قرآن و سنت سے بھی یہ تعداد ثابت ہے۔ حضرت عیسیٰ کے حواریوں کی تعداد بارہ تھی۔ جناب موسیٰ کے اسباط کی تعداد بھی بارہ تھی اور آنحضرت کے اوصیادن کی تعداد بھی بارہ ہے۔ امام بخاری نے بھی خود صحاح ستہ میں اسکی تائید و اعتراف کیا ہے کہ رسول کے جانشین تعداد میں بارہ ہیں لیکن ان میں سے پانچ سے زیادہ کو شمار نہیں کیا اور ان پانچ میں معاویہ کا نام شامل نہیں ہے۔ لہذا معاویہ کا امیر المومنین ہونے یا وصی رسول و خلیفۃ المسلمین ہونے کا دعویٰ یا استحقاق رد ہوتا ہے۔ بلکہ معاویہ کے بارے میں کھلے الفاظ میں کہا گیا ہے کہ اگر ان چار باتوں میں سے جو درج ذیل ہیں ایک بھی اس میں ہوتی تو اسے آتش جہنم کا مستحق بنانے کے لئے کافی تھی۔

ان چار باتوں میں سے ایک حضرت علیؑ سے جنگ کرنا یا جنگ قائم کرنے میں معاون و مددگار بننا ہے۔ اس معاملہ میں خود امام ابو حنیفہ کا قول ہے " کسی شخص نے بھی حضرت علیؑ سے جنگ نہیں کی مگر یہ کہ آپ اس کے مقابلہ میں بطریق اولیٰ حق پر تھے اور اگر ان کے درمیان علیؑ کی سیرت نہ ہوتی تو یہ معلوم نہ ہو پاتا کہ مسلمانوں کی سیرت کیا ہوتی ہے۔ بلاشبہ حضرت علیؑ کی طلحہ و زبیر سے ان حضرات کی بیعت توڑ دینے کے بعد اور خروج عائشہؓ میں شریک ہونے پر جنگ جمل وقوع پذیر

ہوئی اور جنگ جمل کے موقع پر بھی حضرت علیؑ نے ان لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف و دریا دلی کا سلوک کیا۔ وہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ صاحب علم تھے اور بغاوت کرنے والوں کے ساتھ ایسا ہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے تھا"۔ (خوارزمی کی کتاب "مناقب ابی حنیفہ" جلد ۲ ص ۸۳-۸۴۔ مطبوعہ حیدرآباد) سفیان ثوری کا کہنا ہے: "کسی شخص نے بھی علیؑ سے جنگ نہیں کی مگر یہ کہ علیؑ اس کے مقابلے میں بطریق اولیٰ حق پر تھے۔ دیکھیئے (کتاب "حلیتہ الاولیا" مؤلف ابو نعیم جز نمبر ۷ ص ۳۱) امام شافعی فرماتے ہیں "جمل و صفین کے معرکوں کی بابت خاموشی اختیار کرنا اور کوئی رائے زنی نہ کرنا بہتر ہے۔ اگرچہ حضرت علیؑ ہر اس شخص کے مقابلہ میں جو ان سے قتال کرے بطریق اولیٰ حق پر ہیں" (ادب الشافعی و مناقبہ ص ۳۱۴)۔ ماخوذ از کتاب "اللہ سے ڈرو" تصنیف ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی۔ ناشر مکتبہ المرفتہ ترجمہ عربی سے اردو) ص ۱۲۵-۱۲۴۔

ایضاً

ابو بکر رازی "احکام القرآن" جلد ۳ صفحہ ۴۹۲ پر لکھتے ہیں کہ "اس امر کا کوئی بھی مخالف نہیں ہے کہ باغی گروہ سے قتال کرنے میں حضرت علیؑ حق پر تھے اور علیؑ کے ہمراہ کئی جلیل القدر صحابہ اور جنگ بدر میں شرکت کرنے والے بزرگ و معروف اصحاب کبار و صاحبان علم و حلم بھی تھے"۔

عرف الحق تعرف اھلہ:۔

حضرت علیؑ اپنے اصحاب باوفا کو یہی تعلیم دیتے تھے کہ حق کو پہچانو پھر اسی نقطہ نظر سے میری و اپنی زندگی کو بھی پرکھو۔ اصل میزان حق کی ہے نہ کہ شخص کی۔ کسوٹی حقانیت کی ہے نہ کی شخصیت کی۔ چنانچہ جنگ جمل کے موقع پر جب ایک عجمی شخص عین حالت تردد و ذہنی الجھن میں بسلا آپ کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ فریقین میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق ہے۔ اس کو زوجہ نبیؐ کا ساتھ دینا چاہیئے یا

وصی پیغمبر کا۔ اور اگر دونوں حق پر ہیں تو مابین یہ جنگ کیوں ہے ؟ ۔آپ نے اس کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ "حق کی معرفت حاصل کرو اہل حق خود ہی معلوم ہو جائیں گے" ۔آپ نے یہ جملہ اس بنا پر ارشاد فرمایا کہ آپ تا حیات اسی واحد مقصد کے لئے جدوجہد کرتے رہے کہ لوگ حق شناس ہوں بجائے شخصیت شناس ہونے کے۔

چنانچہ پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے بعد جب اہل دنیا و صاحبان حرص و طمع نے انحراف کا رخ اختیار کیا اور اسلام کے بنیادی نظام و معاشرے کو درہم برہم کرنے کی کاوش و کوشش رو بہ کار لائی گئی تو آپ نے اس کو قطعی غلط سمجھنے اور پھر اس کے خلاف بھرپور مہم و احتجاج کے باوجود نہ ذوالفقار کو میان کے باہر کیا اور نہ ہی کسی قسم کی طاقت و غلبہ کا مظاہرہ کیا۔ نہ کوئی جنگ و جدال کا قدم اٹھایا جو آپ کا شیوہ تھا کہ کبھی از خود جنگ میں پہل نہ کی۔

البتہ جنگ جمل کے موقع پر جب مدینہ و قرب وجوار و اطراف کے اہالیان نے جوق در جوق پہونچکر آپ کے ہاتھوں پر بیعت کاملہ کر کے مسجد نبوی میں آپ کو اپنا خلیفہ مان لیا تو ایک گروہ بنی امیہ کو یہ برداشت نہ ہوا اور قدیم بغض و عناد۔ کینہ و حسد کی بنا پر ام المومنین حضرت عائشہؓ کو ورغلا کر آلہ کار بنا کر ان کو حضرت علیؑ پر خروج کرنے پر آمادہ کر کے جنگ کی تیاری شروع کر دی تب آپ بھی اسلام کی بنیادی اساس و تعلیمات کے تحفظ کے خاطر حفظ ماتقدم کے طور پر مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؑ کہہ اٹھے کہ "میں کب تک اپنے حقوق کو غصب ہوتے ہوئے دیکھتا رہوں اور خاموش رہوں" ۔رسول اللہؐ تو پہلے ہی مکرر فرما چکے تھے کہ "علیؑ حق پر ہیں اور حق علیؑ کیساتھ ہے ۔یا اللہ حق کو ادھر موڑ دینا جدھر علیؑ مڑیں" ۔ لہذا یہ جنگ جمل حق و باطل کی ہوئی نہ کہ شخص اور بالاخر فتح حق کی ہوئی جو وعدہ خداوندی ہے۔

ابن ابی عتیق کا عائشہؓ کو خچر نہ دینا:-

دراصل معرکہ جمل حضرت عائشہؓ کا کوئی قابل تعریف و تحسین کارنامہ تو نہ تھا جیسا کہ مبصرین، مفکرین مصنفین و محققین نے تجویز کیا کیونکہ اس اقدام قبیح و نفرین نے اسلام کا شیرازہ منتشر کر کے ہزاروں بیگناہوں کا خون ناحق کر ڈالا علیؑ کی بیعت و خلافت پر منکر ہوتے ہوئے اور قرآن و رسول کے احکام کی پابندی بھی ختم کر دی ۔ خود ان کے اہل خاندان ان کے اس نازیبا و ناروا فعل کو باعث ننگ و عار سمجھتے تھے اور نفرین کرتے تھے ۔ روایت ہے کہ ایک دن عائشہؓ نے کسی ضرورت کے تحت اپنے بھتیجہ ابن ابی عتیق سے ایک خچر مستعار مانگا اور اپنے قاصد کو بھیجکر عجلت چاہی تو انہوں نے جواب میں قاصد سے صاف انکار کے ساتھ یہ بھی کہا کہ ام المومنین سے کہنا کہ ابھی تک تو یوم جمل کا سیاہ دھبہ ہم نہیں مٹا سکے ہیں اور ہم شرمندگی محسوس کرتے ہیں اب کیا ان کا کوئی اور منشا "یوم بغل" برپا کرنے کا ہے اور رہی سہی عزت کو بھی مٹا دینا مقصود ہے " ۔

گو کہ ابن ابی عتیق نے طنزیہ طور پر یہ بات کہی تھی مگر دنیا والوں نے "یوم جمل" کے بعد "یوم بغل" بھی ایک نرالے روپ میں ان کی جانب سے دیکھ لیا کہ امام حسن کے جنازہ کو دفن کے لئے مطابق وصیت حجرہ رسول میں لایا گیا اور اس کو امام حسنؑ نے اپنا حق جانتے ہوئے بھائی امام حسینؑ کو وصیت فرمائی تھی کہ مجھے اپنے جد بزرگوار رسول اللہ کے پہلو میں دفن کرنا، اگر یہ ممکن نہ رہے اور اندیشہ نقص امن کا پیدا ہو تو قیام نہ کرنا اور تلوار مت اٹھانا ۔ چنانچہ امام حسینؑ نے اپنے مرحوم بھائی کے جسد خاکی کو اپنے نانا کے مرقد پر لا کر چاہا کہ دفن سے پہلے اس کے گرد سات چکر لگائیں کہ عین اس وقت مروان اپنے ساتھیوں سمیت دفن میں مانع ہوا اور یکایک بی بی عائشہؓ بھی خچر پر سوار مروان کے ہمراہ امام حسین کے بالمقابل آکر دفن میں رکاوٹ بن گئیں چنانچہ امام حسینؑ نے وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اور

اپنے مرحوم بھائی کی وصیت کا احترام کرتے ہوئے ان کے لاشے کو رسول اللہ کے پہلو میں دفن نہ کرنا ہی مناسب سمجھا کیونکہ امام حسنؑ نے وصیت یہ بھی کر دی تھی کہ اس سلسلے میں آلات جنگ کو خون آلودہ نہ ہونے دینا ورنہ جد بزرگوار کی روح اقدس کو اذیت پہونچے گی۔

معتزلی کا بیان ہے کہ "عائشہ اس دن خچر پر سوار ہو کر آئیں جو مروان بن الحکم اور اس کے ساتھیوں کو ورغلانے میں شریک تھیں حتیٰ کہ امامؑ مرحوم کے لاشے پر ستر تیر پیوست تھے کہ ان تیروں کے سہارے ہی لاشے کو زمین پر منتزل دیگئی۔ دیکھئے (شرح ابن الحدید جلد ۴ ص ۱۷۰)۔(النساب الاشراف جلد ۱ ص ۴۲۸) وڈاکٹر محمد تیجانی سماوی کی حالیہ تصنیف "اللہ سے ڈرو" ص ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ جاری کردہ - مکتبہ المعرفتہ وکتاب "حضرت عائشہؓ کی تاریخی حیثیت" مؤلف فروغ کاظمی ناشر ادارہ تہذیب میدان ایلچ خان لکھنؤ ۳ ص ۱۵۸)۔انڈیا۔

حیرت و تعجب تو اس بات پر ہے کہ بعض صحابہ نے تو صحبت رسول اکرمؐ سے اگر کچھ فیض اٹھایا بھی تو بعد وفات آنحضرتؐ اس کو بالائے طاق کر کے اہلبیت رسالت کی کھلی مخالفت و حق تلفی و دشنام تراشی پر اتر آئے اور خلافت پر غاصبانہ قبضہ و اختیار پا جانے کے بعد بھی اس سلسلہ کو عرصہ دراز تک جاری رکھنے کی مذموم کوشش کو اپنایا جاتا رہا۔ صحابہ کے علاوہ دو عورتیں ایسی ملتی ہیں جن پر صحبت نبی اکرم کی ازواج ہونے کے باوجود کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ ان کے عادات اطوار طینت و مزاجی کیفیت نے اتحاد بین المسلمین کا شیرازہ منتشر کر کے بغض و عناد تفرقہ و نفاق کی تخم ریزی کی اور اتفاق باہمی کی بیخ کنی کی اور مسلمانوں کو آپس میں خنجر بکف کر ڈالنے میں گہرا رول ادا کیا جس کے بدنما داغ آج تک دامن اسلام میں اثر پذیر نظر آتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کو گو کہ صدیقہ کا لقب بھی منسوب کیا گیا مگر ان کا جنگ جمل برپا کرنا اور بغض اہلبیت رکھنا کوئی اخلاقی کمزوری نہ تھی کہ ام المومنین ہونے کے

ناطے امت کی ماں کے بجائے ایک دشمن کا روپ اختیار کیا۔ جدال و قتال نفاق و نفرت کا وہ مکروہ شعلہ بھڑکایا گیا کہ جس نے ہزاروں بیگناہوں کا خون ناحق بہا دیا اور بے شمار صحابہ کرام و تابعین ہلاک ہوئے، جو بچے ان پر عرصہ حیات تنگ رہا۔ جب وہ بذات خود جنگ جمل میں امیر المومنین حضرت علیؑ کے مدمقابل ہو کر شکست خوردہ ہوئیں تو حضرت علی نے ازراہ احترام بحفاظت تمام مدینہ بھجوا دیا کہ آئندہ خانہ رسول سے باہر نہ نکلیں جو حکم قرآن و حدیث تھا۔

ازواج رسول اسلام کے لئے قرآن پاک میں (سورۃ احزاب پ ۲۲) میں واضح ہدایت ہے کہ وہ اپنے گھروں میں قیام پکڑیں خود آنحضرت نے تمام ازواج کی موجودگی میں حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا "ھذا الحجہ ظہور الحضر۔ تم کو اس حج کے بعد گھر کی چٹائیوں کو ہمیشہ کے لئے پکڑنا ہوگا"۔ مگر بصد افسوس ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری ام المومنین ان احکام اولیٰ کی پابند نہ ہوئیں اور ان کو بالائے طاق کر کے اپنی ذات گرامی کی Image کو اس درجہ گرا دیا کہ غیر مسلم مورخین خاص کر (Wells) اور (Brookrman) بروکلمان نے حضرت عائشہؓ کی بابت اپنی تصانیف میں اعتراف کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے گبن (E.Grbbon) نے تو عائشہؓ و معاویہ کے کردار کو پست و ناپسندیدہ گردانا ہے دیکھئے

(History of the Rise and Fall of the Holy Roman Empire)

(Wells) (۱)۔ ولز مشہور انگریز مورخ اپنی تصنیف میں اعتراف کرتا ہے کہ "عائشہؓ حضرت علی علیہ السلام کے عہد میں مسلمانوں کو خانہ جنگی و جدال میں مبتلا نہ کرتیں تو پوری دنیا اسلام کی حلقہ بگوش ہو گئی ہوتی۔ مگر حضرت عائشہؓ کو سیدنا حضرت علیؑ سے جو بغض و عناد تھا اس نے ان کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور انہوں نے اسلام کی نظریاتی شان و شوکت کو اپنی آتش انتقام کی بھٹی میں جھونک دیا"۔

(دیکھئے (ا) حاضر العالم الاسلام جلد ا ص ۱۴۱ (۲) "پردہ اٹھتا ہے" مولف سید زاعم فاطمی مرحوم فاضل دیو بند سابق عالم اہلسنت (حال شعیہ) ناشر مکتبہ ماہنامہ "اصلاح" کھجوہ پٹنہ بہار و مسجد ناصری۔ باغ قاضی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنو ۳۔ باب صحابہ یا خرابہ" ص ۱۴۱ تا ۱۵۷ ۰۰۰ اقتباس)

۲)۔ (Brook man) بروکلمان مشہور انگریز مورخ و مستشرق نے حضرت عائشہؓ کے طرز عمل پر رائے زنی و تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "وہ حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش بپا کرنے کے بعد خود تو مکہ روانہ ہو گئیں اور جب ان کی بپا کردہ شورش کے نتیجہ میں عوامی بغاوت کے ذریعے حضرت عثمانؓ قتل ہو گئے تو بھس میں چنگاری لگا بی جمالو الگ کھڑی نہیں رہیں بلکہ اب انہوں نے اپنی فتنہ انگیزی و شر آمیزی کا رخ امیر المومنینؑ کی جانب موڑ دیا اور آمادہ بہ جنگ ہو گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عائشہؓ نہایت فتنہ پرور عورت تھیں اور فتنہ انگیزی و شران کی سرشت میں داخل تھی" (بروکلمان فی تاریخ الشعوب اسلامیہ ص ۱۳۳)، "پردہ اٹھتا ہے" مولف زاعم فاطمی فاضل دیو بند عالم اہلسنت مذکور۔ ص ۱۴۱۔۱۵۷ (اقتباس)۔

حضرت علیؑ کے چند خطبات:۔

خطبہ اول:۔

۳)۔ امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے حضرت عائشہؓ کی اس روش پر خلش پر ایک مختصر مگر جامع خطبہ فرمایا "اے لوگو! عائشہؓ مدینہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئی ہیں اس کے ساتھ طلحہ و زبیر بھی ہیں اور یہ دونوں ... خلافت کے دعویدار ہیں۔ طلحہ عائشہؓ کا ہم قبیلہ و ہم زاد ہے اور زبیر اسکا بہنوئی ہے۔ خدا کی قسم سرخ اونٹ پر سوار یہ عورت اور اس کا ہر قدم خدا و رسول کی نافرمانی و اس کی معصیت کی طرف ہے اور اس کا ہر عمل قہر خداوندی کا موجب ہے اور غضب الٰہی کو دعوت دے رہا ہے" (تاریخ ابو الفدا جلد ا ص ۱۰۸)۔

خطبہ دوئم:۔ بعد جنگ جناب امیرؑ سے ایک عجمی نے اہل جمل کے بارے میں ان کے طرز و طریق جنگ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ "وہ خوب گرجتے گونجتے دندناتے ہوئے اٹھے مگر جب رن پڑا تو تنکوں اور پتوں کی طرح اڑتے ہوئے نظر آئے کہاں تو وہ زمین و آسمان کے قلابے ملاتے کہ یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ ہمارا ہمسر و مقابل بھلا کون ہو سکتا ہے۔ اور کہاں یہ بودا پن کہ میدان چھوڑتے ہی بن پڑی۔ پھر آپ نے اپنی کیفیت بیان کی کہ ہم لڑائی سے پہلے نہ دھمکیاں دیا کرتے ہیں نہ لمبی چوڑی باتیں بناتے ہیں اور نہ خواہ مخواہ کا ہلڑ ہنگامہ مچاکر دشمن کو مرعوب کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ ہماری تلوار ہی ہماری زبان ہوتی ہے اور بہادروں کا یہی شیوہ ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے ساتھیوں سے اس موقع پر فرمایا" ایاکم و کثیرۃ الکلام فانہ فشل "زیادہ باتیں بنانے سے گریز کرو کیونکہ یہ بزدلی کی علامت ہے پھر خطبہ فرمایا۔

.....ایضاً.....

خطبہ سوئم:۔ "وہ رعد کی طرح گرجے اور بجلی کی طرح چمکے۔ مگر ان دونوں باتوں کے باوجود بزدلی ہی دکھائی اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ہم جبتک دشمن پر ٹوٹ نہیں پڑتے گرجتے نہیں اور جبتک عملی طور پر برس نہیں لیتے لفظوں کا سیلاب نہیں بہاتے"۔ (خطبہ نمبر ۹ نہج البلاغہ ص۔ ۱۱۴)۔

خطبہ چہارم:۔ بعد فتح جمل مالک اشتر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ابو حنفیہ محمد بن ابی بکر حجر بن عدی و عبداللہ بن عباس دیگر اصحاب بنی ہاشم و سرداران کوفہ سے تبادلہ خیال میں معروف تھے۔ مالک اشترؒ نے خندان و شاداں ہوتے ہوئے آپ کو فتح کی مبارک باد دیتے ہوئے تبسم کیا جس پر امیر المومنین نے فرمایا کیوں مالک آخر تم اس جنگ کی فتح پر آج اتنے خوش ہو کر تبسم کیوں کر رہے ہو؟ بولے۔ ہاں آج میں ضرور خوش ہوں کہ میں نے اس جنگ میں بے انتہا قتال کیا ہے سب سے زیادہ اور شائد اے مولا آپ سے بھی زیادہ دشمن کے

مورچوں کو تہس نہس کر کے کشتوں کے انبار لگادیئے۔ حضرت علیؑ نے بھی تبسم فرماتے ہوئے فرمایا" ہاں اشتر تم ٹھیک ہی کہتے ہو مگر میرے اور تمہارے قتال میں صرف فرق اتنا ہے کہ میں اگر اپنے مدمقابل کو یہ جان لیتا کہ اس کی نسل سے کوئی بھی محب اہلبیت پیدا ہوگا تو اس کو قتل نہ کرتا بلکہ فرار ہو جانے کا موقع دیدیتا اور تم تو بے دریغ ہر ایک کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے اور وہ میرا علم لدنی و علم قیافہ تھا اور تمہارے پاس صرف علم جوہر شمشیر و شجاعت"۔

باب دوازدہم

مودت اہلبیت اظہار پر احادیث نبویؐ کا انبار

اگرچہ مودت اہلبیت رسولؐ پنجتنؑ پاک کے حق و فضائل حمیدہ میں کتب سنہ و شیعہ میں درج کردہ احادیث نبوی، روایات مصدقہ و اقوال علمائے دین بکثرت درج ہیں جن کو مفسرین، محققین، مورخین و اسلامی اسکالرس نے اپنی اپنی مستند کتب و تحریرات میں بدرجہ غایت جابجا تحریر کیا ہے کہ ان کو یکجا کرنا اول تو امر محال ہے یا یوں سمجھا جائے کہ بحر بیکراں کو پار کرنا یا قلزم عمیق سے گوہر نایاب دستیاب کر کے بصورت انبار پیش کرنے کے مصداق ہوگا۔ خاص کر احادیث نبوی واقوال صحابہ کبار کا شمار بسیار در تعداد ہے۔ سمندر کو کوزے میں سمونا امر دشوار ہے تاہم چند اہم و مستند حوالے بطور نمونہ برائے مطالعہ و ملاحظہ قارئین پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ ابن حجر مکی نے "صواعق محرقہ" ۲۰۸ پر ذکر کیا ہے کہ ابن سمیان نے اپنی کتاب "الموافقہ" میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت کی وفات بعد ابوؓ بکر و علیؑ آنحضرت کی قبر مطاہرہ کی زیارت کے لئے آئے تو علیؑ نے ابو بکرؓ سے بوجہ بزرگی آگے بڑھنے کو کہا یعنی جس حجرے میں قبر انور ہے کہ اس میں داخل ہوں۔ ابوؓ بکر بولے "میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے بارے میں خود رسولؐ نے فرمایا ہو "علی منی لمنزل من ربی" یعنی "علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھ کو خدا سے ہے"۔

یہ حدیث علمائے اہلسنت نے اپنی کتابوں میں تحریر کی ہے جس کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خدا نے مجھے اپنا محبوب بنایا ہے ویسے ہی علیؑ مرتضیٰ میرا محبوب ہے"۔ حضرت علیؑ و ابو بکرؓ کا زیارت قبر رسولؐ پر

جانا اور امیر المومنین حضرت علیؑ کا ابو بکرؓ کو پیش قدمی کے لئے کہنا کسی شیعہ کتاب میں کہیں نہیں ملتا۔

۲)۔ محب الدین طبری نے "ذخائر العقبیٰ" ص ۸۹ پر عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا کہ وہ علیؑ سے فرما رہے تھے "یا علی یدک فی یدی تدخل معی فی یوم القیامة حیث ادخل" یعنی .... اے علی! "روز قیامت تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوگا جہاں میں داخل ہوں گا وہاں تم بھی میرے ساتھ داخل ہوگے"۔ پھر اسی کتاب میں ص ۸۹ ہی پر زید بن ارقم سے روایت ہے کہ آنحضرت نے علی علیہ السلام سے فرمایا "انت معی فی قصری فی الجنته مع فاطمه ابنتی تم تلی اخوانا علی سعد متقابلین" .. یعنی "اے علیؑ تو میری بیٹی فاطمہ کے ساتھ جنت میں میرے محل میں ہوگا اور برادران تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے"۔

۳۔ ابن حجر نے "صواعق محرقہ" ص ۷۸ میں روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن سمان نے کہا کہ مجھے ابو بکرؓ نے علیؑ کے بارے میں کہا "سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعقول لا یجوز احد ابصراط الا من کتب له علی الجولز" یعنی .... میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے سنا کہ پل صراط سے صرف وہی شخص گزرے گا جس کے پاس علی کا لکھا ہوا پروانہ ہوگا۔ اس حدیث مبارکہ کو ابن حجر نے سنن دار قطنی سے نقل کرنے کے بعد نقل کیا ہے۔ طبری شافعی نے "ریاض النظرہ" جلد ۲ ص ۱۷۳ و ۱۷۷ و خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" جلد ۳ ص ۱۶۱ اور ابن مغازلی شافعی نے اپنی کتاب "المناقب" میں اور ابو بکرؓ۔ ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ جیسے صحابہ کرام نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۴۔ قندوزی حنفی نے "ینابیع المودہ" ص ۲۵۱ پر ہمدانی شافعی کے حوالے سے عمرؓ بن خطاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت رسول اکرم نے فرمایا "لو اجتماع الناس علی حب علی ابن ابی طالب ما خلق اللہ النار" یعنی

۔۔۔۔۔۔ "اگر لوگ حضرت علی السلام کی محبت پر جمع ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ جہنم کو پیدا نہ کرتا"۔

خوارزمی نے اپنی کتاب "مقتل الحسین" جلد ۲ ص ۳۸ پر اس حدیث کو ابن عباس کی سند سے نقل کیا ہے۔ محمد صالح حنفی نے اپنی کتاب "کوکب دری" صفحہ ۱۲۲ پر عمرؓ بن خطاب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اسکو رسول اللہؐ سے کہتے سنا ہے

۵) ۔ عبداللہ حنفی نے "ارجح المطالب" ص ۳۳۰ پر اس حدیث کو جو "ذخائر العقبیٰ" میں بھی تھی لکھا ہے۔ علاوہ ازیں عبید اللہ کہتے ہیں کہ ابن مردویہ نے "مناقب" کے اندر ص ۳۳۰ پر لکھا ہے کہ راوی نے کہا کہ امیرالمومنین نے ممبر پر دوران خطبہ فرمایا "نحن اهل بيت رسول الله لا يقاس بنا احد" یعنی ۔۔۔ "ہم اہلبیت رسول اللہ ہیں ہمارے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا"۔ متقی حنفی نے "کنزل العمال" جلد ۶ ص ۲۱۸ پر "فردوس الاخبار" دیلمی سے اس حدیث کو باسند نقل کیا ہے۔ علامہ عسکری نے کتاب "مقام الام" ص ۵۷ میں لکھا ہے کہ ابن عمر کے اس قول کی کہ علی اہلبیت سے ہیں اور ان کیساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا علیؑ کی گواہی دینے والی رسول اللہ کی اور بھی کئی احادیث ہیں جو علماء اہلسنت و علماء امامیہ جعفریہ کے بہت سے اقوال موجود ہیں اور کتب میں محفوظ ہیں۔

۶۔ قندوزی حنفی نے "ینابیع المودۃ" ص ۲۴۹ پر ہمدانی شافعی کی کتاب "مودۃ القربا" سے بسند عمر بن خطاب روایت کی ہے کہ آنحضرت ۔۔۔ نے فرمایا "لو ان البحر مدادو الرياض اقلم و الانسان كتاب و الجن حساب ما احصر افضاملیک یا ابو الحسن"۔ یعنی "اگر سب دریا روشنائی اور تمام باغات قلم بن جائیں، انسان لکھیں اور جن حساب کریں تب بھی آئے ابو الحسن تیرے فضائل کا احاطہ نہیں کر سکتے"۔

خوارزمی حنفی نے اپنی کتاب "مناقب" ص ۱۸ اور گنجی شافعی نے اپنی کتاب

"کفایۃ الطالب" ص ۔۳۷ پر بحوالہ مجاہد ابن عباس سے ایسی ہی ملتی جلتی روایت بطور حدیث پیش کی ہے۔

۷۔ قندوزی حنفی نے "ینابیع المودۃ" ص ۲۴۷ پر ہمدانی شافعی نے "مودۃ القربیٰ" سے بہ اسناد ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے ہوئے سنا "خیر جا لکم علی ا ابن ابی طالب و خیر شبالکم حسن او حسین او خیر نسائکم فاطمہ بنت محمد" ۔ یعنی ... "تمہارے مردوں میں بہترین شخص علیؑ ابن ابی طالب، نوجوانوں میں بہترین جوان حسنؑ و حسینؑ اور عورتوں میں سب سے اچھی فاطمہؑ بنت محمد ۔۔ علیہم السلام ہیں"۔

۸۔ متقی حنفی نے "کنز العمال" جلد ۶ ص ۱۵۹ پر ابن عباسؓ سے روایت کی ہے ۔آپ نے فرمایا "من لم یقل علی خیر البشر فقد کفر" یعنی ... "جو شخص اس بات کا قائل نہیں کہ علیؑ خیر البشر ہیں وہ کافر ہے"۔

۹)۔ حذیفہ یمانی کی روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا ہے "علی خیر البشر من ابی فقد کفر" یعنی .... "حضرت علی خیر البشر ہیں جو انکار کرے گا وہ کافر ہے"۔

۱۰ حافظ دمشقی نے حضرت جابرؓ سے روایت میں اور محدث شامی کی روایت میں ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام نے فرمایا "علیؑ خیر البشر فمن ابی فقتکفر ولا بیعضتہ الا الکافر" یعنی ... "علیؑ خیر البشر ہیں بس انکار کرنے والا کافر اور صرف کافر ہی دشمن سمجھے گا۔

۱۱۔ ابن حجر نے اپنی کتاب "صواعق محرقہ" میں آنحضرت رسولؐ خدا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"النجم لمان لا ھل اسماء و اھل بیتی لمان لا متی" ... یعنی ستارے اہل آسمان کے لئے باعث امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے باعث امان ہیں"۔

۱۲۔ احمد بن حنبل نے اسی ضمن میں ایک دوسری روایت کو بطور حدیث

پیش کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"فاذا ذھب النجوم ذھب اھل السماء و اذا ذھب اہل بیتی اھل الارض" یعنی ..... جب ستارے نہ رہیں گے تو اہل آسمان بھی نہ رہیں گے اور جب میرے اہلبیت چلے جائیں گے تو اہل زمین بھی باقی نہ رہیں گے"۔

۱۳۔ مسلم کی روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے "انما مثل اھل بیتی فیکم کسفینتہ نوح من یکبھا سجا فی تخلف غرق عنھا"۔ یعنی ... "تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی مثال ہے جو اس پر سوار ہو گیا نجات پاگیا اور جو اس سے ہٹ گیا غرق ہو گیا"۔

۱۴۔ ابن حجر نے "صواعق محرقہ" میں روایت تحریر کی ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا۔ انما مثل اھل بیتی مثل باب حطہ فی بنی اسرائیل من دخل غفر کتہ و ذنوبی" یعنی ... "میرے اہلبیت کی مثال بنی اسرائیل کے باب حطہ کی مثال ہے جو اس میں داخل ہو گیا اس کے گناہ بخش دیئے گئے"۔

۱۵۔ حاکم نے اپنی کتاب "مستدرک" جلد ۳ ص ۱۲۹ پر ابو ذر غفاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں "ہم منافقوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ و اہلبیتؑ کی تکذیب و نماز سے جی چرانے اور علیؑ ابن ابی طالب سے دشمنی رکھنے سے پہچانتے تھے"۔

۱۶۔ حموینی نے "فرائید المسلمین" باب ۳۶ بالا سناد حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ انہوں نے آنحضرت رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے "علی مع الحق و القرآن و الحق و القرآن مع علی ولن یفترقا حتی یدو علی الحوض" یعنی ..... "علی حق اور قرآن کے ساتھ ہے اور حق و قرآن علیؑ کے ساتھ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس آن پہونچیں"

نوٹ۔ عظمت و مودت اہلبیت اطہر بر حق ثابت ہونے کے لئے سیکڑوں میں سے چند حسب بالا احادیث نبوی پیش کی ہیں تاکہ حجت قائم ہو سکے اور پھر دیکھا

جائے کہ امت مسلمہ نے ان برگزیدہ ہستیوں کے ساتھ بعد رسول مقبولؐ کیا سلوک روا رکھا اور کیا کیا ناگفتہ بہ مصائب و آلام آپ کے حق میں مہیا نہ کر دیئے گئے جن کی تفصیل بیان کرنا بوجہ اختصار اس کتاب میں برمحل نہیں فی الحال یہ کہنا کافی ہے کہ بعد خلافت کاملہ مولا علیؑ علم بغاوت بلند ہوئے ان پر خروج کئے گئے اور آپ کو تین شدید جنگیں لڑنا پڑیں چنانچہ جنگ جمل ان ہی کی ایک اہم کڑی ہے۔

مودت اہلبیتؑ و رسولؐ پر حکم الہیٰ:۔

قرآن کریم (سورہ شوریٰ ۴۲۔آیت ۲۳) میں حکم دیتا ہے" قل لا انسلکم و علیه اجر اًالا المودة فی القربی۔ یعنی ....." (اے رسول) کہو میں تم سے سوائے اقربا اپنے سے مودت کرنے کے کسی اور قسم کے اجر رسالت کا سوال نہیں کرتا"

اب ارباب حق شناس۔ قارئین و طالبان راہ مستقیم خود منصفانہ فیصلہ کریں کہ جنگ جمل۔ صفین و نہروان میں اہل اسلام یعنی لشکر مخالف نے کہاں تک اس آیت کریمہ کے تقدس کا اہتمام کیا اور کہاں تک اور کس طرح رسول کے اقرباء کی مودت کے حامی و عامل بہ عمل رہے۔ کیا علی ابن ابی طالبؑ ان ناصبی و خارجیوں کے نزدیک رسول مقبول کے اقربا میں شامل نہیں تھے۔یا حسنؑ و حسینؑ۔ عباس و ابو حنیفہ آل و اولاد رسول کی فہرست میں داخل نہ تھے کہ ان سے تو جنگ کی ٹھان لی گئی۔اور پھر بھی مسلمان بنے رہنے کا دعویٰ کیا جائے۔

حضرت علیؑ کی تین فضیلتیں:۔

خلیفہ ثانی کا اقرار ہے کہ یقیناً حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو تین ایسی فضیلتیں عطا کی گئی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جاتی تو میں اسے سرخ فام اونٹوں سے زیادہ پسند کرتا۔وہ فضیلتیں یہ ہیں: اولا جناب فاطمہؑ زہرا بنت رسولؐ کا انکی شریک حیات ہونا۔ثانیاً مسجد و مسجد کے باہر بھی رسول اسلام کے ہمراہ اس طرح رہنا جس طرح اونٹنی کا بچہ اس کے پیٹ تلے سایہ کی طرح ساتھ رہے

اور ان کے لئے ان میں وہ کچھ حلال و مباح ہونا جو کچھ رسول کے لئے حلال و مباح کیا گیا۔ اور سوئم غزوہ خیبر کے اہم موقع پر جبکہ آپ کی آنکھیں آشوب کئے ہوئے تھیں انہیں علم کا عطا کیا جانا"۔

بحوالہ "المستدرک" جلد ۳ ص ۱۲۵ "مسند بن حنبل" جلد ۷ ص ۲۱، قندوزی کی "نیابع المودۃ" ص ۲۴ مطبوعہ استنبول "خوارزمی کی "المناقب" ابن عساکر کی "تاریخ دمشق" جلد ا ص ۲۲۰ حدیث نمبر ۲۸۳، ابن حجرہ مکی کی "الصواعق المحرقہ" سیوطی کی "تاریخ الخلفا" ص ۱۷۲، "کنزالعمال" جلد ۱۵ ص ۱۰۱ حدیث نمبر ۲۹۱ طبع ثانی، وغیرہم پر یہ واقعہ مختصر الفاظ کی ردو بدل سے درج ہے جبکہ متن سب کا ایک ہے۔

(قاضی القصات السید نور اللہ شوستری شہید ثالث آگرہ یوپی، ہندوستان کی "احقاق الحق" جلد ۸ ص ۱۸۲ تا ۲۴۲ مطبوعہ، طہران، وعلامہ امینی کی کتاب "الغدیر" جلد ۸ ۔ ۷ ۔ ۶ ۔ مطبوعہ بیروت و ایران، ان دونوں طباعتوں میں کئی ایک مواقع کا ذکر ملتا ہے کہ خلیفہ، ثانی و سوئم نے حضرت علیؑ سے رائے تو لی مگر عمل نہ کیا۔

ابو سعید حذری کا افسوس:۔

ابن مردویہ نے "مناقب" میں ابن ہارون عبدی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے صحابی رسول ابو سعید حذری کو کہتے سنا ہے۔ "ھیہات۔ ھیہات لوگ چھ فرائض پر مامور ہوئے تھے۔ انہوں نے پانچ پر تو عمل کیا اور ایک فرض کو جہالت سے ترک کر بیٹھے اور راہ ذلالت پر گامزن ہو گئے۔ ایک عجمی شخص نے پوچھا وہ پانچ فرض کیا ہیں جن پر عمل کیا گیا۔ جواب دیا کہ کلمہ طیبہ۔ نماز۔ حج زکوٰۃ و ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ سوالی نے پھر دریافت کیا کہ وہ ایک فرض کون سا ہے جس کو لوگوں نے ترک کر دیا اور بوجہ جہالت ذلالت میں پڑ گئے۔ ابو سعید حذری نے جواب دیا کہ ولایت علیؑ ابن ابی طالب و حب اہلبیت اطہار۔ (در مناقب مرتضوی از مولانا محمد صالح چشتی حنفی)" و کتاب "شیعہ مذہب حق ہے" مصنف عبدالکریم مشتاق ص ۶ ۔ ۲۸۵ مطبوعہ و ناشر رحمت اللہ بک ایجنسی بمبئی بازار نزد

مسجد خوجہ اثناء عشری ۔ کھارادر کراچی ۲ پاکستان ۔

غور طلب مقام ہے کہ فاطمہؑ زہرا پیغمبرؐ اسلام کی بیٹی ہیں آنحضرتؐ ہی کا ایک ٹکڑا ہیں اور (سورہ انفال ۸ آیت ۷۵) کے تحت "واوالارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ " یعنی" صاحبان قرابت خدا کی کتاب میں باہم ایک دوسرے کے (بہ نسبت اوروں کے) زیادہ حقدار ہیں" حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے عم زاد بھائی اور ان کی تنہا چہیتی بیٹی کے شوہر نامدار ہیں ۔ مگر ہر دو کے حقوق منصبی کو کیونکر غصب و سلب کیا گیا اور اس امر میں کیا کیا حیلے بہانے اور تاویلیں پیش کی جاتی رہیں جن کو عقل و نقل سے ذرا بھی دخل نہیں ۔ حتیٰ کہ حضورؐ پر نور کی بیٹی کو رات کی تاریکی میں چھپ کر حسب وصیت دفن کیا جائے اور مسلمان ان کے دفن کفن سے لاتعلق سے ہو کر آپ کی قبر مطہرہ سے بھی ناواقف رہے ۔ ان کو آنحضرتؐ اپنے پدر گرامی کے پہلو میں دفن نہ کیا گیا ۔ بلکہ رسول کے سسر ابو بکرؓ پدر عائشہؓ کو ان کے پہلو میں جگہ دیکر دفن کیا جائے ۔ یعنی عجیب منطق ہے کہ بیٹی سے زیادہ سسر کا حق مانا جائے جبکہ مسلم Muslim law میں کہیں کوئی ایسا جواز یا خبر ہم کو نہیں ملتا ۔ جناب سیدہ زہراؑ کے دفن در تاریکی شب میں یہ بات قرین قیاس ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ بیبی عائشہؓ بوجہ ہونے بانجھ ولاولد اپنی مرحوم سوت جناب خدیجہؓ کبرا سے پرخاش، جلن و حسد رکھتی تھیں (جو ایک بانجھ عورت کا فطری کلیہ ہے) اور انہوں نے حضرت فاطمہؑ سے بھی ہمیشہ سوتیلی ماں ہی جیسا سلوک روار کھا جبکہ خود ام المومنین کا مقام حاصل کر چکی تھیں ۔ ان کے حق میں کبھی نگاہ التفات یا الفت مادری سے کام نہ لیا ۔ بلکہ وہی رویہ اختیار کیا جو حیات رسول میں اور بعد وفات رسول بھی بنوامیہ کی فرد خاص کی حیثیت سے جاری رکھا تھا ۔ جس کا اظہار آگے چل کر حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر سنکر معاویہ و آپ کا سجدہ شکر بجالانا اور فخریہ یہ الفاظ ادا کرنا کہ " مسلمان اب آزاد ہیں جو چاہیں کریں " اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد حضرت امام حسنؑ کو معاویہ نے اپنے فاسق و فاجر بیٹے یزید پلید کی ولی عہدی و خلافت کی خاطر زہر دغا سے شہید کرا دیا تو

عائشہ نے ان کے دفن ہونے میں کلیدی رول ادا کیئے ۔ ان کی وصیت کے برعکس آپ کو گوشہ قبہ رسول میں دفن نہ ہونے دیا اور معاویہ و مروان کی ہدایت کے تحت گئی فرخ خچر پر سوار ہو کر مدینہ میں رسول کے پہلو میں امام حسنؑ کو دفن نہ ہونے دیا ۔ بلکہ آپ کے لاشہ پر تیروں کی بارش کرادی کہ امام وقت واولاد امام حضرت علیؑ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین مرحوم وجنت مقام امام کی لاش ۔ مطہرہ کی یہ بے حرمتی دیدہ ودانستہ کرائی حتیٰ کہ شہید امام کو عام مسلمانوں کے قبرستان جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا جہاں آپ کی والدہ گرامی خاتون جنت بنت رسول اسلام کل مومنات کی سردار ایک گوشہ ویران میں مدفون ہیں تو وہیں سردار جوانان جنت امام حسنؑ مجتبیٰؑ بھی ابدی نیند سو رہے ہیں ۔ ہاں اس حادثہ جانکاہ پر حضرت امام حسینؑ کا ہاتھ قبضہ تلوار تک نہ جاسکا کہ ان کے مرحوم بڑے بھائی وامام وقت کی آپ سے دم واپسین یہی وصیت تھی کہ میرے دفن کے سلسلہ میں گرچہ ہنگامہ بپا کیا جائیگا مگر تم صبر کرنا اور خون خرابہ نہ ہونے دینا ۔ بلکہ اپنی تلوار کو نیام سے باہر نہ نکالنا ۔ جس پر آپ نے حرف بحرف عمل کیا ۔ کیونکہ اب معرکہ کربلا برپا ہونے اور آپ کی شہادت کبرا میں زیادہ وقت نہ تھا ۔ اور ہمارا آپ کا مظلوم امام اس عظیم قربانی دینے کے لئے راضی بہ رضائے الہیٰ بہ نفس نفیس تیار تھا جس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی ہاں ... واقعات وحالات نامساعد کے تحت اغلب امکان تھا کہ اگر دختر نبی کی لاش کو بلا اعلان بوقت دن سپرد خاک کیا جاتا تو ضرور کوئی نہ کوئی شر پیدا کیا جاتا ۔ کیونکہ بنو امیہ کے سب ہی ظالم و فاجر دشمنان اہلبیت اطہار بہ اقتدار حیات تھے مثلاً ابو سفیان ، ابی بکرؓ ، عمرؓ ، عثمانؓ ، معاویہ ، عائشہؓ و حفصہؓ وغیرہم ۔ اور اپنی مادر گرامی کی لاش کی بے حرمتی بھلا حسنؑ و حسینؑ وخود مولا علیؑ و دیگر اصحاب کبار کو کب گوارا ہوتی ۔ جو کچھ نہ ہو جاتا کم تھا ۔ ولے بخیر گزشت ۔

یہاں ایک امر کی وضاحت عائشہؓ کے اس اقدام غیر اسلامی سے یوں ہوتی ہے کہ آپ ام المومنین ہونے کے ناطے بعد وفات رسول اسلام سورہ احزاب پارہ ۔ ۲۲ ،

سورۂ شوریٰ ۴۲ آیت ۲۳ سورہ انفال ۸۔ آیت ۷۵، سورہ محمد ۴۷ آیت ۲۲ کی کھلی خلاف ورزی کی مرتکب ہوئیں۔ خانہ رسول سے قدم باہر نکالے اور بعد وفات رسول رسول کے اقربا کی حق تلفی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سورہ حجرات ۴۹ آیت ۲ کے بر خلاف رسول سے اونچی و بلند آواز میں ہمکلام ہوئیں اور ان کو بار بار غضبناک کیا جس کا ذکر ماقبل کیا جا چکا ہے۔ بنی امیہ کے افراد کا ظلم و تشدد بنی ہاشم کے حقوق کی پائیمالی۔ ان پر زندگی اجیرن کر دینا۔ ان کی بے حرمتی اور اہانت آمیز قول و فعل۔ ان کی عظمت و فضیلت درتبہ کو ناپید و نابود کرنے کی کوشش۔ ان کی اطاعت سے روگردانی جس کا حکم قرآن میں بیان ہے۔ ان کی ذات گرامی پر سب شتم کرنا۔ ان پر خروج کرنا جنگ کرنا اور زہر دیکر ہلاک کرنے کی متعدد کوششیں ان کی نسل کو منقطع کرنے کی تدابیر۔ ان پر مکروہ الزام تراشیاں۔ اسلام کے اصل چہرے کو مسخ کرنے اور شرع محمدی کو ساقط کر کے اپنی ایک نئی شریعت کی ایجاد میں سرگردانی۔ بہتیرے اصحاب کبار کا خون ناحق کر ڈالنا۔ اہلبیت کے ماننے والے یعنی شیعان علیؑ کے خون کا گارا اور ان کے کٹے سروں کا چولہا و ایندھن بنا کر کھچڑی پکوانا اور لشکر عدو میں بطور تبرک بٹوانا۔ کربلا کے انسانیت سوز واقعات کی خونی داستان جو چنگیز۔ ہلاکو و ہٹلر کو بھی مات کئے ہوئے ہے یہ سب اور بہت کچھ اوراق تاریخ اسلام میں بد نما داغ کی طرح محفوظ ہے جس کو جھوٹی حدیثوں میں گڑھت روایتوں اور بے دلیل تاویلوں سے نقاب پوش کیا جاتا ہے اور خود کو صف اول کے کلمہ گو مسلمانوں میں شمار کیا اور کروایا جاتا ہے۔ یعنی "وہی قتل بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا"۔ یا بہ الفاظ دیگرے" چہ دلاوراست وزدے کے بکف چراغ دارد" اب ذرا ان دشمنان اہلبیت و دوست داران علیؑ و آولاد نبی کی نقاب کشائی کریں تاکہ وہ سیاہ رو و مبروص چہرے عالم اسلام و سادہ لوح مسلمانوں کو جن کو گمراہی کے اندھیرے میں جان بوجھ کر مقید رکھا گیا وہ سمجھ سکیں کہ حق کیا ہے ظلم و استبداد کیا ہے۔ صراط مستقیم کیا ہے اور نار جہنم کیا ہے۔ جناب اعجاز سیمابی نے ان کی نقاب کشائی یوں کی ہے۔

خود نقاب رخ الٹ کر دیکھ لو پہچان لو
کلمہ گویوں میں ملیں گے قاتلان پنجتن [1]

"حال ہی میں ایک کج فہم و دریدہ ذہن شخص نے پاکستان میں "صدیقہ کائنات" کے عنوان سے حضرت عائشہؓ پر ایک کتاب لکھی ہے اور اپنے بے سروپا استدلال اور اپنی خارجیانہ ذہن کی اپج اور اپنی پستی فطرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے امیر المومنین سیدنا علیؑ کی بیعت کاملہ و خلافت راشدہ سے بھی انکار کیا ہے۔اس سے پہلے بھی لوگوں نے عائشہ کی فضیلت کی آڑ میں مولا علیؑ کے خلاف جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں لیکن یہ اجہل واخبث وارذل شخص ان سب سے بازی لے گیا اور اس کے قول کے مطابق عثمانؓ پر خلافت نبوت ختم ہو گئی۔اسے ساون کے اندھے کی طرح ہر طرف یہودیوں کی سازش کا جال پھیلا ہوا نظر آتا ہے کوئی اس لال بجھکڑ سے پوچھے کہ خلیفہ سوئم کے دور میں سبائیت پروان چڑھتی رہی اور یہودیت پر پرزے نکالتی رہی مگر یہ نبی کا خلیفہ "روم جل رہا تھا اور نیرو بانسری بجا رہا تھا" کے مصداق چین کی نیند سوتا رہا اور یہودیت کا گماشتہ عبداللہ ابن سبا اس کی ناک کے نیچے اسلام دشمنی کا کھیل کھیلتا رہا اور اس کے کانوں کان خبر نہ ہوئی (اقتباس) از کتاب "پردہ اٹھتا ہے" مؤلفہ سابق عالم اہلسنت سید شاہد زعیم فاطمی مرحوم۔ ناشر مکتبہ ماہنامہ "اصلاح" کھجوہ بہار و مسجد ناصری، باغ قاضی، مرتضیٰ حسین روڈ لکھنو ۳ صفحہ ۱۶۱۔۱۶۲ حصہ دوم۔

عجیب و غریب نظریات کا مشاہدہ:۔

آج بھی بہتیرے متعصب خاندانوں اور کئی ممالک اسلامیہ میں شیعیت "شجر ممنوعہ" (Forbidden tree) کا درجہ رکھتی ہے۔اگر کوئی شیعہ کسی سنی خاندان کے گھر میں کسی وجہ یا ضرورت سے اندر چلا گیا۔خواہ اس کو خود ان ہی کے گھر کے کسی فرد نے دوستی کے ناطے یا کسی ضرورت کے تحت ہی کیوں نہ بلایا ہو۔

تو اس کو دیکھ کر گھر کے دیگر افراد نہ جانے کیوں چراغ پا ہو جاتے ہیں ۔ ایک دوسرے کو اشارہ و کنایتہ سے باخبر کرتے ہیں اور کچھ نفرین نظروں سے دیکھتے ہوئے دور سے گزر جاتے ہیں ۔ یعنی کہ یہ رافضی شخص ان کے گھر میں کیوں آیا ۔ اور اس طرح وہ کمرہ جہاں وہ بیٹھا تھا نجس ہو گیا اس کے چلے جانے پر گھر والوں کو ہدایت و تنبیہ کیجاتی ہے کہ آیندہ کسی رافضی (شیعہ) کو نہ بلایا جائے ۔ گو کہ اس ذہنیت کے خاندان اپنا اظہار کھلے معاشرے میں صاف طور پر کر نہیں پاتے مگر ان کی یہ کینہ پرور اور متعصبانہ خصلت کسی نہ کسی طرح ظاہر ہو ہی جاتی ہے ۔ کم ہی سہی ایسے افراد مگر پھر بھی ہیں جن کی بدولت صاف ستھرا معاشرہ، پر سکون اور با اخلاق برادرانہ ماحول کو پراگندہ کرنے کا ذمہ دارنہ کردار ان ہی پر عائد ہوتا ہے ۔ جسطرح ایک گندی سڑی مچھلی سارے تالاب کو گندہ و مضررساں بنا دیتی ہے ۔ ضرورت ہے کہ ہم ایسے تنگ نظر ۔ کم عقل ، بدگہر و منافرت ۔ پھیلانے والے حضرات سے خود احتیاط رکھیں ان کے معیاد سے گرے ہوئے اقوال و افعال پر قطعی کان نہ دھریں اور اپنے صاف و شستہ اخلاقی ماحول کو ہمیشہ کی طرح برقرار رکھیں ۔ اسلام میں شگاف پوری ملت کی ذمہ داری ہے کیونکہ اس کے دوررس مضر اثرات سے کوئی ایک فرقہ اثر پذیر نہ ہوگا بلکہ یہ تو پوری ملت اسلامیہ پر بری طرح اثر انداز ہوگا ۔ اور اسلام دشمن اقوام حسب دلخواہ بہرہ اندوز ہوں گی ۔

ایک فرقہ کا تو کچھ عجیب و غریب ضرر رساں نظریہ ہے کہ جس طرح دیمک نمی پا کر خشک لکڑی و کاغذ کو چاٹ جاتی ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس مہلک کیڑے نے کس قدر نقصان پہونچا دیا اسی طرح وہ حضرات خاموش طریقہ اپنا کر اپنے مکروہ پروپگنڈوں ، ، قبیح و نفرین آمیز تصانیف و اشاعتوں و پٹروڈالرس Petrodollars کی بہتات کے بل بوتے پر شیعیت کو زیادہ سے زیادہ نقصان بہم پہنچانے میں سرگرم رہیں اور شیعوں کو کافروں کی صف میں لا کھڑا کریں ۔ بس یہی ان کے لئے حصول جنت کا پروانہ ملنے کا معاون و مددگار ذریعہ آخرت ہوگا ۔ جبھی اکثر

مقامات پر "شیعہ کافر" جیسے مکروہ و ممنوع الفاظ دیواروں پر لکھے پائے گئے تھے۔ جس نے عوام میں، غم و خوف و ہراس، خون خرابہ کو اس طرح جنم دیا کہ لوگوں کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ ملک و قوم کی غیرت و حمیت کو بدنامی کا داغ لگا۔ خون خرابہ کا بازار گرم ہوا۔ مہنگائی بام فلک پر جا پہونچی اور اقوام عالم کی نظروں میں ہماری توقیر گھٹ گئی۔ شیعوں کو کافر کہنے والوں کے لئے منہ توڑ جواب کا مواد و ذخیرہ تو بہت موجود ہے مگر میرا مدعا یا منشا اس سے کچھ نہیں۔ نہ میری کتاب کا یہ کوئی موضوع ہی ہے لہذا ادھر سے قطع نظر صرف دو باتوں کا ذکر ضروری سمجھ کر پیش کر رہا ہوں "شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات"۔

معاویہ و ابن زبیر کی باہمی طنزیہ گفتگو:۔

بعد جنگ جمل ایک دفعہ معاویہ کے دربار میں کسی وجہ سے امام حسینؑ ہمراہ اپنے آزاد کردہ غلام زکوان کے تشریف لے گئے جہاں عبداللہ بن زبیر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ معاویہ نے کچھ ایسی گفتگو چھیڑ کہ جس سے امام حسینؑ و زبیر میں رنجش پیدا ہو جائے۔ پھر ابن زبیر کی طرف رخ کرتے ہوئے بولے کہ "یہ ابن زبیر کو ہمارے تمہارے خاندان بنی عبد مناف سے بڑا حسد ہے"۔ جس پر ابن زبیر نے بھی کچھ تیکھے انداز میں جواب دیا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اپنے باپ زبیر کی فضیلت آپ کے باپ ابو سفیان پر ثابت کر دوں۔ معاویہ کچھ سٹپٹا سے گئے تو پھر امام حسینؑ کے شجرہ طیبہ کا سہارا لیتے ہوئے بولے کہ "ہم اور حسینؑ اس خاندان سے ہیں جو دریا ہے اگر تم اس میں گھسنا چاہو گے تو اسکی موجیں تم کو پاش پاش کر دیں گی"۔

الغرض ہر دو میں اپنے اپنے خاندان کی برتری و فضیلت پر نوک جھونک ہوتی رہی۔ امام حسینؑ سب سنتے و سمجھتے رہے اور خاموش رہے۔ اس باہمی بحث و تکرار میں معاملہ جنگ بدر و جمل تک پہنچا جس پر چراغ پا ہو کر معاویہ نے کہا۔ "اے ابن زبیر تم نے جو میرے دادا کی شرکت بدر کا حوالہ دیا ہے تو یہ سمجھ لو کہ ہم اپنے

بھائیوں کے سامنے گئے تھے ۔ انہوں نے ہم کو اور ہم نے ان کو قتل کیا ہم تیرے خاندان کے ہاتھوں قتل نہیں ہوئے ۔ آج جو تو نے خدیجہؓ و عائشہؓ کا ذکر کیا تو مت بھول کہ یہ دونوں ام المومنین میرے ہی ابن عم کے طفیل بنی تھیں ۔ آج جو تو عائشہؓ کے خالہ ہونے پر فخر و مباحات کرتا ہے تو یہ کیوں بھول گیا کہ کل تیرا باپ زبیر ہی ان کو بہلا، بہکا و ورغلا کر علیؓ کے مقابلے میں جنگ جمل میں لا کھڑا کیا تھا ۔ اور تو بھی ان کے دوش بدوش تھا یہ خیال نہ آیا " ۔ کہ تیری عورتیں تو پردہ میں بیٹھی رہیں اور رسول صلعم کی ناموس گھر سے نکل کر نامحرموں کے بیچ میدان قتال میں جائے ۔ اور پھر تیرے باپ کی بزدلی بھی دیکھی کہ جب میرا بھائی علیؓ تلوار سونت کر سامنے کھڑا ہوا تو وہ منہ چھپا کر بھاگ کھڑا ہوا مگر بچ نہ سکا اور ابوالحسن نے کاٹ کے رکھ دیا ۔ تو اپنے اور میرے نام کا حوالہ عبث دیتا ہے ۔ خلقت جانتی ہے کہ ہم دونوں میں کون باعتبار نام و کام بہتر و افضل ہے " ۔

نوٹ :۔ حسب بالا مضمون عالمگیر شہرت یافتہ مصنف صوفی بزرگ اعلیٰ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلویؒ نے اپنی مشہور و معروف تصنیف " محرم نامہ " کے حصہ دوم موسوم بہ " یزید نامہ " ناشر مکتبہ کاظمیہ ان دو مستند حوالوں سے ہم کو معاویہ کی بھی گواہی مل گئی کہ زبیر بن العوام و عبداللہ بن زبیر ان کو آلہ کار بنا کر لشکر کی کمانڈری سونپتے ہوئے تاریخ اسلام میں ایک بدنما خونی باب کا اضافہ کر دیا ۔ اگر یہ حضرات صدق دل سے چاہتے کہ یہ خون آشام جنگ ٹل سکتی تھی اور پھر معاویہ کو یہ طنزیہ کلام کرنے کا موقعہ فراہم نہ ہوتا ۔

اولاً ۔ یہ دیدہ دلیر حضرات قرآن مجید میں ڈھونڈیں تو ان کو یہ حکم الٰہی بطور ہدایت و راہ مستقیم کی صورت میں پڑھنے کو ملے گا کہ " جو لوگ خدا و رسول کو اذیت پہونچاتے ہیں ۔ دنیا و آخرت میں ان پر لعنت کی گئی ہے اور اللہ نے ان کے لئے توہین آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے " ۔

نوٹ :۔ اہل علم اہل ایمان ۔ فضیلت و بصیرت کے متلاشی ۔ زہد و تقویٰ کے دلدادہ

و مودت اہلبیت اطہار کے پرستار حضرات ذی فہم و دانش حقیقی اسلام کے حامی حضرات کیا یہ ماننے کو تیار نہ ہوں گے کہ ان شر پسند حضرات کے ان الفاظ قبیح و مکروہ سے اسلام کے سرچشمہ ہدایت ہمارے آپ کے ہادی اول حضور رسولؐ پاک کو اذیت نہ ہوتی ہوگی کہ ان کی آل کے ماننے والوں کو کافر ٹھہرایا جائے (معاذ اللہ) اور کیا رسول مقبولؐ کی اذیت رسانی اللہ کی اذیت رسانی نہ ہوگی۔ اور پھر اس کا انجام ان کے حق میں احکام الہیٰ کے تحت عذاب عبرتناک نہ ہوگا۔ اور اگر تعصب و بغض و عناد کے عارضہ میں مبتلا ہو کر پھر بھی شیعوں کو کافر کہنے کی ہٹ دھرمی پر قائم رہنے کی جسارت جاری رکھی گئی تو شیعہ بھی ان کو یہودی کہیں تو کیسا لگے گا " یہ ہے گنبد کی آواز جیسی کہے ویسی سنے " ۔ میری حقیر رائے میں نہ یہ بات اچھی نہ وہ بات سچی بلکہ دونوں ہی قابل گریز و ہدف لعنت و ذلت ہیں کیونکہ دونوں ہی اسلامی اسپرٹ، قرآن و حدیث کی منافی ہیں ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا دین ایک، کتاب ایک، خدا ایک، رسول ایک، کعبہ ایک، کلمہ ایک، تعلیم ایک، ہدایت ایک:

" مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا "

ثانیاً۔ اس شر انگیز و فتنہ پرور ذہنیت کے علمبرداروں کو بطور گزارش مخلصانہ و برادرانہ تجویز ہے کہ وہ حسب ذیل ۷ عدد کتب کا بہ نظر انصاف و تحقیق تعصب کی عینک کو اتار کر و خیالات مکروحہ کو بالائے طاق کر کے۔ قرآن و احادیث نبوی کی روشنی میں مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ ان کے ذہن و ضمیر نور حقیقت افروز سے روشن و منور ہو جائینگے اور ان کے بیمار و مفلوج دماغوں کا غسل صحت بھی ہو جائے گا کہ وہ پاک و پاکیزہ جذبہ مودت اہلبیتؑ و حب آل نبی و اولاد علیؑ کے بتائے ہوئے جادہ حق کے راہی بن کر اچھے قومی و ملی مفکر و رہبر ثابت ہو سکتے ہیں۔ شافئ محشر کے آگے شرمندہ نہ ہوں گے نیز اللہ تعالیٰ ان کی دعائے توبہ کو قبول فرما کر اجر خیر عطا فرمادے گا۔ آمین۔

یہ کتب برصغیر میں جملہ علمی و دینی ناشران و کتب فروشان سے حاصل کی

جا سکتی ہیں جو درستی ایمان میں معاون ثابت ہوں گی کیونکہ ان کی اساس محض قرآن حدیث۔اقوال ائمہ و روایات مصدقہ پر مبنی ہے۔اور خود بھی جید عالموں کی نوشتہ و مؤلفہ ہیں۔

۱۔"شیعہ کافر تو سب کافر" تصنیف از علی اکبر شاہ۔سندھ۔پاکستان۔

۲۔"شیعہ مذہب حق ہے"۔تصنیف از عبدالکریم مشتاق کراچی ناشر رحمت اللہ بک ایجنسی مسجد کھارادر بمقابل بڑا امام باڑہ کراچی۔

۳۔"شیعہ ہی اہلسنت ہیں" مؤلف ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی۔

4 ۔ " اللہ سے ڈرو" مصنف علامہ ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی ناشر مکتبہ المعرفة (ترجمہ از عربی در اردو)۔

۵۔"پردہ اٹھتا ہے"(حصہ اول و حصہ دوم) مصنف سید شاہد زاھم عظ فاطمی فاضل دیو بند ناشر مکتبہ ماہنامہ اصلاح (کھجوہ) بہار و مسجد ناصری باغ قاضی لکھنو۔۳۔

۶۔"مذہب اہلبیت" تالیف الشیخ محمد مرعی الحلبی ترجمہ علامہ مفتی سید عنایت علی شاہ نقوی امام جمعہ والجماعتہ

جامعہ شاہ گردیز ملتان رکن شیعہ سپریم کونسل پاکستان، ناشر حضرت شاہ یوسف گردیز اکیڈمی (ملتان) مطبع نامی پریس سپیہ اخبار لاہور سال اشاعت ۱۹۸۰ء

۷۔ترجمہ "(المراجعات) کتاب دیگر (مذہب اہل بیت) تصنیف و تالیف از حضرت آیت اللہ عبدالحسین شرف الدین موسوی صاحب قدس سرالله، ناشر و جاری کردہ "دارالثقافتہ الاسلامتہ" ۲ ج۔5/4 ۔ ناظم آباد نمبر ۲۔کراچی پاکستان۔

۸۔کتاب "محرم نامہ" مع حصہ دوم "یزید نامہ" مؤلف جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی مرحوم۔

باب سیزدہم

ظلم و تشدد کا طویل سلسلہ و صبر و تحمل کی انتہا

اب ذرا غور و فکر کا مقام ہے کہ رسولؐ اسلام و ان کے اہلبیتؑ کا تو یہ شرف جلیلہ جس کا مجملاً خاکہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اسی علی و اہلبیتؑ پر یہ روح فرسا و انسانیت سوز مظالم کا روا رکھا جانا۔ علیؑ پر کھلے عام تبرا پڑھنا جمعہ و عیدین کی نمازوں میں امام عالی مقام پر سر ممبر خطبوں کے ساتھ سب شتم و ناگفتہ بہ الفاظ میں لعن طعن قریب ستر سال جاری رہے اور ان پر سب شتم و ہتک عزت کرنے والوں کو انعام و اکرام سے نواز جائے اور پیش خلیفہ وقت بڑی آؤ بھگت ہو اور وہ بھی خاص کر اس وقت کہ جب آپ کے فرزند حضرت حسنؑ و حسینؑ موجود مسجد ہوں تاکہ ان کی حتی الامکان دل شکنی ہو اور عوام الناس کی نظروں میں اہلبیتؑ کی عظمت و توقیر گھٹا کر بے وقعت کر دیا جائے تاکہ غصب شدہ خلافت کا بول بالا رہے اور کبھی بنو ہاشم کی طرف نہ پلٹ سکے علیؑ مرتضیٰؑ سے ہر دور میں خاص کر ان کے مختصر چار سالہ دور خلافت میں ان کو چین و سکون سے نہ بیٹھنے دیا جائے بلکہ تین بھیانک و خون آشام جنگیں (جمل۔ صفین و نہروان) لڑی جاویں اور جب لا فتاح کو کہیں مغلوب نہ کیا جا سکا تو پھر آخرش ان کو خانہ خدا مسجد کوفہ ہی میں دوران نماز فجر در حالت روزہ سجدہ الہیٰ میں عبدالرحمن بن ملجم کی زہر آلود تیغ سے شہید کرانے کے منصوبے بنائے جائیں کہ وہ چراغ دین محمدی ۲۱ رمضان کو دار فانی سے ضربت شدید کی ایذا سے رخصت ہو گیا۔ مگر اپنے پیچھے بہت سی روشن و منور شمع ہدایت و تبلیغ چھوڑ گیا۔ جن کی مودت و محبت تا قیامت مشعل راہ بنی رہے گی ؎ "پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا"۔ سیدہ فاطمہ الزہرا دختر رسولؐ خدا کے گھر کو مع چند اصحاب و اہل خانہ تو آگ لگا کر بھسم کر دینے کی دھمکی دیجاوے۔ مکان کے صدر دروازہ پر آگ لگانے کے

لئے ایندھن مہیا کیا جاوے ۔ علیؑ کے گلے میں رسی کا پھندا ڈالکر کھینچا جاوے ۔ جناب فاطمہؑ کے حق وارثت کو بالائے طاق کر کے جاگیر فدک ضبط کر کے ان کی ذریعہ آمدنی کو ختم کیا جاوے ۔ اور پھر آپ کے گھر کے دروازے کو منہدم کر کے جب آپ اس حرکت خبیثہ کو منع کرنے کے لئے قریب تشریف لیجائیں تو دروازہ کو ان پر گرادیا جاوے ۔ کہ آپ کا اسقاط حمل ہوا اور جناب محسنؑ شکم مادر ہی میں شہید ہو جائیں ۔ امام حسینؑ کے حق خلافت پر دیدہ و دانستہ خلاف ورزی کر کے ان کی جگہ معاویہ مروان کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے ظالم و جافر ۔ شرابی و بد قماش لڑکے یزید پلید کو تخت خلافت کے لئے نامزد کرے اور امام صلح پسند کو آخرش سازش کے تحت زہر دغا سے ہلاک کرادیا جائے اور پھر لاش اطہر پر تیروں کی بارش بھی ہو کہ اس جسم نورانی پر ستر تیر پیوست ہوں ۔ عائشہؓ مسرور ہوں اور خچر پر سوار ہو کر کئی فرسخ کا فاصلہ جلد از جلد طے کر کے لاش حسنؑ کو قبہ رسول میں دفن نہ ہونے دیں اور ہنگام و قتل عام جیسی صورت برپا ہو جانے سے گریز و لپنے بھائی مرحوم کی وصیت کے مطابق امام حسینؑ نے قبضہ تلوار پر ہاتھ نہ ڈالا ہو بلکہ لاش مطہر کو مسلمانوں کے عام قبرستان جنت البقیع میں دفن کر دیئے جانے پر صابر رہے ۔ پھر ان ہی امام عالی مقام کو دشت کربلا میں مع اہل خاندان انصار و مہاجر بشمول کل ۷۲ نفوس جن میں چھ ماہ کا بچہ علی اصغرؑ سے لیکر نوے سالہ بوڑھے حبیب ابن مظاہر و زہیر ابن قیس شامل ہوں تین دن کی بھوک و پیاس میں بڑی بیدردی و سفاکی سے قتل کیا جائے اور خیام حسینی میں آگ لگا کر سامان قیام و سفر کی لوٹ مار کی جائے پھر حضرات محترمہ و امام چہارم بیمار کربلا زین العابدین سید سجاد کو قیدی بنا کر بصورت قافلہ دیار کوفہ و شام میں رسوا سر بازار کر کے سیدانیوں کو بلا پردہ گھمایا جائے اور شہدائے کربلا کے سروں کو نوک نیزہ پر بلند کر کے ابن زیاد اور یزید کے دربار میں پیش کیا جائے اور ان مٹھی بھر چند حضرات باوقار کو باغیوں کی فہرست میں شمار کر کے ایک سال کی قید کی سزا دیکر زندان شام میں بند رکھا جائے حتیٰ کہ قید کی ناقابل بیان و برداشت

مصائب کے دوران ایک نہایت تنگ و تاریک کوٹھری میں سکینہ بنت حسینؑ عمر ۷ یا ۸ سال کا انتقال پر ملال ہو گیا۔ روایت ہے کہ مرحومہ کا کرتہ آپکی پیٹھ پر درون کے نشان و خون میں چپک گیا تھا کہ غالبہ بھی دوران غسل آپکے مصائب والام پھر خوب روئی تھی۔

مزید براں ان شقاوت آمیز، سفاکانہ و انسانیت سوز مظالم ڈھانے کے بعد بھی کوفی و شامی و یزیدی غلام ذہنیت والے مسلمان جن کو مسلمان کہنا دامن اسلام پر بد نما داغ و سوالیہ نشان بنا ہوا ہے جنہوں نے عام طور پر خوشیاں منائیں حکم حاکم وقت کے تحت شہر کی آئینہ بندی ہوئی گلی کوچے سجائے گئے۔ مبارک بادیاں دی گئیں، دربار یزید میں بادہ نوشی ہوئی اور ان جفاکاروں و قاتلان اولاد بنی ہاشم و خاندان رسالت مآب کو انعام و اکرام عزت و احترام سے نوازا گیا جبکہ اسی دربار ناہنجار میں جناب زینب و کلثوم و دیگر مخدرات محترمہ قیدی بنی ہوئی ہمراہ بیمار کربلا قافلہ سالار سید سجاد بے پردے کھلے سر اپنے بالوں سے چہروں کو چھپائے ہوئے کھڑی ہیں۔ اور جناب زینب اپنے تاریخی خطبوں سے دربار یزید میں صدہا کرسی نشینوں کے ذہنوں کو جھنجھوڑے ڈال رہی ہیں کہ ہر طرف اضطرابی و ہیجانی کیفیت سی طاری ہونے لگی کہ یزید ملعون بھی گھبرا گیا۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا وہ بھی صرف رسول کی وفات کے کل ۲۳ ہی سال کے اندر گو کہ ان امور وحشیانہ کے پیچھے کون سے پلان و پالیسی کارفرما رہی تھی یہ تو سب پر مظہر من الشمس تھا اور آج بھی ہے مگر مکروہ ذہنیت والے سیاہ قلب، جاہل و نا بلد دشمنان اہلبیتؑ آج بھی اپنے بزرگان سلف کے خونی کارناموں پر شاداں و جتدان نظر آتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ کریں تو ناخلف کہلائے جانے کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے۔ لہذا وہ ان کی اور ہم تاسی رسول و اہلبیتؑ اظہار کرنے کو فخر و مباہات سمجھتے ہیں۔

کیا تاریخ ہم کو کوئی بھی ایسا کردار بطور نمونہ پیش کر سکتی ہے جو کردار اہلبیتؑ کا آئینہ دار ہو۔ مصائب کو جھیلنا اور راضی بہ رضائے الہٰی رہنا۔ صبر و

استقلال کی کڑی سے کڑی منازل کو بھی سجدہ شکر معبود کے ساتھ برداشت کر لینا اور مولائے کائنات حضرت علیؑ کی نظیر تو اپنی مثال آپ ہے۔ شروع تا آخیر قدم قدم پر نت نئے آفات۔ ہنگامی حالات۔ خونریز واقعات و نا مساعد زمانہ کے پیش کردہ اقدامات۔ لعن و طعن کے مکروہ الزامات۔ اور چہروں پر دوسرے چہرے فٹ کئے جانا اس طرح اپنے مخالفین کے بے جا و نازیبا الزامات تراشیوں میں گھرے ہوئے خیر البشر نے اپنی عبادت۔ شجاعت، سخاوت، امامت، خلافت، عدالت و فضیلت کا لوہا ہر خاص و عام سے منوالیا۔ جب ہی تو Brookman, Wills , Carlyle, Edward Gibbon جیسے دانشمندوں و عظیم مورخین نے آپ کے کیریکٹر، اوصاف حمیدہ کی تعریف اپنی زندہ جاوید تصانیف میں کھلے الفاظ میں کر کے عقیدت کے پھولوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ اور ایک شاعر نے تو واقعی اس سلسلہ میں گاگر میں ساگر بھر دیا ہے۔ یعنی سمندر کو کوزہ میں صرف اتنا ہی کہہ کر بھر دیا ہے جو مولا علی کی کل حیات طیبہ کا صاف ستھرا آئینہ کہلائے جانے کا مصداق و مستحق ضرور ہے

...

سنگین حادثوں میں بھی ہنستی رہی حیات
پتھر پہ ایک گلاب ہمیشہ کھلا رہا

اب اہل حق و منصف نظر حضرات کے لئے دعوت غور و فکر ہے کہ کیا حضرات علیؑ خلیفۃ المسلمین و امام المتقین و سردار انصارین پر خروج کرنا۔ جنگ چھیڑنا بھی کوئی نیک کام و با ایمان اقدام تھا کہ جس میں اللہ و رسول کی تصدیق و خوشنودی شامل تھی یا ناراضگی؟ کیا ان کارروائیوں میں بغض اہلبیت رسولؐ اور خلافت علیؑ سے بغاوت کر کے ان کو کسی طرح معزول کر کے خلافت اسلامیہ کا رخ دوبارہ بنی امیہ کی طرف موڑ کر بنی ہاشم کو ہمیشہ کے لئے محروم کر دینا ہی مقصود نہ تھا۔ سیاست کو خلافت و امامت کے پاکیزہ منصب میں اس طرح دخل انداز کیا کہ اس کی مکروہ بھٹی میں مودت اہلبیت علیؑ۔ اللہ و رسول کی خوشنودی و احکامات

خداوندی و احادیث نبوی کی بھینٹ (بلی) دیدی - ہاں اس منحوس بغض و کینہ پروری کی آتش انتقام نے خرمن اسلام کو جلا کر راکھ کر دیا کہ مسلمان اپنی حقیقی خلیفہ وقت سے محروم ہو گئے اور ان کی شہادت وقوع پذیر ہوئی مگر شمع امامت فروزاں رہی اور آج بھی ہے اور تا قیامت قائم و روشن رہے گی اور راہ ہدایت و حضر راہ ثابت رہے گی جبکہ خلافت کو چنگیزی حملوں کے ہاتھوں (ہلاکو) نے فنا کر ڈالا - دنیا آج بھی ظہور امام قائم آل عبا حضرت محمد مہدی علیہ السلام کی قائل - منتظر و مشتاق ہے جو نزد قیامت ظہور فرمائیں گے اور ان کی مدت غیبت کبرا ختم ہوگی - آپ کی حکومت اقصائے عالم میں ہر طرف ہوگی اور وہ دنیا کو انصاف امن آشتی و اخوت سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح آج ظلم، ناانصافی، بغض و کینہ و کشت و خون سے لدی بھری ہے (انشاء اللہ) -

جناب عائشہؓ کے اس کردار و فعل عجلت و شدت پسندی بسلسلہ خروج علی پر دنیائے اسلام تو حیران و انگشت بہ دندان ہے کہ یہ فتنہ عظیم ہوا ہی کیوں جبکہ حضرت عائشہؓ تو بقولے رسولؐ اسلام کی جملہ ازواج میں سب سے زیادہ چہیتی بیوی تھیں - اور رسول پاک کی ہمراہی میں زیادہ وقت گزارا کرتی تھیں - رسول مقبولؐ کی صدہا احادیث خود سنتی اور یاد بھی رکھتی تھیں حافظہ بھی قوی تھا تو کیا انہوں نے مشہور و متعدد بار فرمائی ہوئی یہ حدیث نہ سنی ہوگی (حرب علی حربی و سلمہ سلیمی) یعنی "علیؑ کی جنگ میری جنگ ہے اور علیؑ کی صلح میری صلح ہے" - اب اگر جناب عائشہؓ نے علیؑ سے جنگ کی تو انہوں نے اپنے شوہر رسولؐ اکرم سے جنگ کی اور جب میدان کارزار اور آغاز جنگ و دوران جنگ بھی علیؑ نے صلح کی بار بار کوشش کی جس کو نہ مانا گیا بلکہ جواب میں تیراندازی میں شدت کرتے ہوئے محض فیصلہ کن جنگ پر آمادگی ظاہر کی گئی یعنی کہ یہ این اعتبار اپنے عظیم شوہر کے پیام صلح کو یکسر مسترد کر کے اس حدیث مبارکہ کے زرین معنی و الفاظ کی بے حرمتی کی گئی - بھلا ایک حقیقی چہیتی بیوی اپنے مرحوم شوہر کے متبرک الفاظ کو رد کرنے کی

ہمت کیسے کر سکتی ہے۔ اور کیسے وہ سب سے زیادہ چہیتی بیوی کہلائے جانے کی مستحق ہو سکتی ہے۔ ہاں دیگر ازواج نبیؐ کے ہم پلہ بوجہ ام المومنین کسی حد تک ضرور کہی جا سکتی ہے۔ ہم کو "چاہت" کے معیار پر بحث قطعی درکار نہیں ہماری نظر میں تو رسول اللہ کی دیگر ازواج جناب خدیجہؓ جناب ام سلمہ، جناب اسمہؓ بنت جیس۔ جناب میمونہؓ وغیرہم سب ہی آپ کی چہیتی اور لائق صد احترام محترمات ہیں۔ ہم کو تاریخ میں کہیں نہیں ملتا کہ رسولؐ اسلام نے کبھی کسی اور بی بی کو بھی بہ نظر چاہ و الفت نہ دیکھا ہو یا کسی اور سے بھی کبھی ناراض یا غضبناک ہوئے ہوں یا کسی اور زوجہ نے آپ کی عدول حکمی یا خاطر شکنی کی ہو۔ لہذا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جناب عائشہؓ کو رسول اللہ کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی ہونے کا سرٹیفکیٹ محض فرضی وغیر مخلصانہ طور پر راویوں کی دین ہے۔ ورنہ رسولؐ اللہ کا ضابطہ اخلاق و حسن طبیعت اپنی دیگر ازواج سے مساوی رہا۔

پس عائشہؓ کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ انہوں نے اپنی عمر کے آخری ایام بڑے حسرت و ندامت اور جنگ جمل پر تاسف میں کاٹے۔ اپنے کردار، افعال و اعمال در بغض اہلبیتؑ یاد کرتیں تو اکثر آنکھیں پر نم ہو جاتیں۔ خدائے عزوجل ہی اپنے بندوں کے راز و نیتوں سے واقف ہے وہ اپنے بندوں کے ہر فعل سے باخبر ہے اور آنکھوں و دل کی خیانت سے بخوبی واقف ہے اور کل امور ارضی و سماوی اور کل رازہائے مخفی بھی اس پر روشن ہیں۔ اسپر کچھ نہاں نہیں بلکہ ہر کچھ عیاں ہے وہ عالم الغیب ہے رحیم و غفور بھی ہے۔ ان کے افعال، اعمال و گناہوں کو چشم زدن میں بخش سکتا ہے کہ وہ ام المومنین و بیوہ رسولؐ تھیں۔ ہم کو اس کی کسی بھی مخلوق کو جنتی یا جہنمی قرار دینے کا کوئی حق نہیں جبکہ ہم خود بہت بڑے گناہگار ہیں۔ اس کا اختیار تو صرف خدائے واحد و قدوس ہی کو ہے جیسا کہ خود اس کا ارشاد سورۃ بقرہ میں نازل ہوا ہے۔

ترجمہ:۔ "اللہ ہی کے لئے کل کائنات ارض و سما ہے۔ تم اپنے دل کی باتوں کو خواہ

اظہار کردو یا ان کی پردہ پوشی کرو۔ وہ سب کا حساب لے گا۔ وہ جس کو چاہے بخش دیگا اور جس پر چاہے اپنا عذاب و عتاب نازل کرے گا۔ اور خدا ہی ہر شے پر قادر مطلق ہے"۔ (انا کل شہ ان قدیرہ ...)۔

لہذا ہمارے لئے یہ جائز و مناسب نہیں ہے کہ ہم ان کی (عائشہؓ) کی شخصیت کو گرائیں۔ ان کی Image کو ان کی توقیر کو گھٹائیں یا ان پر لعن طعن کریں۔ کچھ بھی سہی وہ ام المومنین و زوجہ رسول پاکؐ تو تھیں لہذا ہمارے لئے باعث احترام ضرور ہیں۔ مگر ہاں ہم کو یہ حق ضرور حاصل ہے کہ ہم ان کی پیروی و اقتدا سے گریز کریں اور ان کے جملہ اعمال کو اچھا نہ گردانیں بلکہ حق بات کی صراحت کریں حقیقت حال کی وضاحت بھی ضروری ہے جس کو لوگوں کے درمیان پیش کیا جاسکے" تاکہ لوگ اندھی تقلید کی بدولت گمراہی سے بچ کر راہ حق و ہدایت کو ازخود تلاش کر کے اس پر عمل کریں۔ آئینہ دکھا کر اصل صورت کو پیش کرنا کوئی گناہ یا معیوب فعل نہیں ہے، بلکہ حقیقت و اصل حالات کا مشاہدہ کرنا اور صحیح تاریخ اسلام سے روشناس کرانا بھی اسلامی فریضہ ہے۔ آیت قرآنی مذکورہ بالا کے علاوہ خود مولا علیؑ کا ارشاد ہے۔

"لا نکوا سیبا بین ولد لعالیں ولکن قولو کان من فعلھم کذا و کذالتکون ابلغ فی الجتۃ"۔

ترجمہ "سب و شتم اور لعن طعن کرنے والے نہ بن جاؤ لیکن اتنا بہر حال ضرور کہو کہ ان کے یہ کارنامے ہیں تاکہ حجت قائم ہو سکے"۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بنی امیہ کے زمانہ میں خاص کر سرکش معاویہ کے دور میں جس میں حدیث تجارت گاہ بن چکی تھی۔ معاویہ اس حساب سے اجرت دیتا تھا کہ جو حدیث بنائی گئی ہے وہ لوگوں کے دلوں پر کتنا اثر کرتی ہے۔ یعنی جتنی لوگوں کو اس کی من گھڑت حدیث پسند آتی یا خوش کرتی تھی اسکو اتنی ہی زیادہ اجرت ادا کی جاتی تھی۔ خواہ حدیث در مدح ہو یا در قدح ہو ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ مثل ان قبیح ترین

خطبوں کے جن میں امیر المومنین اوران کی آل کی مذمت اور سب و شتم کی روایات بکثرت موجود ہیں یہاں تک کہ بیک وقت ستر ہزار ممبروں پر علیؑ واولاد علیؑ کو سب شتم کیا گیا ہے اور اس سب و شتم و گالم گلوج کے الفاظ و کیفیات کے ماخذ سنیوں کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں ۔ مگر ہمارا قلم ہمارا ساتھ نہیں دیتا کہ ہم ان الفاظ کو نقل کریں اور ہم اللہ ہی سے شکایت کرتے ہیں اور ان پر لاحول بھیجتے ہیں " (ماخوذ از " مذہب اہلبیتؑ " تالیف محمد مرعی الشیخ الحلبی سابق سنی قاضی القضاۃ ملک شام ص ۱۴۱ ۔ ۱۴۲ ناشر حضرت شاہ یوسف گردیز اکیڈمی ملتان ۔ پاکستان) ۔

ہم نے جتنے حوالے پیش کئے ہیں کافی قابل اعتماد ہیں جو ہر طبقہ (علاوہ دشمنان اہلبیتؑ) کے مفکرین ۔ مفسرین و مورخین کے افادات ہیں اور ہر صدی کے تحریرات ہیں ۔ ہم نے کتب اسلامیہ سنی و شیعہ کے مطالعہ کر کے استفادہ کیا ہے اور ان کے اقتباسات کو بھی درج کیا ہے ان کے نام مع مؤلف و مصنف بھی درج فہرست کی ہیں تاکہ کوئی شک شبہ کا مقام باقی نہ رہے ۔ یہ سب ہی مستند و معتبر راویان کی جمع کردہ احادیث کا مجموعہ ہیں ۔ لہذا ان واقعات کی صحت میں کوئی چون چرا کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور یہ اوراق تاریخ اسلام کے اہم ابواب کو سمجھنے کے لئے کافی و مستند ذرائع ہیں کیونکہ مختلف الخیال و مختلف العقائد لوگ کسی امر میں جب ہی متفق ہوتے ہیں کہ تاریخی اعتبار سے اس کے اتفاق پر مجبور ہوں ۔ چنانچہ یہی حال جنگ جمل کے واقعات میں بھی کماحقہ موجود ہے کہ مستند مورخین ، ذاکرین ، مصنفین و علماء دین و مفسرین کو زیادہ تر اتفاق ہے البتہ کہیں کہیں عبارت و الفاظ کا تھوڑا بہت فرق ملتا ہے جبکہ واقعہ واس کا متن ایک ضرور ہے ان واقعات کا زیادہ ذکر کتب احادیث میں نہیں ملتا ۔ یہ ایک ایسی جنگ ہے جس میں غلطی رائے و اجتہاد ، شک و شبہات ، مکر و حیلہ بغض و عناد کا برے سے برا پہلو اچھے لوگوں سے ظہور پذیر ہوا جن میں اکثر و بیشتر جنتی تھے ۔ اس نامعقول واقعہ کو اول تاآخیر بہ نظر عمیق و تحقیق دیکھ کر ہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہ جنگ محض دھوکہ و ورغلانے

میں واقع ہوئی ۔ قتل عثمانؓ کے قصاص کو حیلہ بنا کر خلافت علیؑ کی مخالفت کر کے پھر اس کو بنی امیہ کی طرف لوٹانا اصل منشاء پیش تھا ۔ حضرت عائشہؓ کو آلہ کار بنا کر ان کو اس قدر ورغلایا و بہکایا گیا کہ وہ اس فعل مکروہ میں بڑے زور و شور سے شریک ہو گئیں پتہ نہیں کہ ان کی مت کیوں اس درجہ ماری گئی تھی جبکہ وہ خود عثمانؓ کے خلاف رہیں ۔ ان کے قتل تک کا فتویٰ دیا کرتیں اور کہا کرتیں کہ " قتل کرو اس نعثل کو ، اللہ اسکو قتل کرے یہ تو کافر و جافر ہو گیا ہے " ۔ کیونکہ عثمانؓ نے ان کا وظیفہ جو اس کو بعد وفات رسولؐ ملا کرتا تھا اس کی رقم کم کر دی تھی جو ان کے لئے کافی نہ تھی ۔ پھر ان ہی عثمانؓ کو شہید مان کر ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے خانہ رسولؐ کو چھوڑ کر میدان کارزار جنگ جمل میں عسکر نامی ملعون اونٹ پر بیٹھ کر خود لشکر کی کمان سنبھالتے نظر آتی ہیں جبکہ وہ خود کافی ذہین و ذکا تھیں مگر لوگوں کے کہے سنے اور بھڑکانے میں اس طرح آ گئیں کہ جوش میں ہوش کھو بیٹھیں جسکا تاسف و ملال ان کو عمر بھر رہا ۔ حضرات طلحہ و زبیر مروان و معاویہ نے بھی مصالحت نہ چاہی کہ ہر ایک کے دانت علی کو معزول کر کے خلافت مسلمہ پر خود جمے ہوئے تھے ۔ آگ پر بجائے پانی کے تیل کا کام کیا گو کہ طلحہ و زبیر اس جنگ میں شہید ہوئے ۔ مروان گرفتار ہوا مگر حیلے حوالے کر کے امام حسنؑ کی سفارش کی بدولت جان کی امان پا کر بھاگ کر معاویہ کے پاس پناہ لی ۔ اور معاویہ خود تو شریک ہوا نہیں بلکہ دور سے انجام پر نگاہ رکھے رہا اور خود امیر شام کا لقب اختیار کر بیٹھا ۔

مفسدین دونوں لشکروں میں شریک تھے ۔ فرقہ سبائیہ جو کافی جنگجو اور لڑاکو قسم کے تھے حضرت علیؑ کے طرفدار تھے انہوں نے صلح کی اور گفتگو طے ہو جانے کو تھی کہ جنگ پھر چھیڑ دی اور آغاز و اختتام جنگ میں اہم کردار ادا کیا ۔ کیونکہ ان کو اب خود اپنی جانوں کا دغدغہ لاحق تھا لہذا زبردست جنگ کی اور سخت قتال کیا ۔ اس طرح مفسدین جو ہر دو طرف شریک تھے اپنی تدبیر میں کامیاب ہو گئے ۔ لشکر علیؑ پر شبخون بھی مارا گیا ۔ جس نے سب کئے دھرے پر پانی پھیر دیا اور صلح کے دروازے

یکسر بند ہو گئے گو کہ جناب امیرؑ آخیر وقت تک صلح کے لئے کوشاں رہے ان واقعات ناگفتہ بہہ کے بارے میں جناب امیر المومنینؑ حضرت علیؑ و حضرت عائشہؓ کو موردالزام ٹھہرانا مناسب نہیں ہاں بہت حد تک ذمہ داری حضرت طلحہ و زبیر، مروان و معاویہ پر عائد ہوتی ہے۔ اگر یہ حضرات صدق دل سے چاہتے اور عائشہؓ کو سفر بصرہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتے اور سمجھاتے بجھاتے امن و آشتی کیطرف حالات کا رخ موڑنا چاہتے تو اس بھیانک کشت و خون کی نوبت نہ آتی۔ امت مسلمہ میں تفرقہ نہ پڑتا اور مسلمانوں کے خون کی یہ ارزانی نہ ہوتی طرفین کے صاحب معاملہ یعنی جناب امیرؑ اور حضرت عائشہؓ دونوں ہی امت مسلمہ میں اعلیٰ و باوقار مقام کے مالک تھے ایک خلیفہ و امام وقت تو دوسری ام المومنینؓ بیوہ رسول دونوں ہی مستحق عزت و احترام تھے۔ مگر دشمنوں نے ہر دو کے ساتھ فریب و ریاکاری کی مگر اپنی مطلب براری نہ کرسکے اور حق خلافت بہ حقدار رسید۔ علی بدستور خلیفۃ المسلمین امیر المومنین ہی رہے۔ جنگ جمل تو ختم ضرور ہو گئی مگر ایک دوسری عنقریب لڑی جانے والی نہایت خون آشام، طویل و بھیانک جنگ صفین کی داغ بیل پڑ گئی۔ جس نے اسلام کی بنیاد کو کھوکھل کر ڈالا۔

ہمارا مقصد اوس درد نہاں و غم پنہاں اور حقائق کو ابھارنا ہے اور اس کی اشاعت اور ظالموں کی ناانصافی کے ساتھ ساتھ حقانیت، عدل و انصاف و انسانیت کے خفتہ جذبات کو اجاگر و بیدار کرنا ہے۔ علیؑ کے صبر و استقلال۔ اوصاف حمیدہ ہمت و جوانمردی، مدبرانہ حکومت وقت کی کٹھن آزمائشوں و پیچیدگیوں کے دوران بھی صلح کن کردار دشمن پر بھی صلہ رحم کرنا حق و ناحق کو عوام کی معلومات میں اضافہ کی خاطر مجملاً پیش کرنا ہی ہمارا نصب العین ہے کیونکہ حق کی اشاعت ان اندوہناک و عبرت انگیز واقعات کی اشاعت سے بڑی ہم آہنگی و وابستگی رکھتی ہے۔ دونوں کا دامن و چولی کا ساتھ ہے ہم بسا بسا بعض باتوں کی تکرار پر بوجہ تسلسل عبارت و مضمون مجبور ہو گئے ہیں مگر مشک کے بار بار گھسنے سے ہی خوشبو پھیلتی ہے

خدا کرے کہ ہم نے کوئی خراب و فاسد فکر یا حوالہ یا واقعہ پیش نہ کیا ہو کہ پھر ان کے لئے مصلح کی احتیاج ہو اور لوگ کہیں کہ عطار اس کی اصلاح کیا کرے گا جس کو زمانہ نے خراب کر رکھا ہو۔ (نعوذ باللہ)۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ چند اہم مسلمان و کلمہ گو ہستیوں کی مخالفت علیؑ و دشمنی اہلبیتؑ و موافقت بنی امیہ میں وہ وہ اقدام مکروہ کر ڈالے جن کو پڑھ کر انسانیت لرز اٹھتی ہے۔ اسلام میں بغض، کینہ، دشمنی، تعصب، کذب وغیر ناپاک عناصر کو بہت فروغ ملا جبکہ رسول پاکؐ کا حکم اس کے برعکس محبت، اخلاق، اخوت، ہمدردی، کا تھا جو بالائے طاق کر دیا گیا۔

"ہیچ کافر نہ کند انچہ مسلمان کردند"

"اختتامیہ"

رسول اسلامؐ کی وفات حسرت ایات کے بعد وہ اسلامی نظام و معاشرہ جس کو شریعت کہا جائے جس کا آغاز آپ نے کیا اور اس کے استحکام کے لئے آپ ہمیشہ ہی سرگرم عمل رہے۔ اور اپنی ساری حیات طیبہ کو اسی مقصد کے لئے وقف فرما دیا تھا۔ اس نظام شریعت کو سخت خلفشار و انحراف کا تلخ سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ انحراف قوم کے اجتماعی نظام میں بھی پیدا ہوا اور اسلامی حکومت کے سیاسی امور میں بھی جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی رفتار سے وسیع و گہرا ہوتا چلا گیا جس کے دورس نتائج نے پوری امت پر اختلاف و نفاق کا گہرا اثر چھوڑا۔ کیونکہ انحراف و اختلاف اگر جلد رفع دفع نہ کیا گیا تو یہ اپنے ابتدائی صورت میں ایک بیج کی سی معمولی حیثیت رکھتا ہے جو رفتہ رفتہ شگاف یافتہ ہو کر ایک چھوٹا سا پودا بن کر پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک پورا درخت بن کر ابھرتا ہے اور یہ انحراف و اختلاف کا پودا جوں جوں بڑھے گا وہ وہ اس میں وسعت اور ہمہ گیری بھی خود بخود پیدا ہوتی جائے گی حتیٰ کہ پوری قوم اپنی اصل روش سے ہٹ کر کسی غلط راہ پر جا لگے گی۔ پھر زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد یہ اسلامی و شرئی محمدی کا حقیقی راستہ و معاشرہ قدم قدم پر اور ہر زاویہ سے انتشار و خلفشار کا منبع و مسکن بن جائیگا۔ اور دشمن خاطر خواہ بہرہ مند ہونے لگیں گے یہاں تک کہ قوم روبہ زوال ہو کر افکار و حوادث کا شکار بن جائیگی۔ اور سارا اسلامی تمدن و معاشرہ اپنی بقا و استمراری سے از خود قاصر د محروم ہو کر رہ جائے گا۔ اور وہ اپنی حفاظت کرنے کی صلاحیت و طاقت بھی کھو بیٹھے گا۔ جب اسلامی معاشرہ و تمدن ہی انتشار کا شکار ہو جائے تو مسلمان تو باقی رہتے ہیں لیکن دین کی حکمرانی و فضیلت کی بنیادیں اس قدر کمزور ہو جاتے ہیں کہ یہ تناور درخت ہر باد مخالف کے سامنے اکھڑتا دکھائی دیگا کیونکہ مسلمان تو برائے نام رہا مسلم ایمانی اس سے رخصت ہی ہو چکی ہوگی۔ اس صورت میں

مسلمان محض ایک بے حس زندہ بشکل مردہ چلتی پھرتی لاش کی مانند ہو کر رہ جائیگا جو قوم چاہے جب چاہے اس پر غالب آجائے گی جیسا کہ خلافت عباسیہ کے ظالمانہ وخونیں دور کے آخری حکمرانوں کے عہد خلافت میں جب تاتاریوں نے بغداد پر خون آشان حملہ کیا تو مسلمان قوم جو باہمی انتشار واختلاف کا شکار تھی اپنی کوئی دفاع نہ کر سکی اور بری طرح شکست خوردہ ہو گئی اور ہلاکو کے ہاتھوں خلافت مسلمہ کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا۔ مختلف ادوار میں بڑی اسلامی لائبریریاں متعصب حکمرانوں کے ہاتھوں نظر آتش کر دی گئیں اس طرح اسلام اپنے ایک قیمتی علمی اثاثہ سے بھی محروم ہو گیا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اسی انحراف و انتشار نے اپنا منحوس سایہ اس درجہ پھیلایا کہ متعدد اصحاب کبار بھی اس کا شکار ہو کر آمادہ بہ جنگ ہو گئے۔ غلط فہمیاں دور ہونے میں کافی وقت لگا۔ اس طرح اسلام دو دھڑوں میں بٹ گیا۔ اور تعلیمات محمدؐ بالائے طاق ہو کر رہ گئی جو امت کی گمراہی نہیں تو اور کیا کہی جائے۔ قاضی ابو بکر بن العربی نے ردفقہ جعفریہ میں "العواصم من القواصم" نامی کتاب لکھی جس کو اہلسنت ردشیعت کے بارے میں مستند و حرف آخر سمجھتے ہیں اور اس کا مصنف مشہور خارجی مصنف ابن تیمیہ کا ہم عصر بھی ہے اور اس کتاب پر حاشیہ بھی محب الدین الخطیب جو ایک غالی خارجی و کٹر مخالف علیؑ و اہلبیتؑ کا ہے نے لکھی ہے، اور اپنی جانب سے اس عبارت کی حاشیہ آرائی کی ہے۔ لیس فی اہل السنۃ رجل و حدیتہم علیا القتل عثمان لافی زماننتا و فی زمانہ صفحہ ۱۹۴ ۱۹۵ یعنی (" اہلسنت میں ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جو حضرت علیؑ کو قتل عثمانؓ میں ملوث قرار دیتا ہو ہمارے زمانے میں نہ کوئی ایسا شخص ہے نہ خود حضرت علی کے زمانہ میں کسی نے آپ پر یہ الزام لگایا ") اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ قتل عثمانؓ کی سازش میں کسی طرح شریک نہ تھے (جیسا کہ بعد اختتام جنگ مدینہ واپسی پر حضرت عائشہؓ نے خود بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے) تو

پھر حضرات طلحہ، زبیر و مروان، معاویہ و عائشہؓ کی یہ جنگی تیاریاں برائے خروج بر علیؑ بصورت جمل کیوں اور کس لئے تھیں۔ یہ محاذ آرائی یہ بھیانک قتال در اسلام جو ان حضرات کی روش اختیار کردہ تھی وہ آخر کس مصلحت کی بنا تھی اور اس کو کیوں سراہا جاتا رہا ہے۔ اس کے خلاف لبکشائی کیوں نہیں کی جاتی ؟ یہ دو تضاد صورتیں ہیں ایک یقینی غلط دوسری لازمی صحیح ہوگی۔

اب جہاں تک صحابہ میں جنگ برپا ہونے کا سوال ہے تو یہ ایک امر واقعہ ہے اور جہاں تک اس جنگ کے محرکات و عوامل کا معاملہ ٹھہرا تو اس کی وجہ بھی یقین کیساتھ سب پر بخوبی عیاں ہے کہ اس کی محرک صرف قتل عثمانؓ اور وہ در پردہ مخالفت علیؑ و اہلبیتؑ جو بنی امیہ کے دلوں میں دبی چنگاری کی طرح سلگ رہی تھی اور شعلہ ور ہونے کی متلاشی ہو رہی تھی اور آخرش حضرت عائشہؓ کو قتل عثمانؓ کا عذر لنگ اور حضرت علیؑ کو اس میں ملوث کرنے کا موقع ہاتھ آہی گیا کہ وہ بہکانے و ورغلانے میں آکر خروج کر بیٹھیں۔

لیکن حضرت علیؑ کا اس جنگ میں موقف ہرگز غلط نہ تھا کیونکہ قصاص کا مطالبہ کرنے والے کو خود ہی فیصلہ قبل از وقت کر لینے کا حق نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ شخص فیصلہ کنندہ جج۔ قاضی یا حکمران کو بھی متہم اور مورد الزام قرار دے تو اسے پھر یہ حق قطعی نہیں مل جاتا کہ وہ اس کے خلاف بغاوت کرے۔ خروج کرے اور آمادہ بہ جنگ ہو بلکہ اس کو صرف اپنے حق کا مطالبہ کرنے کی اجازت ہے۔ اگر فیصلہ اس کے حق میں ہوا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ اس پر صبر کرے اور خاموشی اختیار کرے نہ کہ مڑکی ڈگریہ قدم رنجانی کرنے لگے۔ کیونکہ بہت سے حقوق کی بازیابی کے لئے اللہ قدوس کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہوتا ہے کیونکہ خدا ہمیشہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ہمیشہ حق کی فتح ہوتی ہے۔ ہاں اگر حاکم یا قاضی دین سے خود ہی بے بہرہ ہو اور اس کی نیت بھی صاف ستھری نہ ہو بلکہ مشکوک نظر آئے وہ شریعت میں بھی کتر بیونت کرے تو اس صورت میں اہلیت کے

خلاف بغاوت مباح ہے کیونکہ وہ حق و انصاف کا خون کرتا ہے عدل کو مکر میں بدل رہا ہے اور باغی کا یہ عذر قابل قبول ہو سکتا ہے۔ اگر علیؑ قتل عثمانؓ میں ملوث کئے جاسکتے ہیں تو پھر مدینہ منورہ میں کوئی دوسرا صحابی ہم کو نظر نہیں آتا جو اس الزام سے بری اور بے داغ ہو جبکہ یہ بات قطعی طور پر طے نہیں اور محتاج ثبوت نہیں ہے کہ حضرت علیؑ نے خود یا غائبانہ طور پر یا کسی اور صحابی نے قتل عثمانؓ میں حصہ لیا ہو۔ یہ بات ہرگز باور نہیں کی جاسکتی کہ ہزاروں کی اجتماعی تعداد نے جو دیگر ممالک و اطراف سے مدینہ میں گھس کر علم بغاوت بلند کیا وہ مدینہ کی خود چالیس ہزار کی آبادی پر غالب آگیا ہو اور خلیفۂ وقت کو سخت پہرہ کے باوجود ان کے محل میں گھس کر قتل کر دے جبکہ وہ اپنے حجرے میں ہوں اور ان کی بیوی نائیلہ کو بھی زخمی کر دے کہ ان کی بھی دو انگلیاں ان کو بچانے میں کٹ جائیں"۔

چنانچہ اس سلسلہ میں قیاس آرائی و آمیزش سے گریز کرتے ہوئے احکام الہٰی و احادیث نبوی و قوی و مستند روایات ہی کو اساس و معیار یقین سمجھا ہے جو کچھ بھی ہم کو جملہ کتب معتبر سے دستیاب ہوا اسکو اٹھالیا۔ یہی دلیل و برہان ہے۔

ہم قرآن کی اس آیت کریمہ کو اپنی اس پیشکش کا تتمہ بالخیر قرار دیکر التماس دعا کرتے ہیں" قو بینا لکم الامیان انکنتم تعقلون"۔ یعنی (ہم نے تمہارے سامنے بدلائل ثابت کر دیا اگر تم عقلمند ہو)۔ اور قرآن حکیم ہم کو متحد رہنے کی بھی تعلیم دیتا ہے جیسا کہ سورۃ آل عمران ۳: ۔آیت ۱۰۳ میں ارشاد ہوا ہے۔" واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا۔ "یعنی تم سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور آپس میں متحد رہنے کی وجہ بھی قرآن نے ہم کو یہ بتائی ہے ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم (سورۃ انفال ۸: آیت ۴۶) یعنی۔" آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ ہمت ہار بیٹھو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی"۔ پس ہم کو اسلام کے عظیم نکات و شریعت کو جاہلیت کے

منحوس رنگ سے دھو کر پاک رکھنا ہو گا ۔ اور اس کے لئے نسلی ، شخصی ، علاقائی بغض نفرت وتعصب سے قطعی گریز کرنا ہو گا نہیں تو کوئی دوسری قوم ہم پر اپنا تسلط جما لینے میں کامیاب ہو جائے گی ۔ لہذا فطری انصاف حق گوئی و تاریخی تقاضوں کے مدنظر راقم الحروف نے صرف ان چراغوں میں تیل ڈالنے کی سعی باحاصل کی ہے جو ہمارے پرخلوص بزرگان ملت و صداقت و حقانیت کی راہ مستقیم پر روشن کرتے آئے ہیں تاکہ حقیقی اسلام اقتصائے عالم میں اور ضو فشانی کر سکے جہالت گمراہی ہٹ دھرمی دور ہو حق کا بول بالا ہو ۔

"کتاب زیر نظر کے ماخذ جن کا مطالعہ و افادہ کرتے ہوئے حوالے درج کیئے گئے۔

کتب اہلسنت

نمبر شمارہ	نام کتاب	نام مصنف و ناشر
۱	احکام القران	ابو بکر رازی
۲	المناقب	خوارزمی
۳	الصواعق المحرقہ	ابن حجر مکی
۴	الکامل فی تاریخ	ابن الاثیر
۵	التاریخ طبری (ذخائیر العقبیٰ)	طبری (مختلف جلد)
۶	التاریخ الخلفاء	سیوطی
۷	التاریخ دمشق	ابن عساکر الشافعی
۸	مروج الذھب	المسعودی
۹	میزان الاعتدال	الذھبی
۱۰	مناقب مرتضوی	محمد صالح چشتی حنفی
۱۱	مناقب ابو حنیفہ	ابن مردویہ
۱۲	عقد الفرید	ابن عبد الربۃ
۱۳	کنز العمال	متقی حنفی
۱۴	ینابیع المودۃ	قندوزی
۱۵	مسند احمد	احمد بن حنبل
۱۶	تفسیر در منثور	سیوطی
۱۷	شرح نہج البلاغہ	ابن ابی الحدید
۱۸	ذخائیر العقبیٰ	محب الدین طبری (مختلف جلد بن)
۱۹	صحیح مسلم	محمد ابن مسلم
۲۰	صحیح الترمزی	الترمزی
۲۱	صحیح البخاری	محمد ابن اسمٰعیل بخاری
۲۲	سنن	امام نسائی

۲۳	الصواعق المحرقہ	ابن حجرالہیثمی مکی
۲۴	مستدرک	حاکم نیشاپوری و ابن عساکر
۲۵	محرم نامہ " و یزید نامہ "	خواجہ حسن نظامی دہلوی ناشر مکتبہ کاظمیہ ۔لاہور۔
۲۶	الجمل	واقدی
۲۷	فتنۃ الکبریٰ	طاحہ حسین مصری طبع بیروت و مصر
۲۸	احسن الانتخاب فی ذکر ابوتراب	ناشر رحمانی پریس ۔ لکھنو ۳
۲۹	تاریخ یعقوبی	احمد بن یعقوب
۳۰	الامامت والسیاست	ابن قیتبہ
۳۱	تاریخ اسلام	علامہ احسان اللہ گورکھپوری
۳۲	تاریخ ابن الوردی	ابن الوردی
۳۳	تہذیب	ابن عامر
۳۴	اسد الغابۃ	ابن اثیر
۳۵	مودۃ القربیٰ	ہمدانی شافعی
۳۶	حلیۃ الاولیا	ابونعیم انصاری
۳۷	روضۃ الاحباب	محدث جمال الدین
۳۸	معاویہ پر جواز لعنت کے شرعی دلائل	باباخلیل احمد چشتی صابری، امجدی ۔انڈیا ناشر ادارہ حق کراچی ۔
۳۹	الغدیر	الامینی
۴۰	قومی ڈائجسٹ جلد ۴ شمارہ ۹۰ مارچ ۱۹۸۲	مجیب الرحمن شامی معارف اسلامیہ ۔ اردو دائرہ

کتب اہل تشیع

۱	نہج البلاغہ	(فرمودات مولا علیؑ) ناشر نجفی ہاؤس 159 علامہ مفتی جعفر حسین نشان پارہ روڈ بمبئی ۹۔ انڈیا
۲	المراجعات (ترجمہ مذہب اہلبیتؑ)	ایت اللہ عبد الحسین شرف الدین دار الثقافہ کراچی
۳	تاریخ اعثم کوفی	احمد بن ابو محمد بن علی اعثم کوفی ناشر پبلیکیشرز مزنگ لاہور
۴	"اہلبیتؑ کی زندگی"	سید محمد باقر الصدرؒ۔ عراق
۵	"تاریخ احمدی"	راجہ صاحب پریان یوپی۔ انڈیا۔ تنظیم المکاتب۔ انڈیا
۶	"پردہ اٹھتا ہے" حصہ اول	سید شاہد زاعم فاطمیؔ فاضل دیوبندی (حال شیعہ)
۷	و دوم	ناشر ادارہ "اصلاح" "کھجوابہ بہار" انڈیا
۸	فتوحات شیعہ (مناظرہ)	ناصری باغ قاضی مسجد دیوان جی گنج لکھنو۔ ۳ انڈیا
۹	"قول مقبول" (مناظرہ)	علامہ السید غلام حسین نقوی نجفی۔ فاضل عراق
۱۰	"اللہ سے ڈور"	علامہ السید غلام حسین نقوی نجفی۔ فاضل عراق
۱۱	شیعہ ہی اہلسنت ہیں	ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی آف (تیونس) ناشر مکتب المعرفت سابق سنی عالم حال شیعہ
۱۲	شیعہ مذہب حق ہے	ایضاً
۱۳	"ہو جاؤ سچوں کے ساتھ	عبد الکریم مشتاق۔ ناشر رحمت اللہ بک ایجنسی
۱۴	سہم مسموم	ناشر موسۃ اہلبیتؑ
۱۵	شیعہ کافر تو سب کافر	علی اکبر شاہ سندھ۔ کراچی

۱۶	نعش کو قتل کردو	علی اکبر شاہ سندھ ۔ کراچی
۱۷	"الجمل"	علامہ مجلسی ترجمہ اردو فارسی ۔ ایران
۱۸	عائشہ کردار کے آئینہ میں	فروغ کاظمی ۔ ناشر تہذیب ادب میدان ایلچ خان
۱۹	"شیعہ مذہب حق ہے"	عبدالکریم مشتاق (حال شیعہ) رحمت اللہ بک ایجنسی ۔ کراچی.
۲۰	"مذہب اہلبیت"	(شیخ محمد مرعی الجعفی سابق سنی عالم دین) شاہ گردیز اکیڈمی ۔ ملتان ۔ پاکستان ۱۹۸۰
۲۱	اہل ذکر	ڈاکٹر تیجانی سماوی (تیونس) مطبوعہ ۔ ایران قاضی القضاۃ ملک شام (حال شیعہ) ناشر، جامع

ادارہ عنقریب معروف اسکالرز اور محقیقین کی مندرجہ ذیل کتب قارئین کے مطالعہ کیلئے پیش کر رہا ہے

عدلِ الٰہی

شہید مُرتضیٰ مطہری
ترجمہ از پروفیسر سردار نقوی

مجموعہ مقالات

ڈاکٹر علی شریعتی
ترجمہ از پروفیسر سردار نقوی

خلیفۂ رسالتؐ

علامہ محمد باقر بہبودی
ترجمہ از سیّد غضنفر حسُین بخاری مرحوم

قصص الحیوان فی القرآن

ڈاکٹر احمد بہجت مصری
ترجمہ از سیّد غضنفر حسُین بخاری مرحوم

سندھو دیش (منتخب ترجمہ)

سائیں جی ایم سیّد
ترجمہ از سید ع، ا، شاہ

تاریخ: مقامِ زیارت، صاحبِ زیارت و آدابِ زیارت...

ایران، عراق، شام اور سعودی عرب

کے زائرین کے لئے مکمل اور جامع کتاب جس کی موجودگی میں کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں۔

علاوہ ازیں، ان تمام صاحبِ علم حضرات کے لئے جو مقامِ زیارت و صاحبِ زیارت کی تاریخ میں دلچسپی رکھتے ہیں نہایت مفید ہے۔

کتاب معراج المومنین کی تدوین میں ۶۵ فقہی معتبر کتب سے استفادہ کیا گیا ہے اور ۶۸ مقاماتِ زیارات کی رنگین تصاویر سے مزین ہے۔ ۳۸۹ عنوانات بڑے سائز میں ۸۶۰ صفحات پر محیط ہیں۔ ہدیہ نہایت مناسب ۲۵۰ روپے

مؤلف: سیّد صابر حسین زیدی شفق ہاہروی

ناشر: ادارۂ احیاءِ تراثِ اسلامی۔ کراچی، پاکستان

تمام معروف کتب خانوں پر دستیاب ہے۔

حضرت زینبؑ پر مکمل اور منفرد تالیف

ترجمانِ کربلا
زینبؑ بنتِ علیؑ

* مولف *

الحاج سید محمد ایوب نقوی مصطفےٰ بادی

عالیہ پبلیکیشنز
اے۔ ۱۶۸۔ بلاک 'جے' نارتھ ناظم آباد۔
فون نمبر: 6625618 کراچی پاکستان

ملنے کا پتہ: احمد بکسیلرز و اسٹیشنرز (اسٹاکسٹ و جنرل آرڈر سپلائرز)
718/20 فیڈرل 'بی' ایریا۔ کراچی۔ فون نمبر: 6364924

○ ہر بکسٹال پر دستیاب ہے۔ ○

صفحات 320 قیمت: 70/-

دور حاضر کا مسلمان روشن فکر طبقہ، با اعتبار کیفیت معاشرہ کا سب سے ستھرا اور نکھرا حصہ ہے اور با اعتبار کمیت خوش قسمتی سے ایک قابل توجہ گروہ ہے۔ اس گروہ اور اس طبقہ کے لئے آج کا اہم ترین مسئلہ "اسلام اور وقت کے تقاضے" ہے۔

مندرجہ بالا عنوان پر سیر حاصل گفتگو

استاد شہید مرتضیٰ مطہری

نے اپنی کتاب

"اسلام اور وقت کے تقاضے

میں کی ہے۔

ناشر : احیاء تراث اسلامی۔ کراچی۔ فون 6364924

تاریخ صفین

از

عابد عباس ایڈووکیٹ

طباعت کے مراحل میں ہے

ناشر

ادارہ احیاء تراث اسلامی۔ کراچی۔ PH- 6364924

ادارۂ احیائے تراثِ اسلامی پاکستان کی مطبوعات

THE FOUNDATION FOR THE REVIVAL OF ISLAMIC HERITAGE

ہاں دوست ایسا ہی تھا
مستقبل کی تاریخ پر ایک نظر
فاطمہؑ، فاطمہؑ ہے
چہار زندان انسان
مسلمان عورت اور عہد حاضر کے تقاضے
منتظر نجات دہندہ کے انتظار میں
انسان، اسلام اور مغربی مکاتب فکر
اسلام اور وقت کے تقاضے
حق و باطل
انسان اور ایمان
تحریفات واقعہ عاشورہ
جہاد اکبرؑ
حضرت امام زین العابدینؑ
شیعہ
تفسیر المیزان (تفسیر سورہ الحمد)
توبہ
نفس مطمئنہ
ذخیرہ النجات (ائمہ سے منسوب سچے واقعات)
گورباچوف کو دعوت اسلام

عرفانیات جوش (جوش کا مذہبی مجموعہ کلام)
حضرت امام حسنؑ
امام جعفر صادقؑ اور مکتب تشیع
امر بالمعروف و نہی عن المنکر
ارکان اسلام کی زمانہ حال میں توجیہات
جناب بلالؓ
جناب فضہؑ
شریعتی ایک فکری جائزہ
حیات امام خمینیؒ
عقیدہ توحید اور طبقاتی شعور
معراج المومنین (زائرین و حجاج کے لئے مکمل کتاب)
ارمغان نسیم
خطبۂ حضرت فاطمہ زہرا (س)
شہنشاہ سخن (میر انیس کی رباعیات کا تجزیہ)
گریہ ذات (مجموعہ مراثی پروفیسر سردار نقوی)
میر انیس کا تجزیاتی مطالعہ
بوسنیا حکایات خونچکاں
مستقبل کی نسلوں کے نام حضرت علیؑ کا پیغام

اسلام گلگت میں
قرآن کی مخالفت کیوں؟
تاریخ عمل
تاریخ اعثم کوفی
توسین (شاعر مشرق علامہ اقبال در مدحت اہلبیتؑ)
کاروان تجلی سادات (آگرہ و نواح آگرہ کی تاریخ)

زیر طبع کتب:

عدل الٰہی
جعفری تحفۃ العوام مترجم
قصص الحیوان فی القرآن
حلیف رسالتؐ
شہادت
سندھو دیش (منتخب ترجمہ)
مجموعہ مقالات (ڈاکٹر علی شریعتی)

اسٹاکسٹ: فون: ۶۳۶۴۹۲۴
احمد اسٹیشنرز و بک سیلرز، اسٹاکسٹ و جنرل آرڈر سپلائرز
۲۰/۱۸ے - فیڈرل بی ایریا - کراچی